تصنیف لطیف
شیخ اکبر محی الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ
جلد سوم
فتوحات مکیہ
علی برادران تاجران کتب ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد
www.maktabah.org

۷۸۶ / ۹۲

جلد سوم

فتوحاتِ مکیہ

لطیف تصنیف، حضرت امام الموحدین سید المکاشفین شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی طائی اندلسی المعروف بہ ابنِ عربی قدس اللہ سرہ

ترجمہ

حضرت علامہ صائم چشتی فیصل آباد،

ناشران

علی برادران تاجران کتب

نزد جامعہ رضویہ ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب	فتوحات مکیہ جلد سوم
مصنف	شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی
مترجم	علامہ صائم چشتی
تاریخ اشاعت	۱۰ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ
تعداد	ایک ہزار
طابع	علی اکبر
مطبع	
کاتب	علم دین۔ شبیر حسین
صفحات	بلا متن ۳۰۴
صفحات	مع متن ۳۶۸
ہدیہ	۱۲۰ روپے

ناشر

علی برادران ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

فہرست الابواب

جلد سوم

ﷲ

اللّٰهُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ حیی و قیوم ہے

آل عمران آیت ۱

اللّٰہُ

نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نُور ہے

سُورۃ نُور آیت ۱۳۵

وَكَانَ

اللّٰهُ

بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا

اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے

سورۃ النساء آیت ۱۲۶

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ہ

تیرھواں باب

حاملانِ عرش کی معرفت کا بیان

العرش واللہ بالرحمن محمول — وحاملوہ وھذا القول معقول

وأی حول لمخلوق ومقدرۃ — لولا مجاء بہ عقل وتنزیل

جسم وروح وأقوات ومرتبۃ — ماثم غیر الذی رتبت تفصیلا

فذاھو العرش ان حققت سورتہ — والمستوی باسمہ الرحمن مأمول

وھم ثمانیۃ واللہ یعلمھم — والیوم أربعۃ ملغیہ تعلیل

محمد ثم رضوان ومالکھم — وآدم وخلیل ثم جبریل

والحق بمیکال اسرافیل لیس ھنا — سوی ثمانیۃ غرّ بھالیل

خُدا کی قسم! عرش اور حاملانِ عرش رحمٰن کے ساتھ محمول ہیں اور یہ معقول بات ہے۔ مخلوق کی کون سی قوت و مقدرت ہے۔ اگر وُہ نہ ہوتا تو اس کے ساتھ عقل اور قرآن نازل ہوتا۔ یہ حاملانِ جسم و رُوح اور اقوات و مرتبہ ہیں۔ اس کے بغیر اِس جگہ تفصیل مُرتّب نہیں ہوتی۔

اگر آپ اس کی صُورت و منزلت کی تحقیق چاہتے ہیں تو یہی وہ عرش ہے اور اِس کے ساتھ اسمِ رحمٰن کا اِستویٰ ہے۔ اور وہ یعنی حاملانِ عرش آٹھ ہیں۔ اور اللہ اُنہیں جانتا ہے اور اِس وقت چار ہیں۔ اس میں تعلیل نہیں ہو سکتی۔

یہ حاملان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پھر رضوان اور اُن کے مالک اور حضرت آدم وخلیل پھر جبریل علیہم السلام ہیں۔

حضرت میکائیل کے ساتھ حضرت اسرافیل کا الحاق ہے۔ وہاں اِن آٹھ کے سوا اور کسی کو یہ عزت حاصل نہ ہو گی۔

حاملانِ عرش کی تعداد

اَے مخلص دوست اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ جاننا چاہیئے کہ عرش مُطلقاً عربی زبان کا لفظ ہے اور اِس سے مُراد ملک ہے۔ جب کسی بادشاہ کے ملک میں خلل واقع ہوتا ہے تو قل عرش الملک یعنی بادشاہ کا تخت متزلزل ہو گیا اور کبھی اس کا اطلاق سریر یعنی تخت کے معنوں میں ہوتا ہے۔ تو جب عرش مُلک سے عبارت ہو گا تو اُس کے اُٹھانے والے اُس کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور جب عرش تخت ہو گا تو اُس کے اُٹھانے والوں سے مُراد اُس کے پائے ہوتے ہیں اور یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو اُسے کندھوں پر اُٹھاتے ہیں اور عرش اُٹھانے والوں میں عدد داخل ہوتے ہیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا میں اِن کی تعداد چار اور قیامت میں آٹھ مقرر فرمائی ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ الحاقہ آیت ۱۷

ترجمہ:۔ اُس دن آپ کے رب کا عرش آٹھ پر ہو گا۔

پھر فرمایا۔ وہ اِس روز دُنیا میں چار ہیں اور اُس روز یعنی آخرت میں

آمٹھ ہوں گے۔

عرش مرتبوں کا نام ہے

ابنِ مسرہ الجبلی جو کہ اہلِ طریق میں بہت بڑے عالم اور صاحبِ کشف وحال تھے نے ہم سے روایت بیان کی کہ عرش ملک پر محمول ہے اور وہ جسم و رُوح اور غذا اور مرتبہ میں محصور ہے۔

پس حضرت آدم اور حضرت اسرافیل علیہما السّلام صُور پھونکنے کے لئے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السّلام اور حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ارواح کے لئے ہیں۔

حضرت میکائیل اور حضرت ابراہیم خلیل علیہما السّلام ارزاق کے لئے ہیں۔ جناب مالک اور رضوان وعدہ و وعید کے لئے ہیں۔
اور ملک میں نہیں مگر جس کا ذکر ہو چکا ہے اور اغذیہ یہ حسّی اور معنوی رزق ہیں۔

مراتب کی صُورتیں

جس کا ذکر ہم نے اِس باب میں کیا ہے وہ ایک ہی طریقہ ہے اور اُس کا معنیٰ ملک ہے اِس لئے کہ اِس طریق میں اُس کے ساتھ ایک فائدے کا تعلق ہے اور اُسے اُٹھانے والے اُس کی تدبیر کے ساتھ قائمین سے عبارت ہوں گے۔
پس تدبر صُورتِ عنصریہ یا صُورتِ نوریہ ہے، صُورتِ عنصریہ کے واسطے ایک رُوح مدبّر ہے اور ایک مدبّر و مسخّر رُوح صُورتِ نوریہ کے لئے ہے۔
اور غذا صُورتِ عنصریہ کے لئے ہے اور ارواح کی غذا علوم و معارف

ہوتے ہیں۔

سعادت سے مرتبہ حسیہ جنت میں داخل ہونے کے ساتھ ہے اور شقاوت سے مرتبہ حسیہ جہنم میں داخل ہونے کے ساتھ ہے اور مرتبہ رُوحانی علمیہ ہے۔

چار مسائل

پس یہ باب چار مسائل پر مبنی ہے۔

پہلا مسئلہ صُورت، دُوسرا مسئلہ رُوح، تیسرا مسئلہ غذاء اور چوتھا مسئلہ مرتبہ اور یہی غایت ہے۔

اِن میں سے ہر مسئلہ دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے تو یہ آٹھ ہو جائیں گے۔ اور یہی حاملانِ عرش ملک ہیں۔ یعنی جب آٹھ ظاہر ہوں گے تو ملک یعنی عرش قائم اور ظاہر ہو جائے گا اور اس کا بادشاہ اُس پر استواء فرمائے گا۔

پہلا مسئلہ صُورت

اور یہ دو قسموں میں تقسیم ہے۔ پہلی قسم صُورتِ جسمیہ عنصریہ جو کہ صُورتِ جسدِ خیالیہ کو متضمن ہے۔

دُوسری قسم! صُورتِ جسمیہ نُورانیہ ہے۔ تو ہم نوری جسم سے اِبتداء کرتے ہُوئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو جسم پیدا فرمایا وہ ارواحِ ملائکہ کے اجسام ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے جلال میں وارفتہ اور کھوئے ہُوئے ہیں۔

اِنہی میں سے عقلِ اوّل اور نفسِ کُل ہے اور اِنہی کی طرف نُورِ جلال سے پیدا کیے گئے اجسامِ نُورانیہ کی انتہا ہے۔

اِن ملائکہ سے واسطہ کے ساتھ پیدا ہونے والا اس کے علاوہ فرشتہ نہیں مگر نفس جو عقل سے نیچے ہے اور اِن کے بعد جو فرشتے پیدا ہوئے وہ تمام حکمِ طبیعت کے تحت داخل ہیں تو وہ اُن افلاک کی جنس سے ہیں جو اُن ہی سے پیدا ہوئے اور وہی اِن افلاک کے معمار ہیں۔

ایسے ہی ملائکۂ عناصر ہیں اور ملائکہ کی دُوسری صنف وہ فرشتے ہیں۔ جو بندوں کے اعمال و انفاس سے پیدا کئے گئے پس ہم انشاء اللہ تعالیٰ صِنفاً صِنفاً اِن کا ذکر اِس باب میں کریں گے۔

خُدا کہاں تھا؟

جاننا چاہیئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مخلوق پیدا فرمانے سے قبل قبلیت زمان نہ تھی۔ یہ عبارت ملانے کے لیے نسبت پر دلالت کرتی ہے جس کے ساتھ سُننے والے کے نفس میں مقصود حاصل ہو جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ پاک عَما میں تھی جس کے نیچے بھی ہَوا ہے اور اُوپر بھی ہَوا ہے اور وُہ پہلا مظہرِ خُداوندی ہے جس میں اُس کا ظہور ہُوا۔ اِس میں ذاتی نور ساری ہو گیا جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اِس ارشاد میں ظاہر ہے۔

اللہ نور السماوات والارض

یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

پہلے پیدا ہونے والے فرشتے

جب اِس عَما میں نور کی رنگینی آ گئی تو اِس میں اُن وارفتہ و عشاق ملائکہ

کی صورتیں کھولی گئیں جو عالمِ اجسامِ طبعی کے اُوپر ہیں۔ اُن سے پہلے نہ عرش تھا اور نہ کوئی مخلوق تھی، جب اُنہیں پیدا فرمایا گیا تو اُن کے لئے تجلّی فرمائی اور اُس تجلّی میں اُن کے لئے غیب بنایا گیا۔ چنانچہ یہ غیب اُن کے لئے ایک رُوح بن گیا۔ یعنی اِن صورتوں کے لئے اور اُن کے لئے اپنے اسمِ جمیل میں تجلّی فرمائی تو وہ اُس کے جمال کے جلال میں گُم ہو گئے اور اُن کی گُم شدگی نہیں جاتی۔

جب چاہا کہ عالم کی تدوین و تسطیر پیدا کی جائے تو اِن ملائکہ کرّوبیاں سے ایک کا تعیّن کیا اور ملائکہ سے یہ پہلا فرشتہ ہے جو اِس نور سے ظاہر ہُوا اِس کا نام عقل اور قلم ہے اور اُس کے لئے تعلیمِ وَہبی کی تجلّی گاہ میں تجلّی فرمائی جس کے ساتھ مخلوق کی ایجاد کا ارادہ فرمایا جس کی حد و انتہا نہیں۔

اپنی ذات کے ساتھ اُس علم کو قبول فرمایا جو ہوگا اور جو اسماءِ الٰہیہ سے حق کے لئے اِس عالمِ خلق کے صدور کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اِس عقل سے دُوسرے موجود کو مشتق فرمایا جس کا نام لَوح ہے اور قلم کو حکم دیا کہ اُس کی طرف مَیلان کرے اور اُس میں وہ تمام وَدیعت کرے جو قیامت تک ہوگا نہ کہ دُوسرا اور اِس قلم کے لئے قلمیت میں تین سو ساٹھ دانت مقرّر فرمائے۔ یعنی اُس کے قلم ہونے سے اور اُس کے عقل ہوتے سے تین سو ساٹھ تجلّیاں عطا کیں یا یہ کہ وہ رقیقہ ہے اور ہر دانت یا رقیقہ علومِ اجمالیہ کی صنف سے تین سو ساٹھ چلّو بھر لیتا ہے اور لَوح میں اُن کو مُفصّل کر دیتا ہے تو یہ قیامت کے دن تک کے علوم کا عالم میں حصر ہے چنانچہ جب قلم نے اِن علوم کو وَدیعت کیا تو لَوح نے جان لیا، اِسی سے علمِ طبیعت ہے اور وہ لَوح میں اُن علوم سے حاصل ہونے والا پہلا علم ہے جس کی تخلیق کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارادہ فرمایا۔

صُبح کی روشنی جیسے فرشتے

پس طبیعت نفس سے نیچے ہے اور یہ تمام خالص نُور کے عالم میں ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے محض ظلمت کو پیدا فرمایا اور یہ اس نُور کے مقابلہ میں بمنزلہ عدم مطلق کے ہے جو وجودِ مطلق کے مقابل ہے تو اس کے پیدا کرنے کے وقت اس پر طبیعت کی مساعدت کے ساتھ نُور کا اضافہ کیا۔

اِس نُور نے اِن منتشرات کو سمیٹا تو وہ جسم ظاہر ہو گیا جو عرش سے عبارت ہے۔ پس اسمِ رحمٰن نے اسمِ ظاہر کے ساتھ اُس عرش پر استواء فرمایا تو عالمِ خلق سے ظاہر ہونے والا یہ پہلا امر ہے اور اس ملے جُلے نُور سے جو پیدا فرمایا وہ ضیاء سحر کی مثل ملائکہ ہیں جو تخت کے ساتھ چکر کاٹتے ہیں اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارکہ ہے۔

وترى الملائكة حافين من حول العرش يسبحون بحمد ربهم

ہم نے تخلیقِ عالم کے بارے میں اپنی اُس کتاب میں بیان کیا ہے۔ جس کا نام "عقلۃ المستوفز" ہے۔ اور اِس باب میں اُس سے اخذ کردہ بڑی بڑی چیزیں بیان کر دی ہیں۔

کُرسی کو عرش میں پیدا کیا

پھر اِس عرش کے جوف میں کُرسی کو پیدا فرمایا اور اِس میں اُس کی طبعی جنس سے ملائکہ بنائے پس ہر فلک اُس مخلوق کی اصل ہے جو اُس میں آباد ہے جیسا کہ عناصر جنہیں اُن سے پیدا کیا گیا جس میں آباد ہیں جیسا کہ حضرت

آدم علیہ السّلام کو مٹّی سے پیدا فرمایا تو انہیں اور اُن کی اولاد کو زمین میں بسایا۔

اِس بزرگ کرسی میں کلمہ کو خبر اور حکم کی طرف تقسیم کیا اور یہ دونوں پاؤں ہیں جو اُس کے لئے عرش سے لٹکے ہوئے ہیں جیسا کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں وارد ہوا ہے۔

پھر کرسی کے جوف میں افلاک کو پیدا فرمایا۔ ایک فلک دوسرے فلک کے جوف میں ہے اور ہر فلک میں اُسی سے ایک عالم پیدا فرمایا جسے آباد کرنے والوں کا نام ملائکہ یعنی رسُول ہے اور اُسے ستاروں کے ساتھ زینت دی اور ہر آسمان میں اُس کے اَمر کی وحی فرمائی۔ جہاں تک کہ مولدات کی صورتوں کو تخلیق فرمایا۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن نوریہ عنصریہ صورتوں کو بغیر اَرواح کے مکمّل فرمایا تو اِن صورتوں کے لئے ایک غیب پیدا کیا اور اِن صورتوں سے ہر صنف میں اُس کے حسبِ حال تجلّی فرمائی تو صورتوں اور اِس تجلّی سے رُوحوں کی صورتیں پیدا کیں اور یہ دوسرا مسئلہ ہے۔

تیسرا مسئلہ

پس رُوحوں کو پیدا فرمایا اور انہیں تدبیرِ صوَر کا اَمر فرمایا اور انہیں ناقابل تقسیم بلکہ ایک ذات قرار دیا۔ اور اِن کو ایک دوسری سے الگ کیا تو وہ الگ الگ ہوگئیں اور اُن کا امتیاز اِس تجلّی سے صورتوں کو قبول کرنے کی حیثیت سے ہوا۔ اور صورتیں اِن اَرواح کے لئے فی الحقیقت جائے قیام نہیں مگر یہ کہ یہ صورتیں اِن کے لئے اِس طرح ہیں جیسے صُوَرِ عنصریہ کے حق میں ملک ہے جیسا کہ تمام صورتوں کے حق میں مظاہر ہیں۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے صُوَرِ جسدیہ خیالیہ کو دوسری تجلّی کے ساتھ لطائف

کے درمیان پیدا فرمایا اور صورتیں اِن صُوَرِ جسدیہ اور نوریہ ناریہ صورتوں میں ظاہر آنکھ کے لئے تجلی پذیر ہیں۔ صُوَرِ حسیہ جو کہ صُوَرِ معنویہ کی حامل ہیں اِن جسدی صورتوں میں نیستد میں اور موت کے بعد اٹھائے جانے سے قبل تجلی بار ہوتی ہیں اور وہ برزخ صوری ہے اور وہ نور کے سینگ سے ہے جو اوپر سے وسیع اور نیچے سے تنگ ہے کیونکہ اُس کے اُوپر خلاء اور نیچے زمین ہے۔

اور صورتوں کے یہ اجسام وہ ہیں جن میں جن اور فرشتے ظاہر اور باطن انسان ہوتا ہے۔ یہی نیستد میں ظاہر ہوتی ہیں اور یہی جنت کے بازار کی صورتیں ہیں۔ درحقیقت صورتیں زمین کو بسانے والی ہیں جس پر اِس باب میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان صورتوں اور ان اَرواح کے لئے غذاء مقرر فرمائی اور یہ تیسرا مسئلہ ہے۔ اِن کی بقاء اسی غذا سے ہے اور یہ حسّی اور معنوی رزق ہے۔

پس معنوی یہ اِس سے علوم اور تجلیات و احوال کی غذا ہے اور محسوس کی جانے والی غذاء معلوم ہے اور وہ جسے رُوحانی کھانے پینے کی اشیا کی صورتیں اُٹھاتی ہیں یعنی قویٰ تو اِس لئے وہ غذا ہے اور غذاء سب کی سب معنوی ہے جو ہم نے اِس کے بارے میں کہا۔ اگرچہ صُوَرِ محسوسہ میں ہو۔ پس ہر صورت کو خواہ نوراتی ہو یا حیوانی یا جسدی اُس کے حسبِ حال غذاء دی جاتی ہے اور اِس کی تفصیل طویل ہے۔

اہلِ سعادت اور اہلِ شقاوت

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر عالم کے لئے سعادت و شقاوت اور منزلت

کا مرتبہ مقرر فرمایا اور اِن کی تفصیلات غیر منحصر ہیں۔ پس اُن کی سعادت اُن کے حسبِ حال ہے، اِن میں سعادتِ غرضیہ، سعادتِ کمالیہ، سعادتِ ملائمت اور سعادتِ وفسیہ یعنی شرعیہ ہے اور انہی کی مثل تقسیم میں شقاوت ہے جس کے ساتھ نہ غرض کی موافقت ہو نہ کمال و مزاج کی اور وہ غیر ملائم اور غیر شرعی ہو اور یہ سب محسوس و معقول ہے۔ پس محسوس دُنیا و آخرت میں دار الشقاء کے ساتھ آلام و عذاب سے متعلق ہے اور دارِ سعادت کے ساتھ اس کا تعلق دُنیا اور آخرت میں لذّات سے ہے اور اِس سے خالص اور مِلی جُلی ہے۔ پس خالص کا تعلق دارِ آخرت سے ہے اور ملی جُلی کا تعلق دُنیا سے ہے۔ چنانچہ سعید شقی کی صُورت میں اور شقی سعید کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور آخرت میں اِن کا امتیاز ہو جائے گا اور کبھی شقی اپنی شقاوت کے ساتھ ظاہر ہو جاتا ہے اور آخرت کی شقاوت سے متّصِل ہو جاتا ہے اور ایسے ہی سعید ہے لیکن وہ معروف نہیں ہوتے اور آخرت میں اُن کا امتیاز ہو جائے گا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وامتازوا الیوم ایھا المجرمون

اَے مجرمو! آج کے دن علیحدہ ہو جاؤ۔

چوتھا مسئلہ

یہاں تیرے لئے مراتب اپنے اہل کے ساتھ ملحق ہو گئے اور اِن میں ہزیمت و تبدّل نہیں ہوگا۔ تیرے لئے یہ اُن آٹھ کے معنی ہیں جو مجموعِ مُلک اور عرش سے عبارت ہے اور یہ چوتھا مسئلہ ہے۔

اب جب کہ تیرے لئے آٹھ کے معنی بیان ہو چکے اور یہ آٹھ اُن آٹھ سے

منسوب ہیں جن کے ساتھ حق تعالیٰ موصوف ہے اور یہ زندگی، علم، قدرت، ارادہ کلام، سمع، بصر اور صفت لاانتہا کے ساتھ کھانے، سونگھنے اور لمس کا ادراک ہے۔ کیونکہ اس ادراک کا اُس کے ساتھ تعلق ہے جیسا کہ مسموعات کے ساتھ سمع کا اور مبصرات کے ساتھ بصر کا ادراک ہے۔ اس لئے ملک کا انحصار آٹھ میں ہے۔ پس دُنیا میں اِن سے صورت، غذا اور دو مرتبے کلی چار ظاہر ہوئے اور قیامت کے دن آٹھوں کے لئے آٹھوں ظاہر ہوں گے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ

اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ اس روز یعنی دُنیا میں چار ہیں۔ یہ ملک کے ساتھ عرش کی تفسیر میں ہے اور رجوع عرش تخت ہے اُسے ملائکہ نے جو اب چار اور قیامت کو آٹھ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کاندھوں پر میدانِ محشر میں اُٹھائیں گے۔ اِن چاروں حاملانِ عرش کی صورتوں کے بارے میں ابنِ مسرہ کا قول وارد ہوا ہے کہ ایک صورتِ انسان پر، دوسرا شیر کی صورت پر تیسرا گِدھ کی صورت پر اور چوتھا بیل کی صورت پر ہوگا اور یہ وہ ہے جسے سامری نے دیکھ کر خیال کیا کہ یہ حضرت موسیٰؑ کا معبود ہے تو اُس نے اپنی قوم کے لئے بچھڑا بنا کر کہا! یہ تمہارا اور موسیٰؑ کا معبود ہے۔ القصّہ!

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

اَلحَمدُ لِلّٰہ تیرھواں باب اختتام پذیر ہوا!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

چودھواں باب

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک انبیاء کرام یعنی انبیاء و اولیاء اور اُمتوں کے مکمل قطبوں کے اسرار کی معرفت کے بیان میں، اور یہ کہ قطب ایک ہے، جب سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُسے پیدا کیا ہے وہ فوت نہیں ہُوا اور وہ کہاں ہے؟

أنبياء الاولياء الورثة　　عرف الله بهم من بعثه
ثم في روع امام واحد　　سر هذا الامر روح نفثه
ثم لما عقد الله له　　وسرى في خلقه ما نكثه
وتلقته على عزته　　منة منه قلوب الورثة
موضع القطب الذي يسكنه　　ليس يدريه سوى من ورثه

انبیاء و اولیاء وارث ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جسے مبعوث فرماتا ہے اُنہیں اُس کی معرفت عطا کر دیتا ہے۔

پھر ایک امام کے جی میں اِس امر کا راز ہے کہ اُس نے رُوح کو پھونکا ہے۔

پھر جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس سے عقد فرمایا اور اُس کی مخلوق میں وہ ساری ہو جاتا ہے جس عقد کو توڑتا ہے۔

وارثوں کے قلوب اِس سے اُس کی عزت پر اُس کے منّت و احسان

سے ملتے ہیں۔

اُس قطب کے ٹھکانے کو سوائے اُس کے وارث کے کوئی نہیں جانتا.

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ جاننا چاہیئے کہ نبی وہ ہے جس کے پاس اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں سے فرشتہ ایسی وحی لے کر آتا ہے جو شریعت کو شامل ہوتی ہے۔ وہ فی نفسہٖ اس کے ساتھ عبادت کرتا ہے تو اگر اس وحی کے ساتھ وہ اُس کے علاوہ کی طرف مبعوث ہوگا تو وہ رسول ہے۔

وحی کے دو حال

فرشتہ دو حالتوں میں آتا ہے. ایک یہ کہ اس نزول میں اختلافِ احوال پر اُس کے ساتھ اُس کے دِل پر نازل ہوا اور دوسری یہ کہ جسمانی صورت پر آتے اور خارج سے اُس کے کان میں ڈال دے تو وہ سُن لے گا. یا اُس کی بصر پر ڈال دے تو وہ دیکھ لے گا۔

پس اُس کے لئے جو نظر سے حاصل ہوتا ہے اُسی کی مثل ہے جو اُسے سمع سے حاصل ہوتا ہے دونوں برابر ہیں. ایسے ہی تمام حسّاس قوتیں ہیں۔

خاتمِ ولایت خاتمِ رسالت کی اُمّت میں ہو گا

اِس باب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بند کر دیا ہے اور کسی کے لئے سوائے اِس کے کوئی راستہ نہیں کہ اِس شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرے. کیونکہ اِس کی ناسخ کوئی شریعت نہیں۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شریعت کے ساتھ حکم دیں گے اور

وہ خاتم الاولیاء ہوں گے۔ کیونکہ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی اُمت پر ولایت ختم فرمائی اور ایک مکرم رسول اور نبی کے ساتھ ولایت مطلقہ کو ختم فرمایا جن کے ساتھ مقام ولایت ہے۔ پس ان کے لئے دو حشر ہیں۔ ایک حشر اُن کا رسولوں کے ساتھ بحیثیت رسول ہوگا اور ایک حشر ہمارے ساتھ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبع ولی کی حیثیت سے ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا اکرام کیا ہے۔ اور حضرت الیاس علیہ السلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر اس مقام کے ساتھ ہیں۔

مظہرِ محمدی کے لئے خطاب

رہی اس اُمت میں انبیاء و اولیاء کی حالت تو یہ ہر وہ شخص ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تجلیات میں سے کسی تجلی میں قائم فرماتا ہے اور اس کے لئے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام کا مظہر قائم فرماتا ہے۔ پس اس کو یہ مظہر روحانی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مظہر کے لئے شرعی احکام کا خطاب سنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ خطاب سے فارغ ہوتا ہے اور اس ولی کے دل سے فارغ ہو جاتا ہے تو صاحب مشہد لہٰذا اس اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس خطاب کے ضمن میں آنے والے تمام احکام مشروعہ ظاہرہ کا شعور کر لیتا ہے، پس اسے یہ ولی اخذ کر لیتا ہے جیسے مظہرِ محمدی اس حضور کے لئے اخذ کرتا ہے جو اسے اس حضرت میں حاصل ہوتا ہے جس سے اس مظہرِ محمدی کو اس اُمت کے لئے تبلیغ کا امر ہوتا ہے۔ پس اُسے اس کی ذات کی طرف

لوٹا دیا جاتا ہے اور اُسے رُوح کا وہ خطاب یاد ہو جاتا ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مظہر کو کیا تھا اور اُس کی صحت کو علمِ یقین بلکہ عین الیقین سے جان لیتا ہے۔

حدیث کی صحّت کا معیار

وُہ اِس نبی کا حکم اخذ کرتا ہے اور اپنے رُبّ کی دلیل پر عمل کرتا ہے۔ ایسی ضعیف حدیث جس میں وَضع کرنے والے راویوں کے طریقہ سے ضعف پایا گیا اور اُس پر عمل کرنا ترک کر دیا گیا۔ حالانکہ وہ حدیث نفس الامر میں صحیح ہوتی ہے اور وُہ وُضع کرنے والا جس سے اس حدیث میں صِدق بیان کیا گیا اُس نے اسے خود وُضع نہیں کیا اور محدّث اُس شخص کے ثِقہ نہ ہونے کی بنا پر اُس کے قول سے نقل کرنے میں اُس حدیث کو رَدّ کر دیتا ہے جب کہ وہ وُضع کرنے والا اِس کے ساتھ منفرد ہو، یا حدیث کا مَدار اُسی پر رکھا گیا ہو۔

اور جب اِس حدیث میں ثِقہ راوی کی شرکت ہو گی جس نے اُس کے ساتھ اُس حدیث کو سُنا ہو۔ اُس حدیث کو اِس ثِقہ کے طریق سے قبول کر لیا جاتا ہے۔

یہ ولی اُس رُوح سے سُنتا ہے جو اُس پر حقیقتِ محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اِلقاء کرتا ہے جیساکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کی حدیث کو سُنا جس کی اسلام و ایمان اور احسان کے بارے میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام تصدیق کرتے تھے۔ اور جب ولی القاء کرنے والے رُوح سے سُنتا ہے تو وُہ اس میں اُس صحابی کی مثل ہے جو تابعی کے بالعکس رسُول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے مُنہ مبارک سے اُس علم کے ساتھ سُنتا ہے جس میں شک نہیں. کیونکہ وہ اُسے ظن کے غلبہ کے طریق پر صدق میں موثر ارتفاعِ تہمت کے لئے قبول کر لیتا ہے اور اپنے رواۃ کے طریق سے کوئی حدیث صحیح ہوتی ہے اور وہ حدیث اس منظہر کا معائنہ کرنے والے مکاشفہ کو حاصل ہوتی ہے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے؟ تو آپ انکار کر دیتے ہیں اور اُسے فرماتے ہیں کہ میں نے یہ نہیں کہا اور نہ اس کے ساتھ حکم دیا ہے. پس وہ صاحبِ مکاشفہ اپنے رب کی دلیل سے اس حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دیتا ہے. اگرچہ اہلِ نقل اُس کے طریق کی صحت کی بنا پر اُس پر عمل کرتے ہیں اور وہ نفس الامر میں ایسے نہیں ہوتی اور اس کی مثل امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم کے صدر میں بیان کیا ہے. کبھی کبھی یہ صاحبِ مکاشفہ اس حدیث کے وضع کرنے والے کو جان لیتا ہے کہ وہ ان کے گمان میں صحیح حدیث ہوتی ہے اُس صاحبِ مکاشفہ کو یا تو حدیث وضع کرنے والے کا نام بتا دیا جاتا ہے یا اُس کے لئے اُس شخص کی صورت کھڑی کر دی جاتی ہے۔

اولیاءِ کرام کا علم

تو یہ لوگ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام ہیں۔ اور وہ ہرگز ایک شریعت کے ساتھ منفرد نہیں ہوتے اور نہ اُن کے لئے اس کے ساتھ خطاب ہوتا ہے مگر اس تعریف کے ساتھ کہ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہے یا وہ حضرتِ تمثّل ہیں اس حکم کے ساتھ اُس کو اپنی ذات سے خارج اور داخل دیکھتا ہے جس پر منزل ہے. سونے والے کے حق میں اس سے بشارتوں کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے. علاوہ ازیں ولی کا نبی کے ساتھ ادراک

میں اشتراک ہوتا ہے جس کا ادراک نیند اور بیداری کے حال میں برابر کرتا ہے۔
اور بے شک ہمارے اہلِ طریق اولیاء کے لئے یہ مقام ثابت ہے اور یہ فعل ہمت کے ساتھ ہے۔ اور یہ غیر اللہ مخلوقوں کے متعلم کے بغیر علم ہے اور یہ علم حضرت خضر علیہ السلام کا علم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس شریعت کے ساتھ جس کے ساتھ اِتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر وسائط اٹھانے کے ساتھ ہے علم دیا ہے یعنی "فقہا اور علمائے رسوم" اور یہ علم لدنی ہے اور اس اُمت کے انبیاء و اولیاء سے نبی کا وارث نہیں ہوگا۔ مگر اس حالتِ خاص پر جس کا مشاہدہ مُلک حقیقتِ رسول پر القاء کے وقت کرتا ہے۔ پس اس پر غور کریں

بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے

یہ وہ لوگ ہیں جو انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں اور بصیرت پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف دعائیں تمام جماعت مساوی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ فرمائیں۔

اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ   یوسف آیت ۱۰۸

میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے قدموں پر چلیں وہ بصیرت پر ہے

اور وہ اس مقام کے اہل ہیں پس وہ اس اُمت میں بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں۔ اس مرتبہ پر جو باوجود نبی ہونے کے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی اتباع کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت

ہارون علیہ السلام کی نبوت کی گواہی دی ہے اور اس کے ساتھ قرآن مجید میں صراحت کی ہے۔ پس یہ لوگ اُس شریعت صحیحہ کی حفاظت کرتے ہیں جس میں اِن کے نفسوں پر شک نہیں اور اس اُمت پر جس سے وہ اتباع کرتے ہیں۔ یہ لوگ شریعت کو لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس کے باوجود فقہاء اُن کے حق میں یہ اَمر تسلیم نہیں کرتے اور اُنہیں بھی ضروری نہیں کہ اپنی سچائی پر دلیل قائم کریں۔ بلکہ اُن پر واجب ہے کہ اپنے مقام کو چھپائیں اور اُن کے عِلم کے ساتھ جو چیز اُن کے نزدیک ثابت ہے۔ علمائے رسوم پر رَدّ نہ کریں۔ باوجود اس کے کہ وہ نفس الامر میں خطا ہے۔

اُن کا حکم اُس مجتہد کے حکم کی طرح ہے جس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اُس مسئلہ میں بغیر اُس دلیل کے حکم کرے۔ جس کی طرف اُس کا اجتہاد گیا ہے اور اُسے اُس کی دلیل عطا ہوئی ہو اور نہ ہی اُس کے لئے یہ مناسب ہے کہ اپنے حکم میں اپنے مخالف کو غلطی پر سمجھے کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس حکم میں اُس کا یہی حق مقرر کیا ہے۔ پس ادب کا اِقتضاء یہ ہے کہ شارعؑ کے مقرر کردہ حُکم کو غلط نہ کہا جائے اور اُس کا کشف اور اُس کی دلیل اس پر اس حُکم کی اتباع کا حکم دیتی ہے جو اُس کے لئے ظاہر ہو اور اُس کی شہادت دیتی ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حدیث میں آیا ہے کہ اس اُمت کے علماء بمنزلہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے ہیں یعنی جس منزلت کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے انبیاء اپنے رسولوں کی شریعت کا تحفظ کرتے تھے اور اِن میں اُس کے ساتھ حکم قائم رکھتے۔ ایسے ہی اس اُمت کے عُلماء اور امام حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے احکام کی لوگوں پر حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ علماء صحابہ اور تبع تابعین سے جو اس مرتبہ سے تھے جیسا کہ امام ثوری، امام ابنِ علیسیہ امام ابن سیرین، امام حسن، امام

مالک، امام ابن ابی رباح اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جو ان سے نیچے تھے۔ جیسا کہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جو کوئی حفظِ احکام میں ان کی طرف جاری کرنے والا تھا۔

اسرارِ علوم کے محافظ

دُوسرا طائفہ:۔ اس اُمّت کے عُلماء سے وہ لوگ ہیں جن پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے احوال اور اسرارِ علُوم کی حفاظت کرنا ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ، حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم،

اور تابعین سے جیسا کہ حضرت حسن بصری، حضرت مالک بن دینار، حضرت بنان حمال، حضرت ایوّب سختیانی اور جو اُن کے زمانہ میں اِن کی منزلت والے تھے۔ جیسا کہ شبان راعی، فرج اسود، معمر، فضیل بن عیاض اور ذوالنّون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اور جو ان سے نیچے ہیں جیسا کہ حضرت جُنید بغدادی اور حضرت امام تستری اور جو کوئی اِن سادات کے قائم مقام حفظِ حالِ نبوی، علم الدنّی اور سرِّ الٰہی میں تھا۔

پس حکم کی حفاظت کرنے والے اسرارِ کرسی میں دو قدموں کے پاس موقوف ہیں کیونکہ اُن کے لئے حالِ نبوی نہیں ہوگا جو اُنہیں سرِّ الٰہی عطا کرتا، اور نہ علم الدُنّی تھا اور حالِ نبوی کے حفّاظ اور عُلماء علم الدُنّی اور حفّاظ حکم وغیرھم کے اسرارِ عرش اور عماء کے نزدیک موقوف ہیں اور موقوف نہیں بھی ہیں اور اِن میں سے وہ ہے جس کے لئے کوئی مقام ہے اور اِن میں سے وہ ہے جس کے لئے کوئی مقام نہیں اور یہ مقام اُس کے لئے ہے جس کے ساتھ تمیز ہوتی ہے کیونکہ اصحابِ علامات

کے درمیان ایسی علامت کو ترک کرنا ہے جو اُس پر تقیید کے ساتھ غیر محکوم محقق ہے اور یہ روشن علامتیں ہیں اور یہ اُسی کے لئے ہوگا جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارثوں میں صاحبِ تمکین کامل ہے۔

پہلی اُمتوں کے اقطاب

رہے اِس اُمت کے علاوہ اُمتوں کے مکمل اقطاب کے بارے میں جو ہمارے زمانہ سے پہلے ہو چکے ہیں تو میرے لئے اُس جماعت کے نام عربی زبان میں ذکر کئے گئے۔ جب میں نے اُن کا مشاہدہ کیا اور اُنہیں دیکھا تو وہ حضرت برزخیہ میں تھے اور میں قرطبہ کے ایک شہر مشہدِ اقدس میں تھا۔ پس اُن کے نام یہ ہیں۔

المفرق، مداوی الکلوم، لبقاء، مرتفع، شفاء، ماحق، عاقب، منحور، شجر الماء، عُنصرِ حیات، شرید، راجح، صانع، طیار، سالم، خلیفہ، مقسوم، حیؔ، رامی، واسع بحر، ملصق، ہادی، مصلح اور باقی، تو یہ وہ مکمل لوگ ہیں جن کے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک ہمیں نام بتائے گئے۔
رہا! واحد و یکتا قطب، تو وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوحِ مُبارک ہے اور وہ تمام انبیاء و رُسل سلام اللہ علیہم کی مددگار رہی۔
اقطاب نشاۃِ انسانی کے وقت سے لے کر قیامت کے دن تک رہیں گے۔
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کب سے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا۔ میں اُس وقت نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھا۔

مداوی الکلوم

مداوی الکلوم کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہوا کی جراحتوں کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے

والا ہے اور دُنیا و شیطان اور نفس کو ہر لسانِ نبوی یا رسالی یا لِسان ولایت کو جاننے والا ہے اور اُس کی نظر اپنے جسم کی ولادت کے مقام مکہ معظمہ اور شام کی طرف تھی۔ پھر اس وقت اُس نے اپنی نظر کو اُس زمین کی طرف پھیرا ہے جس میں بہت زیادہ گرمی اور خشکی ہے۔ اور اُس کی طرف کوئی بنی آدم اپنے جسم کے ساتھ نہیں پہنچ سکتا۔ اور بعض لوگوں نے اُسے مکہ معظمہ سے اپنے مکان میں بغیر منتقل ہونے کے دیکھا کہ اُس کے لئے زمین لپیٹ دی گئی تو اُسے دیکھ لیا گیا۔ ہم نے اُس سے بڑے بڑے مختلف علوم کے مآخذ اخذ کئے ہیں۔ اور اس لئے عالم میں رُوحِ محمدیؐ کے مظاہر ہیں۔ اُس کا کامل ترین مظہر قطبِ زمان ہیں اور افراد ہیں اور ولایتِ محمدی کے ختم ہیں ہے اور ختمِ ولایتِ عامہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ اپنے مسکن کے ساتھ تعبیر ہوتے ہیں۔

اس باب کے بعد انشاء اللہ العزیز عنقریب اُن کا ذکر آئے گا کہ مداوی الکلوم ہونے کی بنا پر اُس کے لئے اسرار سے کیا ہے۔ اور جو علوم اُس سے منتشر ہوئے ہیں وہ کون سے ہیں۔ مداوی الکلوم کے حال کے ظہور کے بعد پھر یہ راز ایک دوسرے شخص میں ظاہر ہوا جس کا نام مستسلم للقضا و قدر ہے یعنی قضا و قدر کو تسلیم کرنے والا۔

پھر مظہر حق کی طرف اس سے حکم منتقل ہوا۔ پھر مظہرِ حق سے ہائج کی طرف منتقل ہوا۔ پھر ہائج سے اُس شخص کی طرف منتقل ہوا جس کا نام واضع الحکم ہے۔ اُس کے متعلق گمان ہے کہ وہ حضرت لقمان علیہ السلام ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ اور مجھے اس پر یقین نہیں کہ وہ حضرت لقمان علیہ السلام ہی ہوں گے۔

پھر واضع الحکم سے کاسب کی طرف منتقل ہوا۔ پھر کاسب سے جامع الحکم

کی طرف منتقل ہُوا۔ اور مَیں نہیں جانتا کہ یہ اَمر اِن کے بعد کس کی طرف منتقل ہُوا۔ جب اِن اسماء کو جان لُوں گا۔ کہ وہ کِن علوُم سے مختص ہیں تو اِس کتاب میں اِس کا ذکر کروں گا۔ اور انشاء اللہ العزیز اِن میں سے ہر ایک کے مسئلے کا ذکر کروں گا۔ اور یہ مضمون میری زبان پر جاری ہے۔ پس مَیں نہیں جانتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میرے ساتھ کیا سلوک فرمائے گا اور اِس باب سے اِسی قدر کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

اَلحَمدُ لِلّٰہ تیرھویں جُز اور چودھویں باب کا ترجمہ اختتام پذیر ہُوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

پندرھواں باب

انفاس اور اُن کے محققین اقطاب کی معرفت اور اُن کے اسرار کا بیان

عالم الانفاس من نفسی وهم الاعلون فی القدس
مصطفاهم سید لسن وحیہ یاتیہ فی الجرس
قلت للبواب حین رای ما قاسیہ من الحرس
قال ما تبغیہ یا ولدی قلت قرب السید الندس
من شفیعی للامام عسی خطرۃ منہ لمختلس
قال ما یعطی عوارفہ لغنی غیر مبتئس

میرے نفس سے انفاس کے عالم ہیں۔ وُہ قدس میں بلندیوں والے ہیں۔
اُن کا برگزیدہ زبان کا سردار ہے۔ اُسے گھنٹی کی آواز میں وحی آتی تھی۔
جب دربان نے مجھے دیکھا تو میں نے اُسے اُس کے نگران سے پہنچنے والی تکلیف کے بارے میں بتایا۔
اُس نے کہا۔ اے میرے بیٹے تجھے کیا چاہیئے؟ میں نے کہا اہلِ دانش کے سردار کی قربت۔
میں اپنے شفیع کی امامت چاہتا ہوں۔ شاید مجھے مختلس سے خطرہ درپیش آئے۔ کہا! اُس کے معارت غنی اور مایوس شدہ کو نہیں عطا ہوتے۔

حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے۔

عربی

ان نفس الرحمن یاتینی قبل الیمن

بے شک مجھے یمن کی سمت سے رحمٰن کی ہَوا آتی ہے۔

صاحبِ راز قطب و امام

بعض نے کہا انصار اللہ تبارک وتعالیٰ کا نفس ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے ساتھ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کفّار ومشرکین کی تکلیفوں کو دُور کیا۔ انفاس قربِ الٰہی کی ہوائیں ہیں۔ پس جب مشامِ عارفین اِن ہواؤں کی خوشبو کو پہچان لیتے ہیں تو اس مقام میں ثابت قدمی کے تحقق کی طلب کی طرف اُن سے وافر خواہشات ہوتی ہیں۔ اُنہیں اِس مقامِ اقدس کے طے کرتے اور نفحاتِ کرم کے لئے ہمتوں اور تعرّض کے ساتھ بحث کے بعد اسرار وعلوم سے اُنفس کی پہچان سے اِن انفاس کے ساتھ جو کچھ آتا ہے اُس کی خبر دی جاتی ہے۔ یہ لوگ اُس شخصِ الٰہی کو پہچان لیتے ہیں جس کے پاس وہ راز ہوتا ہے جس کے وہ طلب گار ہیں اور وہ علم جسے وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اُس سے حق قائم ہوتا ہے وہ ان میں قُطب ہوتا ہے جس پر اُن کا فلک دَورہ کرتا ہے اور امام ہوتا ہے جس کے ساتھ اُن کا مُلک قائم ہوتا ہے۔ اُسے مدادی الکلوم کہا جاتا ہے۔ اس سے اُن میں وہ علم، حکمتیں اور اسرار منتشر ہوتے ہیں، جن کا حصر کتاب نہیں کرسکتی اور پہلا راز جس پر اُس کو مُطلع کیا گیا ہے پہلا زمانہ ہے جس سے زمانے پیدا ہوئے اور پہلا فعل ہے جسے وہ فعل عطا کیا گیا جو آسمانِ کیوان ہے اور ساتوں آسمانوں کی رُوحانیت کا تقاضا کرتا ہے۔

سونے کی تلاش کیوں

یہ صاحبِ راز تدبیر سے لوہے کو چاندی اور خاصیت کے ساتھ لوہے کو سونا بنا دیتا ہے اور یہ عجیب راز ہے کہ وہ مال پر رغبت کی بجائے حُسنِ مآل میں رغبت طلب کرتا ہے تاکہ اس سے مرتبۂ کمال پر واقفیت حاصل کرے اور وہ تکوین میں اکتساب کرتا ہے کیونکہ پہلا مرتبہ بخاراتِ معدنیات سے حرکاتِ فلکیہ اور حرارتِ طبعیہ کے ساتھ پارہ اور گندھک ہیں اور معدن یعنی کان میں پیدا ہونے والی ہر چیز اپنی اُس غایت کو طلب کرتی ہے جو اُس کا کمال ہے اور وہ سونا ہے لیکن معدن میں اُس پر علل و امراض طاری ہو جاتے ہیں جو زیادہ خشکی یا تری یا گرمی اور سردی کی بنا پر ہوتے ہیں اور اُسے اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں۔ چنانچہ سونے میں یہ مرض اثر کر جاتا ہے جو لوہے یا تانبے یا قلعی وغیرہ معدنیات کی صورت میں موسوم ہوتا ہے۔ پس اس حکیم کو عقاقیر و ادویاتِ مزیل کی معرفت عطا ہوتی ہے جس کے استعمال سے معدنیات کے درجۂ کمال کے طالب کی شخصیت پر طاری ہونے والی اس علت کو دور کرے اور معدنیات کا درجۂ کمال سونا ہے۔ پس علتوں کو زائل کیا گیا تو سونا درست ہو کر چلا اور درجۂ کمال سے ملحق ہو گیا۔

لیکن وہ درست قوتِ کمالیت میں قوی نہیں ہوتی جس کے جسم میں مرض داخل ہوا اور وہ جسم جس میں مرض داخل ہو اُس کا کدورت سے پاک اور خالص خلوص تک پہنچنا بعید ہے اور یہی اصلی خالص ہے جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت آدم اور حضرت یحییٰ علیہما السلام ہیں اور غرض عبودیت میں درجۂ کمالِ انسانی ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان

کو احسن تقویم پر پیدا فرمایا پھر اُسے اسفل السافلین میں لوٹا دیا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کیے۔ صحتِ اصلیہ پر باقی رہے۔ کیونکہ یہ اس کی طبیعت میں ہے جو اغراض کی علتوں اور اغراض کے امراض کا اکتساب کرتا ہے۔ پس اس حکیم نے ارادہ کیا کہ انسان کو احسن تقویم کی طرف لوٹا دے جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُسے پیدا فرمایا تھا۔

کیمیا کا مقصد

پس اس عقل مند شخص کا اس صنعتِ کیمیا کی معرفت کا یہی مقصد تھا۔ اور یہ مقدار و اوزان کی معرفت کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو وہ آدمؑ تھا جو اس نشاۃِ انسانیہ کی اصل ہے اور صورتِ جسمیہ طبعیہ عنصریہ ہے جب کہ اُس کا جسم گرمی، سردی اور رطب و یابس سے مرکّب ہے بلکہ سرد خشک اور سرد تر اور گرم تر اور گرم خشک کا مرکّب ہے اور یہی چاروں خلطیں سَودا، بلغم، خون اور صفرا، ہیں جیسا کہ وہ عالمِ کبیر آگ، ہَوا، پانی اور مٹّی کے جسم میں ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کو طین یعنی کیچڑ سے پیدا فرمایا اور وہ پانی اور مٹّی کا امتزاج ہے۔ پھر اُس میں نفس اور روح کو پھونکا۔ اور یہ پہلی نبوت میں بنی اسرائیل کے ایک نبی پر نازل ہونے والی ایک آسمانی کتاب میں وارد ہُوا۔ اس وقت اُس کی نقل بیان کروں گا۔ کیونکہ اُس کے ذکر کی ضرورت پڑ گئی ہے اور بہت سچی خبریں وہ ہیں۔ جو اللہ تبارک و تعالیٰ سے روایت کی گئی ہوں۔

بیماری کیوں ہوتی ہے

ہم سے قرطبہ کے رہنے والے مسلمہ بن وضاح کی سند سے روایت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء بنی اسرائیل پر نازل ہونے والی ایک کتاب میں ارشاد فرمایا۔ میں نے آدم کو مٹی اور پانی سے پیدا فرمایا اور اس میں نفس اور روح کو پھونکا۔ پھر درست کیا اس کے جسم کو مٹی کی قبولیت سے اور اس کی رطوبت پانی سے ہے اور اس کی حرارت نفس سے ہے اور اس کی برودت روح سے ہے فرمایا! پھر بعد ازاں اس میں یہ دوسری چار انواع مقرر فرمائیں جو ایک دوسری کے بغیر قائم نہیں ہوتیں۔ اور یہ دو پتے، خون اور بلغم ہیں۔ وہ ایک دوسری میں ساکن ہو گئیں تو خشکی نے سوداء کے پتے میں اور حرارت نے صفرا کے پتے میں ٹھکانے بنایا۔ اور رطوبت کا مسکن خون میں اور سردی کا مسکن بلغم میں بنا۔

پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا! جو نسے جسم میں یہ خلطیں معتدل رہیں گی، اس کی صحت کامل ہو گی اور اس کی بنیاد اعتدال پر ہو گی اور اگر ان میں سے کوئی خلط ان پر زیادہ ہو کر غالب آ گئی تو اپنی زیادتی کے مطابق اس جسم کو بیمار کر دے گی اور اگر ان خلطوں کی مقاومت سے ضعف اور کمی کا شکار ہو گی تو ان کے غلبے سے بیماری میں داخل ہو جائے گا۔ اور اس کا ضعف ان کی مقاومت سے ہے پس طب کا علم یہ ہے کہ کمی میں زیادتی اور زیادتی میں کمی کر کے اعتدال قائم کرے۔

ہم نے اپنے موعظہ حسنہ میں یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے طویل کلام سے بیان کیا ہے پس یہ امام اس نشاۃ طبعی اور عالم علوی کے انوار کواکب

میں آثارِ موّدعہ اور اُن کی سیاحت کے علم کو لوگوں سے زیادہ جانتا تھا۔ اور یہ وہ امر ہے جس کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں میں اور اُن کے جمع ہونے میں اور اُن کے اُترنے اور چڑھنے اور بلندی وپستی میں وحی فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واوحی فی کل سماء امرھا

اور اُس کے امر کی ہر آسمان میں وحی فرمائی

اور زمین کے متعلق ارشاد فرمایا؛

وقدر فیھا اقواتھا

اور اُس میں اُس کے مکینوں کی روزیاں مقرر کیں

وہ مُردوں کو زندہ کرتا تھا

ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ شخص علوم واحوال میں صاحبِ وسعت اور راسخ القدم تھا لیکن ذوق حال کے باب سے اُس کی قوتِ نظر ساتویں آسمان سے آگے نہیں بڑھی لیکن جو کچھ فلک کوکب واطلس میں ہے وہ اُسے کشف و اطلاع سے حاصل ہو گیا تھا اور اُس کے گمان میں تبدیلی اعیان غالب تھی۔ اور ہمارے نزدیک اعیان تبدیل نہیں ہوتے اور یہ شخص اپنی رُوحانیت کے ساتھ بحیثیت اپنی رُصد وفکر کے اپنے مقابل کے ساتھ اُس کے درجہ ودقائق میں تسبیح پڑھنا کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔

اُس کے پاس مُردوں کو زندہ کرنے کے عجیب اسرار تھے اور اللہ

تبارک وتعالیٰ نے اُسے یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ جس خشک مقام پر جاتا اللہ تبارک وتعالیٰ اُس میں شادابی اور برکت پیدا فرما دیتا۔ جیسا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خضر علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپؐ سے حضرت خضر کے نام کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا! وہ جس خشک گھاس پر بیٹھتے وُہ آپ کے نیچے سے سرسبز ہو جاتی۔

صاحبِ مقام شاگرد

اِس امام کا ایک شاگرد معرفتِ ذاتیہ اور علمِ توت میں بڑا دخل رکھتا تھا اور اِس کے بیان کرنے پر اپنے ساتھیوں پر مہربانی کرتا اور اپنے ساتھیوں کو خوف کی وجہ سے عام لوگوں سے چھپائے رکھتا تھا۔ اِس لئے اُس کا نام مداوی الکلوم ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام، حضرت یوسف علیہ السّلام کو اُن کے بھائیوں کے ڈر کی وجہ سے روکے رکھتے تھے۔

وہ اپنے ساتھیوں کو علمِ تدبیر اور اس جیسے علوم میں مشغول رکھتے تھے جن میں اِس فن سے مشاکلت تھی جیسا کہ جسموں میں رُوحوں کی ترکیب، جسموں کا تحلیل وتالیف ہونا، جسم سے صورت کا نکالنا اور اُس پر صورت نکالنا، تاکہ اِس سے اللہ تعالیٰ علیم وحکیم کی صنعت سے واقفیت ہو جائے۔ علمِ عالم اِسی قطب سے نکلا ہے اور وہ ایک بڑا انسان ہے اور انسان جرم میں معنی کی مشابہت میں اُس کا مختصر ہے۔

اُس رُوح نے مجھے خبر دی ہے جس سے میں نے یہ کتاب اَخذ کی اور اپنی سپردگی میں لی ہے کہ اُس نے ایک روز اپنے ساتھیوں کو شراب خانہ

میں جمع کیا اور اُن میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اُس پر ہیبت طاری تھی۔ پس کہا میں اِس مقام میں جو بات رمز میں کروں اُسے سمجھ لیں اور اُس میں فکر کریں اور اُس کے خزانے کو نکالیں اور جس عالم میں اُس کا زمانہ تھا وہ وسیع ہو گیا اور میں تمہارے لئے نصیحت کرنے والا ہوں۔ ہر جاتا گیا پھیلتا ہے۔ ہر علم کے لئے مخصوص لوگ ہیں۔ نہ انفراد کے لئے ممکن ہے اور نہ وقت کے لئے گنجائش ہے۔ لازم ہے کہ جمع میں مختلف فطرتیں اور غیر مُلفتت اذہان ہوں، ہر جماعت کا مقصود ایک ہے میرے کلام کا قصد کرنے والے کے ہاتھ میں میری رمز کی کنجی ہے۔ ہر مقام کے لئے مقال، ہر علم کے لئے رجال اور ہر وارد کے لئے حال ہے۔ پس غور کریں۔ یعنی جو میں کہتا ہوں اُسے سُن کر یاد رکھیں۔

مجھے نورُ النور کی قسم ہے اور میں رُوحِ حیات اور حیاتِ رُوح کی قسم کھاتا ہوں جہاں سے میں آیا ہوں، تم سے لوٹنے والا ہوں۔ اُس اصل کی طرف رجوع کر رہا ہوں جہاں سے میں نے وجود پایا، اِس ظلمت میں ٹھہرے ہوئے مجھے طویل عرصہ ہو گیا ہے اور اِس ظلمت کے ترادف سے میرا نفس تنگی محسوس کرتا ہے اور میں نے تمہاری طرف سے رحلت کی اجازت حاصل کر لی ہے میں رحلت کرنے والا ہوں۔ پس آپ لوگ میرے کلام پر ثابت قدم رہیں۔ جو میں کہتا ہوں۔ اتنے سال گزر جانے کے بعد آپ جان لیں گے۔ پس آپ نہ ہٹیں یہاں تک کہ اِس مدت کے بعد میں تمہارے پاس آجاؤں اور اگر آپ ہٹ جائیں، تو دوبارہ اس مجلس کی طرف آنے میں جلدی کریں۔ اگرچہ اِس کا معنیٰ لطیف ہے اور اِس کا معنیٰ حرف پر غالب ہے۔ پس حقیقت حقیقت ہے اور طریقت طریقت ہے۔

دُودھ اور عمارت میں جنّت اور دُنیا کا اشتراک ہے۔ اگرچہ ایک مٹی اور بھوسہ سے بنی ہے اور دُوسری جواہرات اور سونے چاندی سے بنی ہے۔ یہ اُس

کی اپنے بیٹوں کے لئے وصیت تھی۔ اس مسئلہ کی رمز بہت بڑی ہے اور وہ چلی گئی جس نے اِسے جان لیا اُسے استراحت حاصل ہوئی۔

قاضیٔ قرطبہ سے ملاقات

مَیں ایک روز قرطبہ کے قاضی ابی ولید بن رشد کے ہاں گیا۔ وہ مجھ سے اُس وقت سے ملاقات کی رغبت رکھتا تھا جب اُس نے سُنا اور اُس تک وہ امر پہنچا جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری خلوت میں مجھ پر کھولا تھا اور وہ میرے متعلق یہ باتیں سُن کر اظہارِ تعجب کرتا تھا۔ پس میرے والد صاحب نے ایک ضرورت کے لئے مجھے اُن کے پاس بھیجا اور مقصد یہ تھا کہ وہ مجھ سے ملیں۔ کیونکہ وہ اُن کے دوستوں سے تھے اور مجھے اُس وقت داڑھی مُونچھ نہ آئی تھی۔

جب مَیں اُن کی خدمت میں حاضر ہُوا تو وہ محبّت و تعظیم سے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور مجھ سے معانقہ کیا اور مجھے کہا! ہاں، مَیں نے کہا! ہاں تو وہ زیادہ خوش ہوئے، مَیں نے اُن کی ہاں کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ پھر اُن کی خوشی کا باعث پُوچھتے ہوئے مَیں نے کہا! نہیں۔ پس اُنہیں انقباض لاحق ہو گیا اور اُن کا رنگ متغیّر ہو گیا۔ اُن کے نزدیک کوئی اَمر واقع ہو چکا تھا اور اُنہوں نے مجھے کہا۔ تم نے کشف اور فیضِ الٰہی میں یہ اَمر کیسا پایا؟ کیا یہ وُہی ہے جو ہمیں نظر عطا کرتی ہے؟ مَیں نے اُنہیں کہا! ہاں! نہیں اور ہاں اور نہیں کے درمیان اَرواح اپنے موّاد سے اور گردنیں اپنے اجسام سے پرواز کر جاتی ہیں۔ اُن کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ دِل گرفتہ ہو کر بیٹھ گئے اور آپ جان گئے جس کی طرف مَیں نے اشارا کیا اور وہ اِس مسئلہ کی عَین ہے جس کا ذکر اِس قُطبِ امام یعنی مداوی الکلوم نے کیا ہے۔ بعد ازاں میرے والد صاحب سے اُنہوں نے

ہمارے ساتھ ملاقات طلب کی تاکہ جو اُن کے پاس ہے ہم پر پیش کریں کہ کیا وہ موافق ہے یا مخالف؟ کیونکہ وہ ارباب فکر و نظر عقلی میں سے تھے تو اُنہوں نے اس بات پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ وہ اس زمانے میں ہیں جس میں اُنہوں نے اپنی خلوت میں جاہل کو داخل ہوتے اور بغیر درس و بحث اور مطالعہ و پڑھائی کے اِس خروج کی مثل نکلتے دیکھا اور کہا! ہم نے اس حالت کا اثبات کیا ہے اور اِس کے ارباب کو نہیں دیکھا تھا۔ اَلحمدُللہ کہ ہم اُس زمانے میں ہیں جس میں اِن بند دروازوں کو کھولنے والے ارباب میں سے ایک کو دیکھ رہے ہیں۔ خُدا کا شکر ہے جس نے مجھے اِس رویّت سے مخصوص فرمایا۔

پھر مَیں نے دُوسری بار اُن سے ملاقات کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ ایک واقعہ میں میرے لئے اُنہیں یُوں قائم کیا کہ میرے اور اُن کے درمیان باریک پردہ تھا۔ جس میں سے مَیں اُن کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور نہ ہی اُنہیں میرے مکان کا علم تھا۔ وہ مجھے جاننے بغیر اپنی ذات کے ساتھ مشغول تھے۔ مَیں نے کہا! وہ اُس مُراد پر نہیں جس پر ہم ہیں۔ بعد ازاں ہماری اُن سے ملاقات نہیں ہو سکی یہاں تک کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی وفات ۵۹۵ھ میں مراکش شہر میں ہوئی۔ جہاں سے اُنہیں قرطبہ منتقل کیا گیا، جب اُن کا تابوت جس میں اُن کا جسم تھا سواری پر رکھا گیا تو اُس کے وزن کو برابر کرنے کے لئے دوسری طرف ان کی تالیفات کو رکھ دیا گیا۔ میّت کی روانگی کے وقت مَیں کھڑا تھا اور میرے ساتھ ادیب ابُوالحسین، محمد بن جبیر کاتب، سید ابی سعید اور میرے ساتھی ابوالحکم عمر بن سراج ناسخ موجود تھے۔ اَبُوالحکم ہماری طرف متوجہ ہُوا اور کہا۔ کیا آپ نے اُس شخص کی طرف دیکھا جو اپنی سواری میں امام ابن رُشد کے برابر ہے۔ یہ امام ہے اور اُس کی کتابیں اُس

کے اعمال ہیں۔
ابن جبیر نے اُسے کہا! اے بیٹے ہاں! نہیں دیکھا تاکہ تجھے خاموش کرتا۔
پس میں نے اس وعظ و تذکیر کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اُن سب پر
پر رحم فرمائے۔ میرے سوا اُس جماعت سے کوئی شخص باقی نہیں۔ اور ہم نے
اِس میں کہا۔

هٰذا الامام وهٰذه اعماله

ياليت شعري هل اتت اماله

یہ امام اور یہ اُس کے اعمال تھے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اُس کا آمال
کیا ہوا۔

فلک کا دورہ خلا کو پُر کرتا ہے

یہ قطب مداوی الکلوم حرکتِ فلک کے راز کو ظاہر کرنے والا ہے۔ اللہ
تبارک و تعالیٰ نے اُسے جس شکل پر پیدا فرمایا ہے۔ اگر وہ اس کے علاوہ شکل
پر ہوتا تو صحیح نہیں کہ وجود میں کوئی چیز پیدا ہو جو اُس کے حیطہ کے اندر ہے۔
اس میں حکمتِ الٰہیہ کو ظاہر کیا گیا ہے تاکہ اہلِ بصیرت اشیاء میں اللہ تعالیٰ
کے علم کو دیکھیں اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ نہیں کوئی معبود مگر وہ جاننے
والا اور حکمت والا اور معرفتِ ذات و صفات میں ایک علم ہے جس کی طرف
اس قطب نے اشارہ کیا ہے۔ پس اگر بغیر دائرہ کے فلک حرکت کرتا تو اُس
کی حرکت کے ساتھ خلاء نہ بھرتا۔ اور خلاء میں بہت سے کنارے باقی رہ جاتے
اور اِس حرکت سے تمام اَمر کی تقویم نہ ہوتی اور حرکت کے ساتھ ان کناروں
کے معمور ہونے سے جس قدر کمی ہوتی اُسی قدر نقص ہوتا۔ اور یہ اللہ تبارک و

تعالیٰ کی مشیت اور اسباب پیدا کرنے میں حکمت جاریہ ہے۔

محیط کا تقرّب

اِس قطب نے خبر دی ہے کہ عالم اُن کے مرتبوں اور افلاک کے چھوٹے بڑے ہونے پر محیط اور نقطہ کے درمیان موجود ہے جو کہ محیط کے زیادہ قریب ہے اور جو اُس کے جوف میں ہے اس سے زیادہ وسیع ہے۔ اُس کا دن بہت بڑا اور اُس کا مکان زیادہ فسیح اور اُس کی زبان زیادہ فصیح ہے اور یہ تحقّق کی طرف قوّت اور صفائی کے زیادہ قریب ہے اور جو عناصر کی طرف انحطاط پذیر ہوتا ہے۔ وہ اس درجہ سے کُرۂ ارض کی طرف اُتر آتا ہے اور ہر محیط میں ہر جُزء، اپنے مافوق ماتحت کے سامنے اپنی ذات کے ساتھ ہے اور ایک چیز دوسری پر زائد نہیں ہوتی۔ اگرچہ ایک وسیع اور دُوسری تنگ ہو۔

آخرت کی خواہشات جائز ہیں

یہ اَمر بڑے کو چھوٹے پر اور وسیع کو تنگ پر وارد کرنے سے ہے۔ بغیر اس کے کہ تنگ کو وسعت دی جائے یا وسیع کو تنگ کر دیا جائے اور سب اپنی ذوات کے ساتھ نقطہ کی طرف دیکھتے ہیں اور نقطہ باوجود اپنے چھوٹے ہونے کے اپنی ذات کے ساتھ محیط کی ہر جُز کو دیکھتا ہے۔ پس مختصر محیط ہے اور اُس سے مختصر نقطہ ہے اور اُس کا بالعکس بھی ہے۔ پس دیکھیں جب عناصر کی طرف انحطاط پذیر ہو کر یہ اَمر زمین کی طرف مُنتہی ہُوا تو پانی کی طرح دانوں اور زیتون میں اُس کی مَیل کی زیادتی ہو گئی۔ اور ہر وہ مائع جو برتن میں ہوتا ہے۔ اُس کا مَیل اُس کے نیچے چلا جاتا ہے اور مُصفّیٰ اُس کے اُوپر آجاتا ہے اور اس میں معنی یہ ہیں

کہ جو اَمرِ عالمِ طبیعت پاتا ہے وہ شہوانی کدورتوں، شبہات شرعیہ کے ساتھ علوم و تجلیات کے انوار کے ادراک سے مانع حجاب ہے۔ اور زبان، نظر، سماعت، کھلنے پینے لباس، مرکب و نکاح میں عدمِ فتویٰ سے ہے اور شہوانی کدورتوں پر شیفتہ ہونے اور اس میں استفراغ کے ساتھ ہے۔ اگرچہ وہ حلال ہوں اور آخرت میں خواہشات و شہوات سے منع نہیں کیا گیا اور وہ تجلّی کے باعث شہواتِ دُنیوی سے بہت بڑی ہوں گی۔ کیونکہ وہاں بصارتوں پر تجلّی ہوگی اور بصارتیں شہوات کا محل نہیں جب کہ یہاں دُنیا میں ظاہر کے علاوہ بصائر و بواطن پر تجلّی ہے اور بواطن محلِ شہوات ہیں۔ اور تجلّی اور شہوت ایک محل میں جمع نہیں ہوتے۔ اسی لئے عارفین و زُہاد اس دُنیا میں شہوانی لذّات اور حطامِ دُنیوی کمانے سے بچتے ہیں اور پرہیز کرتے ہیں اور یہ وہ امام ہے جس نے اپنے ساتھیوں کو یہ بات سکھائی۔

ابدال سات ہیں

پھر سات رجال ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعے ہفت اقلیم کی حفاظت کرتا ہے۔ ہر بدل کے لئے ایک اقلیم ہے اور اُنہی کی طرف رُوحانیّت کے ساتوں آسمان دیکھتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر شخص کی قوّت اُن انبیاء کی رُوحانیّت سے ہے جو ان آسمانوں میں مکین ہیں۔ اور وہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام ہیں جن سے حضرت مُوسیٰ علیہ السلام ملے ہوئے ہیں۔ اُن سے حضرت ہارون علیہ السّلام ملے ہوئے ہیں اُن سے حضرت ادریس علیہ السّلام اُن کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السّلام اُن کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور اُن کے ساتھ حضرت آدم علیہ السّلام ملے ہوتے ہیں جب کہ حضرت یحییٰ علیہ السّلام، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السّلام کے درمیان آتے جاتے ہیں۔

اِن ساتوں اَبدالوں کے دِلوں پر اِن انبیاء علیہم السّلام کے حقائق کا نزول ہوتا ہے. اور یہ ساتوں کواکب اُن کی طرف دیکھتے ہیں اُس چیز کے ساتھ جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِن ساتوں، آسمانوں کی حرکت میں اسرار و علوم اور آثارِ علویہ و سفلیہ سے اُن کے سپُرد کی ہے. اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واوحی فی کل سماء امرھا (ادریس کل آسمان میں ۱۲۸۷)

اور اُس کا اَمر ہر آسمان میں وحی کیا گیا ہے۔

اَبدال کے علوم واقالیم

پس اُن کے لئے اُن کے دلوں میں ہر ساعت میں اور ہر دن میں اُس کے مطابق ہوتا ہے جو اُسے اِس ساعت کا صاحب اور اِس دن کا سلطان عطا کرتا ہے. ہر علمی اَمر جو اتوار کے دن ہوتا ہے وہ حضرت ادریس علیہ السّلام کے مادہ سے ہوتا ہے اور اُس روز عنصر میں جو علوی اثر ہوا اور آگ میں ہوگا وہ صاحبِ آفتاب سے ہوگا اور اِس میں اُس کی نظر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی جاتی ہے اور اِس روز جو اثر پانی اور مٹی کے عنصر میں ہوگا. وہ چوتھے فلک کی حرکت سے ہے اور یہ اُس شخص کا مقام ہے جو ان اقالیم سے چوتھی اقلیم کی حفاظت کرتا ہے، اَبدال میں سے اِس مخصوص شخص کو اس اقلیم کے علوم سے علم اسرارِ رُوحانیات، عِلم نورٌ و ضیاء، علم برق و شعاع اور ہر جسمِ مستنیر کا علم حاصل ہوتا ہے اِس لئے وُہ روشنی اور اُس کے مزاج کو جان لیتا ہے جو اُسے یہ قبولیت عطا کرتا ہے. جیسا کہ حیوانات سے جُگنو اور جیسا کہ نباتات سے انجیر کے درخت کی جڑیں، جیسا کہ جِجر مِہی و یاقوت اور حیوانوں

کے بعض گوشت ہوتے ہیں۔

علاوہ ازیں اُسے معدنیات و نباتات، حیوان و انسان اور فرشتے کے بارے میں علمِ کمال اور حرکت مستقیمہ کا علم ہوتا ہے۔ جہاں بھی وہ حیوانات یا نباتات میں ظاہر ہو اور اُسے علمِ معالم تاسیس و انعکاس انوار اور علمِ خلع ارواح تدبرات حاصل ہوتا ہے اور اُسے مبہم امور کی وضاحت اور دقیق مسائل کی مشکل کے حل کا علم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اُسے نغماتِ فلکیہ و دولابیہ اور اوتاد وغیرہ سے آلاتِ طرب کی آوازوں کا علم اور دونوں کے درمیان اور طبائع حیوانات اور جو اِس سے نباتات کے لئے ہے علمِ مناسبت ہوتا ہے اور اُسے اُس کا علم ہوتا ہے جو اُس کی طرف روحانی معنے اور معطر خوشبوئیں منتہی ہوتی ہیں اور اُسے اُن خوشبوؤں کے مزاج کا علم ہوتا ہے کہ وہ کیوں پھرتی ہیں اور ہوا انہیں کیسے سونگھنے والے اِدراک کی طرف منتقل کرتی ہے۔ اور کیا وہ جوہر ہے یا عرض ہے۔

یہ ہر چیز اُسے پہنچتی ہے اور صاحب اقلیم ہٰذا اُس دن میں اور تمام دنوں میں اِس فلک حرکت کے حکم ساعتوں میں علم رکھتا ہے۔ اور جو اُس میں کواکب کا حکم اور جو اِس میں نبی کی روحانیت سے ہے۔ ایسے ہی جمعہ کا دورہ پورا ہونے تک ہوتا رہتا ہے۔

پیر کے دن کا علمی امر

ہر علمی امر جو پیر کے دن ہوگا۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی روحانیت سے ہے اور ہر اثرِ علوی جو ہوا اور آگ کے عنصر میں ہوتا ہے وہ چاند کی گردش سے ہوتا ہے اور ہر سفلی اثر جو پانی اور مٹی کے عنصر میں ہوتا ہے آسمانِ دنیا کے

فلک کی حرکت سے ہوتا ہے اور اس شخص کے لئے ساتویں اقلیم ہے۔ اس بدل کے لئے فی نفسہٖ علوم سے جو پیر کے دن میں اور ایامِ جمعہ کی ساعتوں سے ہر ساعت میں حاصل ہوتا ہے اُس سے ہے جو اِس فلک کے لئے ہے۔ اِس میں علمِ سعادت و شقاوت اور علمِ اسماء۔ اور جو اُس کے خواص ہیں کا حکم ہوتا ہے۔ اور مدّو جزر اور نفع نقصان کا علم ہوتا ہے۔

منگل کا علمی اَمر

ہر علمی اَمر جو منگل کے روز ہو گا وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی رُوحانیت سے ہے اور ہر علوی اثر جو آگ اور ہوا کے عنصر میں ہوتا ہے وہ رُوحانیتِ احمر سے ہوتا ہے اور ہر سفلی اثر جو پانی اور مٹّی میں ہوتا ہے پانچویں فلک کی حرکت سے ہے اور اس بدل کے لئے اقالیم سے تیسری اقلیم ہے۔ اس دن میں اور دنوں کی ساعتوں میں جو علوم اُسے عطا ہوتے ہیں وہ مُلک کی تدبیر اور سیاست کا علم اور حمیت و حمایت اور لشکروں کی ترتیب و قتال اور جنگی چالوں کا علم ہے، علاوہ ازیں قربانیوں اور ذبحِ حیوان کا علم اور ایامِ قربانی کے اسرار اور تمام مکانوں میں اُس کے سریان کا علم اور ہدایت و گمراہی کا علم اور دلیل سے شُبہ کی تمیز کا علم ہے۔

بُدھ کا علمی اَمر

ہر علمی امر جو بدھ کے روز ہو گا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رُوحانیت سے ہے اور وہ نُور کا دن ہے اور اس طریق میں ہمارے دخول میں اُس کی نظر ہے جس پر ہم اِس روز ہیں اور آگ اور ہوا کے عنصر میں جو اثر ہوتا ہے

وُہ اپنے فلک میں کاتب کی گردش ہے اور ہر سفلی اثر جو پانی اور مٹی کے رُکن میں
ہو گا وہ دوسرے آسمان کے فلک کی حرکت سے ہوتا ہے اور اس دن کے صاحب
بدل کے لئے چھٹی اقلیم ہے اور آیسے اُس روز میں اور دنوں سے اُس کی ساعت
میں جو علوم حاصل ہوتے ہیں اُن میں سے علمِ اوہام والہام ووحی، علمِ قیاسات وآراء
اور رویاء وعبادت، علمِ اختراعِ کاریگری اور عطاردت، علمِ غلط جو عیُنَ الفہم کے
ساتھ متعلق ہے، علمِ تعلیم وکتابت، علمِ آداب وزجر، علمِ کہانت وسحر اور طلسمات و
عزائم ہے۔

جمعرات کا علمی اَمر

ہر علمی اَمر جو جمعرات کے دن میں ہو گا وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی رُوحانیت
سے ہے اور آگ اور ہوا کے رُکن میں ہر علوی اثر مشتری کی گردش سے ہوتا ہے
اور پانی اور مٹی میں ہر سفلی اثر اُس کے فلک کی حرکت سے ہوتا ہے، اس بدل کے
لئے اقلیموں سے دوسری اقلیم ہے اور اِس روز اور دنوں سے اُس کی ساعتوں
میں جو علوم حاصل ہوتے ہیں اُن میں علمِ نباتات ونوامیس، علمِ اسباب خیر اور
مکارمِ اخلاق، علمِ قربات، علمِ قبولِ اعمال اور اُن کے صاحب کی انتہاء کہاں ہے
کا علم ہے۔

جمعہ کا علمی اَمر

ہر علمی اَمر جو جمعۃ المبارک کے روز ہو گا اُس شخص کے لئے ہے جس کے ساتھ
اللہ تبارک وتعالیٰ پانچویں اقلیم کی حفاظت فرماتا ہے پس وہ حضرت یوسف علیہ السّلام
کی رُوحانیت سے ہے اور ہر علوی اثر جو آگ اور ہوا کے رُکن میں ہو گا، زہرہ

ستارے کی نظر سے ہوتا ہے اور ہر سفلی اثر جو پانی اور زمین کے رکن میں ہوگا فلک زہرہ کی حرکت سے ہوتا ہے اور یہ اُس امر سے ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ ہر آسمان میں وحی فرماتا ہے اور یہ آثار وہی امرِ الٰہی ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان نازل ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جو دونوں کے درمیان پیدا ہوتی ہے جو اس سے آسمان کے درمیان اور وہ جو زمین کے درمیان نازل ہوتا ہے آ سے اس نزول سے قبول کرتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ

یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(الطلاق آیت ۲)

یعنی اُس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور اُن کی مثل زمین سے ہے دونوں کے درمیان امر نازل ہوتا ہے تاکہ جان لو بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور قدرت کا تعلق ایجاد کے ساتھ ہے پس ہم نے جان لیا کہ اس تنزّل کا مقصود تکوین یعنی پیدائش ہے۔ اس دن اور دنوں سے اُس کی ساعتوں میں جو علوم آ سے حاصل ہوتے ہیں اُن میں سے حضرت جمال و انس سے علم تصویر اور علم احوال ہے۔

ہفتہ کا علمی امر

ہر علمی امر جو ہفتہ کے دن میں ہوگا۔ اُس کا بدل وہ ہے جو پہلی اقلیم کی حفاظت کرتا ہے پس وہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی روحانیت سے ہے اور اس دن میں جو علوی اثر آگ اور ہوا کے رکن میں ہوگا وہ اپنے فلک میں کیوان ستارے کی حرکت سے ہوتا ہے اور جو سفلی اثر زمین اور پانی میں ہوگا وہ اُس کے فلک

کی حرکت سے ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کواکب سیارہ کے حق میں فرمایا ہے۔ کل فی فلک یسبحون اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا! وَبِالنجم ھم یھتدون یعنی وہ ہر فلک میں پھرتے ہیں اور وہ ستاروں کے ساتھ ہدایت پاتے ہیں پس انہیں اُن کے ساتھ ہدایت کے لئے پیدا کیا ہے، اِس دن میں اور باقی ایّام کے شب و روز سے اُس کی ساعتوں میں اُسے جو علوم حاصل ہوتے ہیں اُس میں علمِ ثبات و تمکین، علمِ دوام و بقاء اور اِن ابدال کے مقامات کے ساتھ اس امام کا علم اُن کے بحیرہ سے ہے اور کہا کہ مقامِ اوّل اور بحیرہ کی مثل کوئی چیز نہیں اور اِس کا سبب اُس کی اوّلیت کا ہونا ہے کیونکہ اگر اُس کے لئے پہلے مثل ہوتی تو اُس کی اوّلیت درست نہ ہوتی پس اُس کا ذکر اُس کے مقام کلمہ مناسبت سے ہے اور دوسرے شخص کا مقام اُس کے بحیرہ میں ہے۔ البتہ میرے رب کے کلمات خرچ ہونے سے قبل سمندر خرچ ہو جائے گا اور یہ مقام علمِ الٰہی ہے اور اِس کا تعلق لامتناہی ہے۔

یہ اوصاف میں سے دُوسرا وصف ہے کیونکہ اوصاف میں سے پہلا وصف زندگی اور اُس کے بعد علم ہے۔ اس شخص کا بحیر تیرا وصف ہے اور اُس کا مقام ہے۔

وَفِی اَنفُسِکُم اَفَلَا تُبصِرُونَ۔ اور وہ تمہارے نفسوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے۔

اور یہ تیسرا مرتبہ ہے۔ کیونکہ پہلی نشانیاں اسماء الٰہیہ اور دوسری نشانیاں آفاق میں ہیں اور وہ نشانیاں جو دوسری نشانیوں سے ملی ہوئی ہیں ہمارے نفسوں میں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

سَنُرِیہِم اٰیٰتِنَا فِی الاٰفَاقِ وَفِیٓ اَنفُسِہِم

حم السجدہ آیت ۵۳

ہم اُنہیں اپنی نشانیاں آفاق اور اُن کے نفسوں میں دِکھائیں گے۔

پس اِس لئے ابدال سے اِس تیسری بحیر کے ساتھ مختص ہُوا اور بحیرہ میں چوتھا مقام یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَاباً ہے یعنی کاش میں مٹی ہوتا اور یہ اُن ارکان سے چوتھا رکن ہے جو مرکز طلب کرتا ہے اُس کے نزدیک جو اِس کے ساتھ کہتا ہے۔

نقطہ کا قریبی کُرّہ زمین ہے

نقطہ کے لئے قریب تر کُرّہ زمین ہے اور یہ نُقطہ محیط کے وجُود کا سبب تھا۔ پس وُہ اشیاء کے مُوجد اللہ تبارک و تعالیٰ سے قُرب طلب کرتا ہے جو اُسے سوائے تواضع کے حاصل نہیں ہوتا اور زمین سے بڑھ کر تواضع میں کوئی نہیں آتر تا۔ یہی منبع ہائے علوم ہیں جن سے نہریں پھوٹتی ہیں اور جو بارشوں سے پانی اُترتا ہے وہ رطوبتوں کے بخارات ہیں جو زمین سے اُٹھتے ہیں پس اِن سے چشمے اور نہریں جاری ہوتی ہیں اور اِن سے آسمانی فضا کی طرف بخارات نکلتے ہیں پس پانی حل ہوتا ہے اور بارش اُترتی ہے اِس لئے چوتھا چوتھے ارکان سے مختص ہُوا اور مقام پانچواں ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

پس اہلِ ذکر سے سوال کرو۔ اگر تم نہیں جانتے۔

اور نہیں سوال کرتا۔ مگر مولود کیونکہ طِفل مقامِ طفولیت میں ہوتا ہے اور سوال کرتا ندا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا (النحل آیت ۸)

تمہیں تمہاری ماؤں کے بطنوں سے نکالا تم کسی چیز کو نہ جانتے تھے۔

پس وہ نہیں جانتا یہاں تک کہ سوال کرے۔ پس بیٹا پانچویں مرتبہ میں ہے کیونکہ اُس کی مائیں چار ہیں اور وُہ مائیں چاروں ارکان ہیں تو وُہ عین

پانچواں ہے اس لئے ابدال کے درمیان پانچویں بدل کے بجیر کا سوال ہے۔ رہا چھٹے کا مقام تو وہ بجیرہ ہے۔ اُفَوِّضُ اَمرِیٓ اِلَی اللّٰہ۔ یعنی میں اپنا امر اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور یہ چھٹے کے لئے چھٹا مرتبہ ہے اور چھٹا اُس کے لئے ہوگا کیونکہ پانچویں مرتبہ میں ہے جیسا کہ ہم نے پوچھنے کا ذکر کیا کہ وہ نہیں جانتا تھا۔ جب اُس نے پوچھا تو آسے اس کا علم ہوا اور جب علم ہو گیا تو اُس کا علم اُس کے رب کے ساتھ متحقق ہو گیا۔ پس اُس نے اپنا امر اُس کے سپرد کر دیا۔ کیونکہ آسے علم ہو گیا کہ اس کا امر اُس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وَاِنَّ اللّٰہَ یَفعَلُ مَا یُرِید۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

آدم کا ساتواں مرتبہ ہے

پس کہا! میں نے جان لیا کہ میرے امر کا مالک اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اور وُہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ میں نے جان لیا کہ اس میں سپرد کرنا میرے لئے زیادہ راجح ہے تو اس کے لئے آسے بجیر پکڑا اور ساتواں مقام انا عرضنا الامانۃ ہے۔ یعنی ہم امانت لوٹاتے ہیں اور اس کے لئے ساتواں مرتبہ ہے اور تکوین آدم جو انسان سے تعبیر ہے وہ بھی ساتویں مرتبہ میں ہے۔ کیونکہ وہ عقل سے پھر نفس پھر ہبا، پھر دو فاعلوں اور پھر دو منفعلوں سے ہے یہ چھ ہیں پھر وہ انسان جو حضرت آدم علیہ السلام ہیں ساتویں مرتبے میں پیدا ہو گئے۔

اور جب انسان سنبلہ میں تھا اور اس کے لئے زمانہ سے دلالت میں سات ہزار سال تھے تو اُس مدت سے انسان ساتویں مرتبہ میں پایا گیا پس اُس نے امانت کو سات کے تحقق کے ساتھ اٹھایا اور وہ ابدال سے ساتواں تھا اس لئے اُس نے اس آیت کو بجیرہ پکڑا۔

وہ اپنے ہیکل میں تھا

ہم نے آپ کے لئے ابدال کے مراتب ظاہر کر دیئے ہیں اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ یہ قطب جو مداوی الکلوم ہے اپنی قید کے زمانہ میں اپنے ہیکل میں تھا۔ اور جب عالم میں اس کی ولایت وقف ہو گئی تو اس کے لئے ستر قبیلوں نے وہ سب کچھ وقف کر دیا جو ان میں معارفِ الٰہیہ اور اسرارِ وجود سے ظاہر ہوا تھا اور اس کا کلام سات سے کبھی نہیں بڑھا اور وہ اپنے ساتھیوں میں طویل عرصہ ٹھہرا رہا اور وہ اپنے زمانے میں اپنے ساتھیوں سے ایک فاضل شخص کا معین و مددگار تھا جو مجلس میں لوگوں سے اس کے زیادہ قریب ہوتا تھا اور اس کا نام مستسلم تھا۔

اس کا جانشین کون تھا

جب اس امام کا وصال ہوا تو مستسلم کو اس کی قطبیت کے مقام میں ولی اور قائم مقام بنایا گیا اور اس کا علم زمان اس کے علم پر غالب تھا اور یہ عجیب و غریب علم ہے جس سے ازل کی پہچان ہو جاتی ہے اور اس سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اس علم کو رجال سے افراد کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ دہرِ اول اور دہر الدہور سے تعبیر ہوتا ہے۔

اس ازل سے زمانہ پایا گیا اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام دہر ہوا اور وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ "لاتسبوا الدہر فان اللہ ھو الدہر" یعنی زمانے کو گالی نہ دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ زمانہ ہے اور یہ حدیث درست اور ثابت ہے اور جسے دہر یعنی زمانہ کا علم حاصل ہو جاتا ہے

وُہ کسی چیز کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے سے توقف نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے لئے بہت بڑی گنجائش ہوتی ہے اور اس علم سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق میں متعدد مقالات ہیں جن سے عقائد کا اختلاف ہو گیا اور یہ علم اُن تمام کو قبول کرتا ہے اور ان سے کسی چیز کی تردید نہیں کرتا۔

یہ علم عام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ظرف ہے اور اس کے اسرار عجیب ہیں جس کے لئے عین موجود نہیں اور وہ ہر چیز میں حاکم ہے اور اُس کی نسبت کو حق تعالیٰ قبول کرتا ہے اور اس کی نسبت کو کائنات قبول کرتی ہے اور وہ تمام مُعیّنہ اور وہم سے غائب اسماء کا سلطان ہے۔

پس اس میں اس امام کے لئے یدِ بیضاء ہے اور اُس کے دَہر الدہور کے علم سے اُس کے لئے حکمتِ دُنیا کا علم ہے جو اہلِ دُنیا کے لعب یعنی کھیل تماشے کے بارے میں ہے۔ اُس کا نام لعب کیوں ہے اور اللہ نے اُسے پیدا فرمایا ہے اور بہت سے لعب وہ ہیں جو زمانے کی طرف منسوب ہیں تو کہتے ہیں کہ زمانہ اپنے اہل کے ساتھ لعب میں مشغول ہے اور یہ سابقہ تعلق ہے اور وہ عاقبت میں حاکم ہے۔

یہ امام کَسب کی معرفت رکھنے کے باوجود کَسب کی بُرائی کرتا اور اس کے ساتھ نہ کہتا یعنی کسب کے حق میں نہ تھا لیکن وہ اس کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی ہمتوں کے تعلق سے واسطوں کے ساتھ ترقی دیا کرتا تھا۔

جانشین کا جانشین

تجھے خبر دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حق تعالیٰ کے اسرار سے چھتیس ہزار علوم کی تعلیم دے کر فوت ہُوا اور خاص طور پر اُس نے علومِ علویہ سے

پانچ سو علوم کی تعلیم دے کر انتقال کیا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے، بعد ازاں اُس کا قائم مقام ایک فاضل شخص ہُوا جس کا نام مظہر الحق تھا۔ وہ ایک سَو پچاس سال زندہ رہنے کے بعد اللہ کو پیارا ہو گیا اور اُس کے بعد اُس کا قائم مقام ہا بج ہُوا یہ شخص بہت بڑی شان کا مالک تھا جو تلوار کے ساتھ ظاہر ہُوا۔ ہابج نے ایک سو چالیس سال کی عمر پائی اور ایک جنگ میں شہید ہو گیا۔ اس پر اسمارِ الٰہیہ سے اسمِ قہار کا غلبہ تھا۔ جب یہ قتل ہُوا تو اِس کے بعد اس کا قائم مقام جو شخص ہُوا اُسے لقمان کہتے ہیں۔ وَاللہُ اَعْلَمُ۔

کیا وُہ حضرت لُقمان تھے

لُقمان کا لقب واضح الحکم تھا وُہ ایک سو بیس سال تک زندہ رہا اُسے ترتیب و ریاضی اور طبعیات و الٰہیات کے علوم کی معرفت حاصل تھی اور وہ اپنے ساتھیوں کو بہت زیادہ وصیّت کیا کرتا تھا اگر وُہ حضرت لُقمان علیہ السّلام ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے لئے اُن کی اپنے بیٹے کو وصیّت کا ذکر فرمایا ہے جو اُن کے علمِ باللہ میں اُن کے مرتبے پر دلالت کرتا ہے۔

وہ عموم احوال میں اشیار میں قصد و اعتدال پر تحریض کرتے تھے اللہ تبارک و تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ اُن کا وصال حضرت داؤد علیہ السّلام کے زمانہ میں ہُوا۔ اُن کے بعد جو شخص اُن کا نائب بنا اُس کا نام کاسب ہے وُہ عالمین کے درمیان علمِ مناسبت اور اُس مناسبتِ الٰہیہ میں راسخ القدم تھے جس کے لئے عالم کو اِس صُورت پر پیدا کیا گیا جس پر وُہ ہے۔

انسان مجموعۂ عالم ہے

یہ امام جب اظہارِ اثر کا ارادہ کرتا ہے جو وجودِ نظر

ہیں فی نفسہٖ مؤثر کی طرف ہے جس میں عالمِ علوی سے معلوم کے وزن پر مخصوص نظر ہے تو یہ اثر اِس میں بغیر مباشرت اور طبعی حیلہ کے ظاہر ہو جاتا۔ وہ کہتا تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام علمِ افلاک میں ودیعت کیا ہے اور انسان کو تمام رقائقِ عالم کا مجموعہ بنایا ہے پس انسان سے عالم میں ہر چیز کی طرف رقیقہ ہے۔ یہ رقیقہ انسان میں اُس چیز سے ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِس چیز کے نزدیک اُن امور سے ودیعت فرمائی جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر امین بنائی۔ تاکہ اُس انسان کی طرف امانت لوٹاتے اور عارف انسان اِس رقیقہ کے ساتھ اُس چیز کو حرکت دیتا ہے جو اُس کی مراد ہے۔

پس عالم میں کوئی چیز نہیں مگر اُس کا انسان میں اثر ہے اور اُس میں انسان کا اثر ہے اسی لئے اِن رقائق کا کشف اور اِن کی معرفت ہے اور یہ نور کی شعاعوں کی مثل ہے اور اِس امام نے اسّی سال کی زندگی پائی جب اِس کا انتقال ہوا تو اُس کا وارث ایک شخص بنا جس کا نام جامع الحکم تھا اُس نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ اُس کا ابدال اور شیخ در شاگرد کے اسرار کے بارے میں عظیم کلام ہے اور وہ اسباب کے بارے میں کہا کرتا تھا اور اُسے نباتات کے اسرار عطا ہوتے تھے اور اُس کا ہر علم اِس طریق کے اہل کے لئے منقش تھا اور اِس میں پہلے جو ہم نے اُس کا ذکر اِس باب میں کیا ہے وہ بہت ہے اور اللہ ہی حق فرماتا اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اَلحمدُ للہ پندرھویں باب کا ترجمہ اختتام پذیر ہُوا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

سولھواں باب

منازلِ سفلیۂ علوُمِ کونیہ اور اِن سے مبداءِ معرفتِ الٰہی کا بیان اور معرفتِ اوتاد وابدال اور ارواحِ علویہ سے جو اُن سے محبت کرتے ہیں اور اُن کے افلاک کی ترتیب

علم الکتائف اعلام مرتبۃ	ھی الدلیل علی المطلوب للرسل
وھی التی حجبت أسرار ذی عمہ	وھی التی کشفت معالم السبل
لھا من العالم العلوی سبعتہ	من الھلال وخذ علوا الی زحل
لولا الذی أوجد الاوتاد أربعۃ	رسی بھا الارض فابرف من المیل
لما استقر علیھا من یکون بھا	فاعجب لہ مثلا ناھیک من مثل

کثائف کا علم مرتب نشانیاں ہیں اور رسُولوں کے لئے مطلوب پر یہی دلیل ہے یہی وہ اُمر ہے جس نے نابینا سے اسرار کو چھپا لیا اور یہی وہ اُمر ہے جس نے راستوں کے معالم کھول دیئے۔

اُس کے لئے عالمِ علوی سے اُس کے سات ہیں جو ہلال سے اور زُحل کی طرف بلند ہوتے۔

اگر وہ چار اوتاد پیدا نہ کرتا تو زمین اُس کی طرف میلان سے لڑھک جاتی۔

جب اس پر اِس کے ساتھ ہونے والوں کو قرار حاصل ہُوا تو اُس کے

لئے خوشی ہے مثلاً آپ مثل سے روکیں۔

شیطان کدھر سے حملہ کرتا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے جاننا چاہیئے کہ ہم اس سے پہلے باب میں ابدال کی منازل، اُن کے مقامات اور ارواحِ علویہ سے اُن سے محبت کرنے والوں اور ان کے افلاک کی ترتیب اور آثار سے جو ان میں تیرات کے لئے ہے اور جو اُن کے لئے اقلیموں سے ہے بیان کر چکے ہیں۔ پس اس باب میں جو باقی ہے اُس کو بیان کریں گے جس سے اس پر منازل سفلیہ کا بیان ہے۔ یہاں ان جہاتِ اربعہ سے عبارت ہے جہاں سے شیطان انسان کی طرف آتا ہے ان کا نام ہم نے سفلیہ رکھا ہے کیونکہ شیطان عالم اسفل سے ہے چنانچہ وہ انسان کی طرف نہیں آتا۔ مگر اُن منازل سے جو اُس کے مناسب ہیں اور یہ دائیں بائیں اور آگے پیچھے کی سمتیں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ

(الاعراف آیت ۱۷)

پھر اُن کی طرف اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں اور اُن کے بائیں سے آؤں گا۔

شیطان انسان پر بالطبع مدد مانگتا ہے کیونکہ جب وہ شہوات کی اتباع کی طرف بلاتا ہے تو انسان اُس کے لئے مساعدت پیدا کرتا ہے۔ پس انسان کو امر ہوا کہ وہ اِن جہات سے جنگ کرے اور اِن جہات کو قلعہ بنائے جس کے

ساتھ اُسے شریعت نے حکم دیا ہے۔ اگر اُس کے ساتھ اس کا قلعہ ہوگا تو شیطان اُس سے اُس کی طرف داخلے کا راستہ نہیں پائے گا۔ اگر وہ آپ کے پاس آپ کے سامنے سے آئے گا تو آپ اُسے ہنکا دیں گے۔ آپ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے احسان و جزاء کے طور ہر علوم میں سے آپ کے لئے علوم نور درخشاں ہوں گے۔ اس لئے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی جناب کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی۔

علومِ نور

علومِ نور دو قسموں پر ہیں۔ ۱: علوم کشف۔ ۲: صحیح فکر کے ساتھ علومِ برہان

پس طریقِ برہان سے اُسے جو حاصل ہوتا ہے وہ وجودِ حق تعالیٰ، اُس کی توحید اور اُس کے اسماء و افعال ہیں۔ گمراہ کُن قادح شبہ کو دُور کرتا ہے۔ پس برہان معطلہ پر رَدّ کرتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود کے اثبات پر دلالت کرتی ہے جس کے ساتھ وہ اُن اہلِ شرک پر رَدّ کرتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دُوسرے اِلٰہ مقرر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے سے توحیدِ الٰہی پر دلالت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اُن پر رَدّ کرتا ہے جو اسماء الٰہیہ کے احکام اور کون میں اُس کے آثار کی صحت کی نفی کرتے ہیں اور وہ طریقِ اطلاق سے برہانِ سمعی کے ساتھ اُس کے اثبات پر اور معانی کے طریق سے برہانِ عقلی کے ساتھ دلیل دیتا ہے اور اس کے ساتھ وہ فلاسفہ سے افعال کی نفی پر رَدّ کرتا ہے اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے فاعل ہونے پر دلالت پیش کرتا ہے اور یہ کہ مفعولات اُس کے لئے سمعًا و عقلًا مراد ہیں۔

علومِ کشف اور شیطان کا پیچھے سے حملہ کرنا

رہے علومِ کشف تو یہ وہ

ہیں جو اُسے مظاہر کی تجلیات میں معارفِ الٰہیہ سے حاصل ہوتے ہیں اور اگر شیطان آپ کے پاس آپ کے پیچھے سے آئے تو وہ آپ کو اِس طرف بلاتے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ پر وہ کہیں جو نہیں جانتے اور آپ نبوّت و رسالت کا دعویٰ کرتے ہُوئے کہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی اُتاری ہے اور یہ اِس لئے ہے کہ شیطان ہر مِلّت میں اور ہر صِفت میں نظر رکھتا ہے جس پر اِس اُمّت میں شارع کی بُرائی آئی ہے۔ تو وہ آپ کو اِس کے ساتھ اَمر کرے گا۔ اور ہر وہ صفت جس پر اُس کی حمد و تعریف آئی ہے۔ اُس سے یہ علی الطلاق روکے گا اور فرشتہ اِس کے بالعکس آپ کو اس سے محمود کا حکم دے گا۔ اور مذموم سے روکے گا۔ تو جب آپ اُسے اپنے پیچھے سے دُور کریں گے تو آپ کے لئے علومِ صدق اور اُس کی منازل کے علوم ظاہر ہوں گے اور یہ علوم کہ صاحبِ صِدق کہاں منتہی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ فی مقعدِ الصدق۔ خبردار یہ اُن کا صِدق ہے جو اُنہیں مقتدر بادشاہ کے نزدیک بٹھاتا ہے۔ کیونکہ اقتدار صِدق کے مناسب ہے۔ اِس لئے کہ صِدق کا معنیٰ طاقتور ہے۔ کہتے ہیں کہ رمحن صِدق یعنی طاقتور صلب جب کہ اِس صادق کی صِفت اپنے نفس پر قوی ہونے کی حیثیت سے قوّت ہے تو وہ اُس کے ساتھ مزین نہیں ہوتا جو اُس کے لئے نہیں۔ اور وہ اپنے اَقوال و اَحوال اور اَفعال میں حق کا التزام کرتا ہے اور اِس صِدق میں وہ مقتدر بادشاہ کے پاس حق کے ساتھ بیٹھتا ہے یعنی وہ اُس قوّتِ الٰہیہ پر مطلع کرتا ہے۔ جو قوّت اُس کے اُس صِدق میں عطا ہوئی جس پر وہ تھا۔ کیونکہ ملک کا معنیٰ شدید بھی ہے تو وہ مقتدر کے لئے مناسب ہے۔ قیس بن حطیم نے اپنے نیزے کے وصف میں کہا ہے۔

اس کے ساتھ میری ہتھیلی نے مجھے ہلاک کیا تو میں نے اس کے سوراخ کو چلا دیا۔ اس کے پیچھے اس کے علاوہ قائم ہونے والے کو دیکھا گیا۔ یعنی میں نے اس کے ساتھ اپنی ہتھیلی کو سخت کیا۔

کہتے ہیں ملکت العجین میں خمیر کا مالک ہوں یعنی جب اس کا خمیر سخت ہو جاتا ہے تو جب آپ کو شیطان کے اس امر میں مخالفت ہو جائے گی جس کے ساتھ وہ آپ کے پاس آیا تو آپ کو ایجاد کے ساتھ اقتدارِ الہٰی کے تعلق کا علم ہو جائے گا۔ اور یہ ہمارے اصحاب سے اہلِ حقائق کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے۔ اور آپ کو عصمت اور حفظِ الہٰی کا علم حاصل ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ آپ میں آپ کا اور دوسرے کا وہم اثر پذیر نہیں ہوگا تو آپ اپنے رب کے لئے خاص ہو جائیں گے۔

اگر شیطان کا حملہ دائیں طرف سے ہو

اور اگر وہ آپ کے پاس دائیں طرف سے آتا ہے تو آپ اس پر طاقتور رہیں گے اور اس کی مدافعت کریں گے۔ کیونکہ جب وہ قوت کے ساتھ موصوف اس جہت سے آپ کے پاس آئے گا تو وہ آپ کی طرف آپ کے ایمان و یقین کو کمزور کرنے کے لئے آئے گا اور آپ پر آپ کے دلائل و مکاشفات میں شبہ ڈالے گا۔ کیونکہ ہر وہ کشف جس پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے شیطان کے لئے عالمِ خیال سے ایک امر ہے جس کے ساتھ وہ آپ کے اس حال کے لئے مشابہت نصب کرے گا۔ جس پر آپ اس وقت میں ہیں۔ پس

اگر آپ کے پاس طاقتور علم نہیں ہوگا جس کے ساتھ آپ حق کے اور اُس خیال کے درمیان امتیاز کر سکیں جو آپ کے دل میں آیا ہے تو آپ مقام موسوی پر ہوں گے اور اگر ایسا نہیں تو آپ پر یہ اَمر مُلتبس ہو جائے گا۔ جیسا کہ عوام کے لئے ساحروں نے خیال پیدا کر دیا تھا کہ یہ رسّیاں اور لاٹھیاں سانپ ہیں جب کہ ایسا نہیں تھا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو ڈالا تو وہ حرکت کرتا ہوا سانپ تھا جس سے وہ عادتِ جاریہ کے مطابق اپنے نفس پر خوفزدہ ہو گئے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے سامنے اس سے پہلے تمام جادوگروں کے جمع ہونے سے قبل یہ معرفت عطا کر دی تھی تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین پر ہوں کہ یہ نشانی ہے اور یہ آنہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اور آپ کا دوسرا خوف اُس وقت تھا جب جادوگروں نے رسّیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں تو وہ حاضرین کی نگاہوں میں سانپ بن گئے اور آپ اس لئے ڈرے تھے کہ شاید لوگوں پر یہ اَمر مُلتبس ہو گیا ہو اور وہ خیال اور حقیقت کے درمیان یا اُس کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اُس کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں فرق نہ کر سکیں۔ پس دونوں خوفوں کا تعلق مختلف ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ربّ کی طرف سے ظاہر دلیل اور مضبوط قلب پر تھے جس کے ساتھ آپ کے لئے پہلے جب اِلقائے اوّل میں کہا گیا۔

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ طٰہٰ آیت ۲۱

یعنی اِسے پکڑ لیں اور ڈریں نہیں۔ عنقریب ہم اِسے اِس کی پہلی سیرت پر پھیر دیں گے۔ یعنی عصا لوٹ آئے گا۔ جیسا کہ آپ کی نظر میں تھا۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے عصا کو برزخ کے سانپ کی روحانیت میں چھپایا

ہُوا تھا۔ پس جب اُس عصا کو ڈالا گیا تو اُس نے جادُوگروں کے تمام سانپوں کو جو حاضرین کی نظروں نے خیال کئے تھے نگل لیا اور اِن رسّیوں اور لاٹھیوں سے اُن کی نگاہوں میں بظاہر نظر آنے والی کوئی چیز باقی نہ رہی اور یہ لاٹھیوں اور سانپوں کی صُورتوں میں اُن کی حُجّتوں پر حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی حُجّت کا غلبہ تھا چنانچہ جب جادُوگروں نے اپنی رسّیوں اور لاٹھیوں کو ڈالا تو اُن کی اور لوگوں کی نگاہوں نے اُنہیں رسّیاں اور لاٹھیاں ہی دیکھا تو یہ اُنہیں نگل جاتا تھا۔ ورنہ رسّیاں اور لاٹھیاں معدُوم نہ ہُوئی تھیں۔ کیونکہ اگر وُہ معدُوم ہو جاتیں تو اُن پر حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کے عصاء میں تلبّس ہوتا اور اُن پر شُبہ داخل ہو جاتا۔ چنانچہ جب لوگوں نے رسّیوں کو رسّیاں دیکھا تو جان لیا کہ یہ طبعی تدابیر ہیں جنہیں رُوحانی تدابیر کی قوّت مدد دیتی ہے۔ پس حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کے عصا نے سانپوں کی صُورتوں میں رسّیوں اور عصاؤں کو نگل لیا۔ جیساکہ ناحق جھگڑنے والے کے کلام کا ابطال دلیل اور حُجّت سے ہوتا ہے نہ کہ اُس کی لائی ہُوئی چیز معدُوم ہو جاتی ہے۔ بلکہ سامعین کے نزدیک وُہ چیز معقول و محفوظ ہوتی ہے اور اُس کے نزدیک اُس کی حُجّت زائل ہو جاتی ہے۔

جب جادوگروں کو اُس حُجّت کی قوّت کا علم اور اندازہ ہو گیا جو حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام لائے تھے اور جان لیا کہ اُس نے اُن کی لائی ہُوئی حُجّتوں کو خارج کر دیا ہے اور اُن پر حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی لائی ہُوئی حُجّت کی صفائی متحقّق ہو گئی اُن حُجّتوں پر جو وہ لائے تھے اور اُنہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کا خوفزدہ ہونا اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے تھا اور اگر اُن کے اپنے پاس سے ہوتا تو وہ خوفزدہ نہ ہوتے کیونکہ وُہ عادتِ جاریہ کو جانتے تھے۔ پس جادُوگروں کے نزدیک اُن کی نشانی اُن ؑ کا خوف اور لوگوں کے

نزدیک اُن کی نشانی اُن کے عصا کا نگل جانا تھا۔ پس جادوگر ایمان لے آئے۔ کہا گیا ہے کہ یہ اسی ہزار جادوگر تھے اور اُنہوں نے جان لیا تھا کہ اس مقام پر سب سے بڑی نشانی اُن صورتوں کو نگل لینا ہے جو ناظرین کی نگاہوں میں تھیں۔ اور اُن کی نگاہوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ کی صورت میں باقی رہا۔ اور اُن کے نزدیک حال ایک ہی تھا۔

پس اُنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کو جان لیا جس کی طرف وہ اُنہیں بلاتے تھے اور یہ کہ جادو میں معلوم حیلوں اور صورتوں سے جو امر خارج میں وہ لاتے ہیں وہ امر الٰہی سے ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل نہیں پس اُنہوں نے بصیرت پر اُن کی رسالت کی تصدیق کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے عذاب پر فرعون کا عذاب اختیار کیا اور دُنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور اپنے علم سے جان لیا کہ۔

ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔
اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ ہر چیز کو گھیرا ہُوا ہے۔
اور یقیناً حقائق تبدیل نہیں ہوتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا کا باطن سانپ کی صورت میں تھا اور لوگوں کی نگاہوں سے اور اُس سے جس نے آپ کو خوف میں مبتلا کیا باطن میں تھا جس سے اُنہوں نے مشاہدہ کیا پس یہ علم کا فائدہ ہے۔

اگر شیطان بائیں طرف سے آئے

اگر شیطان آپ کے پاس بائیں طرف

سے شبہاتِ تعطیل کے ساتھ آئے یا اللہ تبارک وتعالیٰ کی الوہیت میں شریک کا وجود پیش کرے تو اُسے بھگا دیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر دلائلِ توحید اور علمِ نظر کے ساتھ قوت عطا فرمائے گا۔ کیونکہ پیچھا کرنا معطلہ کے لئے ہے اور اُن کی مدافعت اُس ضرورتِ علم کے ساتھ ہے جس کے ساتھ وجودِ باری تعالیٰ کا علم ہوتا ہے۔

پس خلف یعنی پیچھا تعطیل کے لئے بایاں شرک کے لئے دایاں ضعف اور کمزوری کے لئے اور سامنے سے حملہ آور ہونا اس میں تشکیک پیدا کرنے کے لئے ہے۔

سوفسطائیہ کی تلبیس

سوفسطائیہ پر یہاں تلبیس داخل ہوگئی ہے اس حیثیت سے کہ اُن کے لئے حواس میں غلطی پیدا ہوگئی اور یہی وہ امر ہے جس کی طرف اہلِ نظر اپنے دلائل کی صحت میں اور علمِ الٰہی وغیرہ میں بدیہات کی طرف سند پکڑتے ہیں پس جب اُن کی غلطی ظاہر کی جاتی تو کہتے ہیں۔ ہرگز ایسا علم نہیں جس کی توثیق کی جائے اگر انہیں کہا جائے کہ یہ بھی علم ہے کہ کوئی علم نہیں پس تمہاری سند نہیں اور تم اس کے قائل نہیں ہو۔

وہ کہتے ہیں ہم ایسے ہی کہتے ہیں۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ یہ علم نہیں اور یہ جملہ غلطیوں سے ہے۔ ہم انہیں کہتے ہیں کہ تمہارا یہ قول ہے کہ کوئی علم نہیں اور تمہارا یہ قول بھی ہے کہ جملہ اغالیط سے ہے تو یہ اُس کا اثبات ہے جس کی تم نفی کرتے ہو۔ پس اُن پر اس امر میں شبہ داخل ہوگیا جس میں وہ دلائل میں اُس کی طرف اپنے مقدمات کی ترکیب میں سند پکڑتے ہیں اور یہ

اِس میں اِس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اِس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِس سے ہماری حفاظت فرمائی۔ پس ہم نے حِس کے لئے ایک بھی غلط جملہ مقرر نہیں کیا اور جس چیز کا اِدراک حِس کرتی ہے حق ہے کیونکہ مُوصل ہی حاکم بلکہ شاہد ہے اور عقل ہی وُہ حاکم ہے اور حکم میں غلطی حاکم کی طرف منسوب ہوتی ہے، قائلین کے نزدیک غلطی حِس سے معلوم ہوتی ہے اور غیر قائلین کے نزدیک عقل غلطی کرتی ہے جب کہ نظر فاسد ہو یعنی نظرِ فکری کیونکہ نظر صحیح اور فاسد کی طرف منقسم ہے تو یہ وہ ہے جو اُن کے سامنے سے ہوتا ہے۔

پھر البتہ جان لیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کے بدن کے شہر کی ترتیب میں دو قسمیں مقرر فرمائی ہیں اور اُس نے دو قسموں کے درمیان مقرر فرمایا جیسا کہ دو چیزوں کے درمیان فاصل ہوتا ہے پس جس میں تمام حِسیہ اور رُوحانیہ قوٰی ہیں وُہ سر ہے جسے اعلیٰ قسم میں مقرر کیا گیا اور دوسرے نصف میں حساس قوٰی سے احساسِ لمس کو مقرر فرمایا تو وہ سخت و نرم، گرم و سرد اور رطب دیا بس کو اپنی حساس رُوح کے ساتھ اپنے بدن میں سرایت کرنے والی اِس خاص قوت کی حیثیت سے ادراک کر لیتا ہے نہ کہ اِس کے علاوہ۔

قوّتِ جاذبہ اور بیماری کا آنا

رہا قوٰیٔ طبعیہ سے جو اَمر تدبیرِ بدن سے متعلق ہے تو وُہ قوّتِ جاذبہ ہے جس کے ساتھ نفسِ حیوانی اُس چیز کو جذب کرتا ہے جو اعضاء سے جگر اور دِل کی دُرستی کرتی ہے اور قوّتِ ماسکہ اُس کو روکتی ہے جسے عُضو پر قوّتِ جاذبہ نے جذب کیا تھا یہاں تک کہ جو اُس کا منافع ہے آ سے اُس سے

اَخذ کرے۔

اگر آپ کہیں کہ جب منفعت مقصود تھی تو جسم پر بیماری کہاں سے داخل ہوئی تو جاننا چاہیئے کہ جسم کے حق سے زیادہ یا کم غذا ملنے سے بیماری آجاتی ہے تو یہ قوت اُس کے نزدیک میزانِ استحقاق ہے، چنانچہ جب قوتِ جاذبہ اُس زیادہ یا کم غذا کو جذب کرے گی جس کی جسم کو ضرورت نہیں تو بیماری ہوگی۔ کیونکہ اُس کی حقیقت جذب ہے میزان نہیں اگر وہ اُسے صحیح وزن پر اخذ کر لیتی ہے تو یہ اُس کے لئے اتفاقاً ہو جانے کے حکم میں ہے اور دوسری قوت سے قصد کے حکم کے ساتھ نہیں ہوتا اور یہ اس لئے ہے تاکہ محدث اُس کی کمی کو جان لے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ایسے ہی اس میں قوتِ مدافعت ہے جس کے ساتھ جسم کو پسینہ آتا ہے کیونکہ طبیعت مخصوص مقدار کے ساتھ دفع نہیں کرتی۔ اس لئے کہ وہ میزان سے ناواقف ہے اور وہ مزاج میں طاری ہونے والے اُس دوسرے فضول اَمر کے لئے محکوم ہے جیسے شہوانی قوت عطا کرتا ہے۔ ایسے ہی یہ سب بدن کے تمام بلند و پست میں ساری ہے۔

قویٰ کا محل

رہے تمام قویٰ تو اُن کا محل جسم کا اُوپر کا نصف حصہ ہے اور یہ نصف دو زندگیوں حیاتِ خون اور حیاتِ نفس کے وجود کا محل اشرف ہے تو ان اعضاء سے جو عضو مر جاتا ہے اُس سے وہ قویٰ زائل ہو جاتے ہیں جو اس میں وجودِ حیات کے ساتھ اُس کے مشروط وجود سے تھے، اور جو عضو نہیں مرتا اور محل پر کوئی قوت طاری ہے تو خلل آجاتا ہے کیونکہ اُس کا حکم فساد اور

خبط ہے اور علمِ صحیح عطا نہیں کرتی۔ جیسا کہ محلِ خیال ہے۔ جب اُس میں کوئی علّت طاری ہو گی تو خیال باطل نہیں ہو گا بلکہ اُس صحت کا قبول کرنا باطل ہو جائے گا۔ جس میں اُس نے علم کو دیکھا اور ایسے ہی عقل اور یہ ہر رُوحانی قوّت ہے۔

رہیں حسّیہ قوّتیں تو یہ بھی موجود ہیں لیکن اُن کے اور اُن کے مدرکات کے درمیان اُس عضوِ قائمہ میں حجاب طاری ہو جاتا ہے جس کے ساتھ اُس کی آنکھ وغیرہ سے پانی اُترتا ہے۔

رہے قویٰ تو یہ اپنے محلّات میں ہمیشہ رہتے ہیں اور کبھی نہیں ہٹتے لیکن حجاب طاری ہو کر منع کرتے ہیں۔ پس نابینا حجاب کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ اُس کو دیکھتا ہے تو ظُلمت کو پاتا ہے تو یہ ظُلمت حجاب ہے اور اِس کا مشہد حجاب ہے۔

چکھنے والا

ایسے ہی شہد اور شکّر کو چکھنے والا جب اُسے کڑوا پاتا ہے تو عضوِ قائم کرنے کے لئے اُس کے ساتھ قوّتِ ذائقہ مِلی ہُوئی تھی جو کہ صفرا کا پتّہ ہے اِس لئے اُس نے کڑواہٹ کا اِدراک کیا تو حِس کہتی ہے میں نے کڑواہٹ کا اِدراک کیا ہے اور حُکم دینے والا اگر غلطی کرے گا تو کہے گا کہ یہ شکّر کڑوی ہے اور اگر صحیح کہے گا تو عِلّت کو پہچان لے گا اور شکّر پر کڑواہٹ کا حُکم نہیں دے گا اور حِس کا اِدراک قوّت نے کیا تھا اُسے پہچان لے گا جب کہ حِس چیز کا مُشاہدہ کرتی ہے تو اُسے پہچان لیتی ہے اور وہ ہر حال پر صحیح کہتی ہے اور قاضی خطا بھی کرتا ہے اور درست بھی کہتا ہے۔

علمِ کون اور علمِ مرتبہ

فصل رہی اِس منزل سے معرفتِ حق تو جاننا چاہیئے کہ علم کون کا ذات کے ساتھ ہرگز کوئی تعلق نہیں اور اِس کا تعلق عِلم مرتبہ سے ہے اور وہ اللہ کا نام ہے اور وہ معرفتِ الٰہی پر محفوظ الارکان کی دلیل ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ پر اسماء۔ افعال سے اور نعوت جلال سے ہیں اور اِس تعریف کی گئی ذات سے عین وکیف سے غیر معروف مرتبہ کے ساتھ جو حقیقت ہوگی کون ضروری نہیں کہ جس کا صدور ہوگا۔

ہمارے نزدیک اس کے نہ جاننے میں اختلاف نہیں بلکہ اُس پر صفاتِ حدث کی نعوتِ تنزیہہ کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کے لئے قدم اور ازل کے وجود پر جو اطلاق ہوتا ہے وُہ یہ اسماء ہیں جو نفیٔ اوّلیت اور حدوث کے لائق سلوب پر دلالت کرتے ہیں اور اِس میں متکلّمین اشاعرہ کی جماعت کے کچھ لوگ ہمارے مخالف ہیں اُن کا گمان ہے کہ وُہ حق سے صفتِ نفسیہ ثبوتیہ کو جانتے ہیں۔ مَیں اس کے ساتھ اُن کے لئے حیران ہُوں اور ہم نے متکلّمین کے اُس گروہ سے اَخذ کیا ہے جسے ہم نے دیکھا ہے جیسا کہ عبداللہ کتانی، ابی عباس اشقر، علم کلام میں اور جوزہ کے مُصنّف ضریر سلاوی جنہوں نے ابوسعید خراز اور ابی حامد اور اِن کی مثل لوگوں کے اس قول میں کلام کیا ہے۔ کہ نہیں پہچانتا اللہ کو مگر اللہ۔

رویتِ باری تعالیٰ

رویتِ باری تعالیٰ میں ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہے جب کہ ہم

اُسے دارِ آخرت میں آنکھوں سے دیکھیں گے تو وہ کون ہے جسے دیکھیں گے۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک اُن کا کلام معلوم ہے اور ہم اس کتاب میں اُس کی منازل وغیرہ کے متفرق ابواب میں یہ تحقیق لائے ہیں جو ایماء کے طریق سے ہے تصریح کے ساتھ نہیں کیونکہ میدان تنگ ہے اور عقلیں اِس میں اس کے دلائل کو توڑنے کے لئے متوقف ہیں۔

پس وہ سُبحانہٗ تعالیٰ اُس وجہ پر مرئی ہے جو اُس نے اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی اور جو اس سے اُس کے ارادہ پر ہے۔ کیونکہ ناظرین کا اُس فرمان کی تاویل میں اختلاف ہے جس کے متعلق رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہمیں وحی کیا گیا ہے اور بعض سے بعض وجوہ اُولیٰ نہیں ہیں پس ہم نے اس میں غور و خوض ترک کر دیا ہے کیونکہ اِس میں ہمارے کلام کے ساتھ عالم سے اختلاف نہیں اُٹھتا۔ اور اُس کے ساتھ جو اِس میں وارد ہُوا ہے۔

اَوتاد و اَبدال

فصل : رہی اوتاد کی وہ بات جس کا تعلق اِس باب میں اُن کی معرفت سے ہے، تو جاننا چاہیئے کہ اَوتاد میں سے وہ لوگ جن کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ عالم کی حفاظت فرماتا ہے چار ہیں۔ اُن کے لئے پانچواں نہیں۔ وہ ابدال میں سے مخصوص ہیں اور اِن میں سے دو امام مخصوص ہیں اور قطب جماعت سے اخص الخاص ہوتا ہے۔

اِس طریق میں ابدال کا لفظ مشترک ہوتا ہے۔ اَبدال کا اطلاق اُس پر ہوتا ہے جس کی بڑی صفات، اچھے اوصاف میں تبدیل ہو جائیں۔ اور

اِس کا اطلاق مخصوص تعداد پر ہوتا ہے جو بعض کے نزدیک چالیس ہے۔ اِس صفت کے لئے جس میں وہ جمع ہیں اور اِن میں سے جو کہتا ہے اُن کی تعداد سات ہے۔ ہم سے جو لوگ کہتے ہیں سات ہیں۔ وہ اَوتاد میں سے سات ابدال الگ نکلے ہیں اور ہم سے جو کہتا ہے کہ ابدال سے چار اُوتاد ہیں تو لازماً ابدال سات ہیں اور اِن سات سے وہ چار اُوتاد اور دو امام اور ایک قطب ہے اور یہ جملہ ابدال ہیں۔ اِن کا نام ابدال اِس لئے ہے کہ اُن میں سے جب ایک فوت ہوتا ہے تو دوسرا اُس کا بدل ہو جاتا ہے۔ اور چالیس میں سے ایک کو لے لیا جاتا ہے اور تین سو سے ایک کو لے کر چالیس کو پورا کیا جاتا ہے اور تین سو کو ایک صالح مومن کے ساتھ پورا کیا جاتا ہے۔

اَوتاد و اَبدال کے مقامات

بعض نے کہا ہے کہ انہیں ابدال سے اِس لئے موسُوم کیا جاتا ہے کہ اُنہیں ایسی قوت عطا کی جاتی ہے کہ وہ جہاں چاہیں اپنا بدل چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ اُن سے عِلم پر اُن کے نفوس میں اَمر قائم کرے اور اگر اُن کے عِلم پر نہیں تو وُہ اِس مقام کے اصحاب سے نہیں اور بَدل کبھی صُلحاء اُمت سے اور کبھی افراد سے ہوتا ہے اور اُن ابدال کی طرح اُن چار اوتاد کی مثل ہوتی ہے جن کا ذکر ہم نے اِس سے پہلے باب میں رُوحانیتِ الٰہی اور رُوحانیتِ اَلیّت میں کیا ہے۔

پس اِن میں سے وُہ ہیں جو حضرت آدم علیہ السّلام کے قلب پر ہیں اور وُہ ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے قلب پر ہیں اور وُہ ہیں جو حضرت عیسٰے علیہ السّلام کے قلب پر ہیں اور وُہ ہیں جو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم کے قلبِ اطہرہ پر ہیں۔

اِن میں سے بعض کی مددگار حضرت اسرافیل علیہ السّلام کی رُوحانیت ہے اور بعض کی مدد حضرت میکائیل علیہ السّلام کی رُوحانیت کرتی ہے۔ بعض کی امداد حضرت جبرئیل علیہ السّلام کی رُوحانیت اور بعض کی امداد حضرتِ عزرائیل علیہ السّلام کی رُوحانیت کرتی ہے۔

ہر وتد کے لئے بیت اللہ شریف کے ارکان سے ایک رُکن ہے تو جو وتد حضرت آدم علیہ السّلام کے قلب پر ہے اُس کے لئے رُکن شامی ہے اور جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قلب پر ہے اُس کا رُکن حجرِ اسود ہے اور یہ بحمد اللہ ہمارے لئے ہے۔ ہمارے زمانہ میں بعض ارکان سے ربیع بن محمود ماردینی لکڑہارا تھا۔ جب وہ فوت ہُوا تو اُس کا جانشین دُوسرا شخص ہُوا۔ شیخ ابُوعلی ہواری کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کے کشف میں اُن پر مطلع فرمایا تھا۔ اِس سے پہلے کہ وہ اُنہیں پہچانتا اور اُسے اُن کی صورتوں کا تحقق ہوتا۔ پس اُس نے اپنی وفات سے پہلے اُن میں سے تین اشخاص کو عالمِ حس میں دیکھ لیا تھا جن میں سے ایک تو ربیع ماردینی کو دیکھا تھا اور دُوسرا شخص جسے اُس نے دیکھا فارس کا تھا اور تیسرا شخص مَیں تھا جسے اُس نے دیکھا تھا۔ اور ہمارے ساتھ رہنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ پانچ سو ننانوے (۵۹۹) ہجری میں فوت ہُوا اور مجھے اُس کی خبر دیتے ہوئے کہا۔ مَیں نے چوتھے کو نہیں دیکھا اور وہ ایک حبشی تھا۔

اوتاد کے علوم

جاننا چاہیئے کہ یہ اَوتاد بہت سے علوم پر حاوی ہوتے ہیں اور اُن کے

لئے وہ علم لازمی ہے جس کے ساتھ وہ اُوتاد ہوتے ہیں پس علوم سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اِن میں سے وہ ہیں جن کے لئے پندرہ علوم ہیں اور اِن میں سے وہ ہیں جن کے لئے اٹھارہ[۱۸] علم لازمی ہیں اور اِن میں سے وہ ہیں جن کے لئے اکیس[۲۱] علم ہیں اور اِن میں سے وہ ہیں جن کے لئے چوبیس علم ہیں۔ اصنافِ علم کی تعداد کثیر ہے اِن میں سے ہر ایک کے لئے علوم کی اصناف ہیں جو اِس سے اُس کے لئے لازمی ہے۔ کبھی ایک یا وہ سب علم با جماعت کے تمام علم اور زیادہ بھی جمع کر لیتے ہیں ولیکن اِن میں سے ہر ایک کے لئے خاص وہ ہیں جن کی تعداد ہم نے بیان کی ہے پس وہ اِس میں شرط ہے اور کبھی اُس کے لئے علم نہیں ہوتا اور نہ اُن میں سے کسی ایک کے لئے زائد علم ہوتا ہے اور اُس سے جو علم اُس کے ساتھیوں کے پاس علم ہے جس سے اُن کے پاس نہیں تو اُن سے جو اُس کے لئے اُس وجہ پر ہوتا ہے وہ علم ہے اور وہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ابلیس کی طرف سے یہ قول ہے۔

ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ

وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ (الاعراف ۷)

پھر میں اُن کے پاس اُن کے سامنے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے پیچھے سے آؤں گا۔ اور ہر جہت کے لئے ایک وتد ہے جو قیامت کے دن اُس شخص کی شفاعت اُس جہت سے کرے گا جس طرف سے ابلیس اُس پر داخل ہُوا ہوگا

اُوتاد کے علوم کا تعیّن جس وتد کے لئے وجہ یعنی سامنے کی سمت ہے

اُسے یہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔

عِلمِ اصطلام و وَجد اور شوق وعشق اور غامضات مسائل، علمِ نظر، علمِ ریاضت، علمِ طبیعت، علمِ الٰہی، علمِ میزان، علمِ انوار، علمِ سبحات وجیہہ، علم مشاہدہ، علمِ فنا، علمِ تسخیر الارواح، علمِ استنزالاتِ رُوحانیتِ علوی، علمِ حرکت، علمِ ابلیس، علمِ مجاہدہ، علمِ حشر، علمِ نشر، علمِ موازینِ اعمال، علمِ جہنّم، علمِ صراط،

جس وتد کے لئے بائیں سمت ہے اُسے یہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔

علمِ اسرار، علمِ غیوب، علمِ کنُوز، علمِ نباتات، علمِ معدن، علمِ حیوان، علمِ امُورِ مخفی، علمِ آب، علمِ تکوین، علمِ تلوین، علمِ رسُوخ، علمِ ثبات، علمِ مقام، علمِ قدم، علمِ فصول مقوّمہ، علمِ اعیان، علمِ سکُون، علمِ دُنیا، علمِ جنّت، علمِ خلُود، علمِ تقلبات یعنی تبدیلی۔

جس کے لئے دائیں سمت ہے اُسے یہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔

علمِ برازخ، علمِ ارواحِ برزخیہ، علمِ گفتگوئے طائراں، ہواؤں کی زبان کا علم، علمِ تنزیل، علمِ استحالات، علمِ زجر، علمِ مشاہدہ ذات، علمِ تحریک نفوس، علمِ میلان، علمِ معراج، علمِ رسالت، علمِ کلام، علمِ انفاس، علمِ احوال، علمِ سماع، علمِ حیرت، علمِ ھویٰ وخواہشات،

جس کے لئے پچھلی سمت ہے اُس کے لئے یہ علوم ہیں۔

علمِ حیات، عقائد سے متعلق علمِ احوال، علمِ نفس، علمِ تجلّی، علمِ منصّات، علمِ نکاح، علمِ رحمت، علمِ تعاطف، علمِ مودّت، علمِ ذوق، علمِ شرب، علم الرّیٰ، علمِ جواہر القرآن، علمِ دُرّ الفرقان، علمِ نفس اَمّارہ۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہر وتد کے لئے یہ علُوم لازم ہیں تو جو اِس پر اِن سے زیادہ ہے۔ وہ اختصاص الٰہی ہے۔ ہم نے اَوتاد کے مراتب بیان

کر دیئے ہیں اور ہم اُس باب میں تھے جو پہلے بیان ہُوا اور جو ابدال کے ساتھ محقق ہے اور ہم نے اِس کتاب کی منازل کی فصل میں اُس اُمر کو بیان کر دیا ہے۔ جن اعضاؤں کے ساتھ قطب اور دو امام مخصوص ہیں اِسے پُورے طور پر اِس کتاب کے دو سو سترویں باب میں بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا اور سیدھا راستہ دِکھاتا ہے۔

اَلحَمدُ لِلّٰہ سولہویں باب کا ترجمہ تمام ہُوا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

سترھواں باب

علومِ کونیہ کے تبدیل ہونے کی معرفت اور علومِ الٰہیہ معاونینِ اعلیہ کا بیان

علوم الکون تنتقل انتقالا — وعلم الوجہ لایرجو روالا
فنثبتہا وتنفیہا جمیعا — ونقطع نجدھا حالا فحالا
الھی کیف یعلمکم سواکم — وتلک من تبارک أوتعالی
الھی کیف یعلمکم سواکم — وھل غیر یکون لکم مثالا
ومن طلب الطریق بلادلیل — الھی لقد طلب المحالا
الھی کیف تھواکم قلوب — وماترجو التألف والوصالا
الھی کیف یعرفکم سواکم — وھل شئ سواکم لا ولالا
الھی کیف تبصرکم عیون — ولست النیرات ولاالظلالا
الھی لاأری نفسی سواکم — وکیف أری المحال أوالضلالا
الھی أنت أنت وان انی — لیطلب من انایتک النوالا
لفقرقام عندی من وجودی — تولد من غناک فکان حالا
واُطلعنی لیظھرنی الیہ — ولم یرنی سواہ فکنت آلا
ومن قصد السراب یریدما — یری عین الحیاۃ بہ زلالا
اناالکون الذی لاشئ مثلی — ومن انامثلہ قبل المثالا
وذامن اعجب الاشیاء فانظر — عساک تری بمائلہ استحالا
فمافی الکون غیروجودفرد — تنزہ أن یقاوم أو ینالا

علومِ کون منتقل ہوتے رہتے ہیں اور علم وجہ کے زوال کی اُمید نہیں۔
پس ہم اُن تمام کا اثبات اور نفی کرتے ہیں اور ہم حالاً فحالاً اُس کی بلندی کو قطع کرتے ہیں۔
الٰہی! آپ کو آپ کے سوا کیسے جان سکتے ہیں اور کیا غیر آپ کی مثل ہو گا؟
الٰہی! جو بغیر دلیل کے راستہ تلاش کرتا ہے وہ محال کو تلاش کرتا ہے۔
الٰہی! تالیف و وصال سے ناامید قلوب آپ کی خواہش کیسے کرتے ہیں۔
الٰہی! آپ کے سوا آپ کو کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔ کیا آپ کے سوا کوئی چیز ہے نہیں! نہیں۔ اور نہیں۔
الٰہی! آپ کو آنکھیں کیسے دیکھ سکتی ہیں اور آپ نہ نور ہیں نہ سایہ ہیں۔
الٰہی! میں اپنے نفس کو آپ کے سوا نہیں دیکھتا اور محال و گمراہی کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔
الٰہی! آپ آپ ہیں اور بے شک میں میں ہوں تاکہ طالب آپ کی اَنانیت سے بخشش طلب کرے۔
میرے نزدیک میرا وجود محتاجی اور فقر سے قائم ہوا۔ اور آپ کی غنا سے تولّد ہوا تو یہ حال پایا۔
مجھے مطلع کیا گیا تاکہ مجھے اُس پر ظاہر کیا جائے اور مجھے اُس کے سوا نے نہیں دیکھا تو میں آلۂ کار ہوں۔
اور جو پانی کے ارادے سے سراب کا قصد کرتا ہے کیا وہ اِس کے

ساتھ چشمۂ حیات سے آبِ زلال دیکھتا ہے ۔ ہیں وہ کائنات ہوں کہ میری مثل کوئی
چیز نہیں اور میں وہ ہوں جس کی مثل پہلی مثالیں ہیں ۔
اور یہ تعجب خیز اشیاء سے ہے ۔ دیکھیں شاید تمہیں اس کی مماثلت
محال ہو ۔
کائنات میں غیر وجود نہیں ۔ وہ اکیلا کسی اور وجود کے قیام اور پہنچنے سے
پاک ہے ۔

اُس کی ہر روز نئی شان ہے

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے ۔ جاننا چاہیئے کہ عالم میں جو کچھ ہے ۔ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے پس عالمِ زمان ہر زمانہ میں اور عالم انفاس ہر نفس میں اور عالمِ تجلی ہر تجلی میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد علت ہے ۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ   الرحمٰن آیت ۲۹

وہ ہر روز نئی شان میں ہے ۔
اور اس کی تائید اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے ۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ   الرحمٰن آیت ۳۰

جنوں اور انسانوں ہم عنقریب تمہارے کام نپٹا دیں گے ۔
ہر انسان اپنی حرکات و سکنات میں اپنی ذات سے اپنے دل میں طرح طرح کے خواطر پاتا ہے تو اس تبدیلی سے اعلیٰ و اسفل عالم میں نہیں ہوگا ۔

مگر جو ہوگا وہ توجہِ الٰہی سے تجلیِ خاص سے عین کے لئے ہوگا۔ تو اُس کا استناد اُس تجلی سے اُسے اُس کی حقیقت عطا ہونے کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

علومِ کونیہ

جان لیں کہ معارفِ کونیہ سے وہ علوم ہیں جو اکوان سے ماخوذ ہیں اور اُن کی معلومات اکوان ہیں اور وہ علوم ہیں جنہیں اکوان سے اَخذ کیا گیا اور اُن کی معلومات نسبتیں ہیں اور نسبتیں اکوان نہیں ہیں اور وہ علوم ہیں جو اکوان سے اَخذ ہوتے ہیں اور اُن کا معلوم ذاتِ حق تعالیٰ ہے اور وہ علوم ہیں جو حق تعالیٰ سے اَخذ کئے جاتے ہیں اور اُن کا معلوم اکوان ہیں اور وہ علوم ہیں جو نسبتوں سے اَخذ کئے جاتے ہیں اور اُن کا معلوم اکوان ہیں اور اِن سب کا نام علومِ کونیہ ہے اور یہ بھی اپنی معلومات کی مُنتقلی کے ساتھ اپنے احوال اور صُورت انتقال میں مُنتقل ہوتے رہتے ہیں۔

انسان ابتداً ہیں اکوان میں سے کسی کون کی معرفت طلب کرتا ہے۔ یا اکوان سے اپنی مطلوبہ کائنات پر دلیل پکڑتا ہے تو جب اُسے یہ مطلوب حاصل ہو جاتا ہے اُس میں اُس کے لئے وجہُ الحق کا ظہور ہوتا ہے اور اُس کے لئے یہ وجہ مطلوب نہیں ہوتا تو یہ طالب اُس کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتا ہے اور پہلے قصد کو ترک کر دیتا ہے اور علم مُنتقل ہو کر اُسے طلب کرتا ہے جو اُسے یہ وجہ عطا کرتا ہے۔ اِن میں سے وہ ہے جو اِسے پہچان لیتا ہے اور اِن میں سے وہ ہے جس کا یہ حال ہے اور وہ اُسے نہیں پہچانتا جو اُس سے مُنتقل ہُوا اور جو اُس کی طرف مُنتقل ہوا۔ یہاں تک کہ بعض اہلِ طریق ڈگمگا جاتے ہیں۔ پس کہا جب تم اَیسے شخص کو دیکھو جو ایک حال پر چالیس روز

رہے تو جان لے کہ وہ آئینہ عجیب ہے اور کیا حقائق یہ بتاتے ہیں کہ دو زمانوں یا دو نفسوں سے کوئی ایک حال پر باقی رہے تو اُلوہیت اُسکے حق میں فعل معطل کر دیتی ہے یہ وہ امر ہے جسکا تصور سوائے اِس بات کے نہیں کیا جا سکتا کہ یہ عارف نہیں جانتا کہ امثال ہیں انتقال منتقل ہونے سے کیا مراد ہے، تو کسی چیز سے اُسکی مثل کی طرف مع الانفاس کے منتقل ہو تو اُس پر صورت کا التباس اُس پر اُس شخص کے بدلنے سے ہے جس کا پہلا حال اُس کے تخیل میں تھا"

جیسا کہ کہتے ہیں خلاں ما زال الیوم ماشیا و ما قعد اور شک نہیں کہ چلنا بہت سی حرکات ہیں اور یہ ہر حرکت دوسری کی عین نہیں بلکہ یہ اُس کی مثل ہے اور اور آپ جانتے ہیں کہ اِس کے انتقال کے ساتھ منتقل ہو تو کہتے ہیں " ما تغیر علیہ الحال و کم تغیرت علیہ من الاحوال"

فصل - علومِ الٰہیہ کے انتقالات

رہے علوم الٰہیہ کے انتقالات تو یہ وہ استرسال ہے جس کی طرف امام حرمین ابو المعالی گئے ہیں اور وہ تعلقات ہیں جن کی طرف محمد بن عمر بن خطیب رازی گئے ہیں،

رہے ہم اہل طریقت میں سے قدم راسخ والے حضرات تو وہ یہاں لفظ انتقالات نہیں کہتے کیونکہ حق تعالےٰ کے ہاں چیزیں مشہود و معلوم اور اعیان و احوال انہی صورتوں پر ہیں جن پر تھے۔ اور ان میں سے جو شخص اِن اعیان کو اُس طرف پر پاتا ہے جو لا متناہی نہیں تو وہ نہ ابن خطیب کے مذہب پر " تعلقات " کی بات کرتا ہے اور نہ امام حرمین ابو معالی کے مذہب پر استرسال ہو گا اللہ ان سب پر راضی ہو"

درست عقلی دلیل

اور درست عقلی دلیل وہ امر عطا کرتی ہے جس کی طرف ہم گئے ہیں اور یہ وہ ہے جس کا ذکر اہل اللہ نے کیا ہے اور وہ اِس پر اُس امر سے واقفیت رکھتے ہیں جو اُنہیں کشف اُس مقام سے عطا کرتا ہے جو طَورِ عقل سے وراء ہے تو تمام نے اِس کی تصدیق کی ہے اور ہر قوّت اپنی حیثیت کے مطابق عطا کرتی ہے۔ تو جب اللہ تعالےٰ نے اُعیان کو بنایا تو بیشک اُس کے لئے بنایا جو اُس کے لئے نہیں اور یہ اُس کے حالات ہیں جو مکان و زمان کے اختلاف پر مکان و زمان کے ساتھ ہیں تو اُس کے لئے اِن اُعیان و احوال سے تتالی و توابع پر ایک کے بعد دوسری چیز کا کشف ہے اور یہ کشف محدود نہیں بلکہ لا محدود و لا متناہی کی طرف ہوگا، تو اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت کا امر ایک ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ؛

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ[1]

یعنی اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک جھپکنا "

اور نفس میں گنتی کی کثرت ہے اور یہ امر ہمیں اِس وقت حاصل ہے اور ہم پر اِس میں اختلال میں نہیں اور کثرت میں وحدت کا امر نہ ہمارے ہاں غائب ہوتا ہے اور نہ زائل اور اُس امر کی ہر وہ شخص گواہی دے گا جو یہاں اِس مثال کو سمجھنے سے ذوق لے گا کہ وحدت میں کثرت اُسی طرح ہے جیسے ایک شخص کے مختلف احوال ہوتے ہیں "

---

[1] القمر آیت ۵۰

صُورت کی صُورت کشی کی گئی جس پر وُہ ہے۔ ایسے ہی ہر شخص ہے اور آپ کے اور اِن صُورتوں کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا۔ پس آپ کے لئے اُن سے صُورتیں کھولی جاتی ہیں اور آپ منجملہ اُس کے ہیں جس کے لئے اُس میں صُورت ہے پس پردہ اٹھنے کے وقت ایک ہی نظر کے ساتھ آپ اُن سب کا اِدراک کرلیں گے۔

پس اِس مطابقت میں اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ نے اِن صُورتوں سے اعراض نہیں فرمایا بلکہ اُن کے لئے اُن سے کشف فرمایا اور اُن کے لئے اُن کی حالتِ وجُود کو مُلتبس فرمایا۔ پس اُنہوں نے اپنے نفس کا معائنہ کیا جس پر وُہ صُورتیں ہمیشہ رہیں گی۔ اور حق تعالیٰ کی نظر کے حق میں نہ ماضی کا زمانہ ہے نہ مُستقبل کا۔ بلکہ اِس میں صُورتوں کی تعداد کے ساتھ اُن کے مراتب اُسے معلوم ہیں اور اُن کے مراتب تناہی اور حصر کے ساتھ مُتّصِف نہیں اور نہ اُن کے لئے حَد ہے کہ اُس کے نزدیک توقّف ہو۔

اَیسے ہی تمام ممکنات کا اُن کے عدم و وجُود کے حال میں حق تعالیٰ کا اِدراک ہے تو اُس پر اُس کے خیال میں احوال متنوّع ہیں تو اُس کے علم میں نہیں۔ اِس علم کے لئے اُنہوں نے کشف سے استفادہ کیا ہے نہ کہ اُس حالت پر جو اُن کے نزدیک نہ تھی۔ پس اِس کی تحقیق کریں کیونکہ یہ مسئلہ مخفی اور گہرا ہے جس کا تعلق قدر کے راز سے ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے بہت کم لوگ اِس پر واقفیت رکھتے ہیں۔

خُدا کے ساتھ علم کی اقسام

رہا ہمارے عِلم باللہ کا تعلق تو یہ دو قِسموں پر ہے۔ قسمِ اوّل ذاتِ

الٰہیہ کی معرفت ہے اور یہ شہود اور رویت پر موقوف ہے لیکن اس رویت کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

قسم دوم اُس کے معبود ہونے کی معرفت ہے اور یہ دو اُمروں پر یا دونوں میں سے کسی ایک پر موقوف ہے اور وہ امر عطا ہے اور دوسرا اَمر نظر اور استدلال ہے اور یہ وہی اکتسابی معرفت ہے۔

رہا اُس کے مختار ہونے کا علم؟ تو اختیار اُس کی احدیتِ مشیت کے معارض ہے تو جب اس کے ساتھ توصیف ہوگی تو نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہوگی، اور یہ اُس پر ممکن کی حیثیت سے ہے نہ کہ اُس حیثیت سے ہے جو اُس پر حق ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلٰکنْ حق القول منی

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا!

افمن حقت علیہ کلمۃ العزاب

اور فرمایا!

ومایبدل القول لدی ق آیت ۲۹

ہمارے یہاں بات نہیں بدلتی۔

اور یہ آیت کتنے اچھے انداز سے پوری فرمائی۔

وما انا بظلام للعبید ق آیت ۲۹

اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اور یہاں قدر کے راز سے خبردار کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اُس کی مخلوق پر حجّتِ بالغہ ہے اور یہ وہ اَمر ہے جو جنابِ حق تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور یہی وہ امر ہے جو کائنات کی طرف لوٹتا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا ۔ السجدہ آیت ۱۳

اور اگر ہم چاہتے تو ہر ایک کو ہدایت پر لے آتے۔

پس ہم نے نہیں چاہا ولیکن استدراک توصیل کے لئے ہے کیونکہ ممکن اپنی حقیقت کے اعتبار سے ہدایت اور گمراہی کے قابل ہوتا ہے تو یہ مقام انقسام ہے اور اس پر تقسیم وارد ہوتی ہے اور نفس الامر میں اللہ تعالیٰ کے لئے اس میں نہیں مگر ایک اَمر اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک ممکن حال کی جہت سے معلوم ہے۔

مسئلہ :۔ ظاہر اور معقول اَمر ہے کہ شاہد کے حق میں عدم مثال کی اختراع اللہ تبارک وتعالیٰ کے اَمر میں ہمیشہ مشہود و معلوم ہے جیسا کہ ہم نے کتاب معرفت باللہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم بالاشیاء میں مقرر کیا ہے۔

مسئلہ :۔ اسماء الٰہی نسبتیں اور اضافات ہیں جو عینِ واحدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں اس میں وجودِ اعیان کے ساتھ کثرت درست نہیں جیسا کہ اُس اہل نظر کا گمان ہے جسے علمِ باللہ حاصل نہیں۔

اگر اعیان کی صفات زائد ہوتیں اور وہ اِلٰہ نہیں مگر الوہیت ان کے ساتھ معلول ہوتی ہیں تو یہ اَمر خالی نہیں کہ یہ عین اِلٰہ ہوتیں۔ پس اپنی ذات کے لئے علت نہیں ہوتی یا وہ نہ ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس علت

کے لئے معلول نہیں جو اُس کی عین نہیں۔ کیونکہ عِلت رُتبہ کے ساتھ معلول پر مُقدم ہے تو اِس سے اللہ تعالیٰ کے لئے اِن اعیانِ زائدہ کے لئے معلول ہونے سے محتاجی لازم آتی ہے جو اُس کے لئے عِلت ہیں اور یہ مُحال ہے۔

پھر یہ امر بھی ہے کہ معلول چیز کے لئے دو علّتیں نہیں ہوں گی اور یہ بہت سی ہیں اور اِلٰہ نہیں ہوگا مگر اِن کے ساتھ تو یہ باطل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پر اسماء و صفات اعیانِ زائدہ ہوں اور اللہ تبارک و تعالیٰ ظالموں کے قول سے بُلند و بزرگ ہے۔

مسئلہ:۔ آئینے کی صُورت میں برزخی جسم ہے جیسا کہ مونے والا اُس صُورت کو دیکھتا ہے جب وُہ خارجی صُورت کے موافق ہو۔ اور ایسے ہی مُردہ اور مکاشف ہے جب آئینہ ایک خاص شکل پر ہُوگا تو جو اُسے برزخ سے عطا کیا جائے گا۔ آئینے کی صُورت اُسے بہت سچ دکھائے گی اور جرم کی مقدار خاص ہوگی۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو جو اُسے عطا کیا جائے گا اُس کی پُوری تصدیق نہیں کرے گا۔ بلکہ بعض کی تصدیق کرے گا۔

جاننا چاہیئے کہ دیکھی جانے والی شکلیں مختلف ہیں تو صُورتیں بھی مختلف ہیں۔ اگر مرئیات کی طرف انعکاس کے ساتھ دیکھا جاتے گا جیسا کہ بعض لوگ دیکھتے ہیں تو دیکھنے والا اُس کا اِدراک اُس حیثیت سے کرتا ہے جس پر اُس کا جرم بڑا یا چھوٹا ہے اور ہم چھوٹے صقیل جسم کو دیکھنے میں بڑی صُورت کو فی نفسہٖ چھوٹی کو دیکھتے ہیں۔ اَیسے ہی بڑا صقیل جسم دیکھنے والے کی آنکھ میں صُورت کو بڑا کر دیتا ہے اور اپنی حَد سے نکل جاتا ہے ایسے ہی چوڑا لمبا اور مَوجزن ہے۔

انعکاسات یہ امر عطا نہیں کرتے تو ہمارا کہنا مُمکن نہیں مگر یہ کہ صقیل

جسم اُن امُور سے ایک ہے جو صُوَرِ برزخیہ عطا کرتا ہے۔ لہٰذا اس میں رویّت کا تعلق نہیں مگر محسُوسات کے ساتھ کیونکہ خیال صُورتِ محسُوسہ کو پکڑتا ہے یا اُسے پکڑتا ہے جو اجزاءِ محسُوسہ سے مرکّب ہو۔ جس کی ترکیب قوّتِ مُصوّرہ سے ہو، پس وُہ صُورت عطا کرتی ہے جس کے لئے حِس میں ہرگز وجُود نہیں لیکن وُہ اجزاء ہیں جن سے اس محسُوسہ صُورت کی ترکیب ہُوئی۔ اِس لئے دیکھنے والے کو شک نہیں ہوتا۔

مسئلہ :۔ تمام کے نزدیک موجودات میں جو کامِل ترین پیدائش ظاہر ہُوئی وُہ انسان ہے۔ کیونکہ انسان صُورت پر پیدا کیا گیا ہے نہ کہ یہ کمال حیوانِ ناطق انسان اور اُس کی صُورت کے لئے ہے لیکن یہ لازم نہیں آتا کہ وُہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک افضل ہو تو وُہ مجموعی اعتبار سے کامِل تر ہو۔ اگر وُہ کہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ المومن آیت ۵۷

بے شک عقل مندوں کے نزدیک آسمانوں اور زمین کا بنانا آدمیوں کے بنانے سے بہت بڑھ کر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

انسان کی بڑائی رُوحانیت کے اعتبار سے ہے

اِس آیت کریمہ سے معلوم ہُوا کہ جرم میں بڑا ہونا مُراد نہیں بلکہ معنیٰ میں بڑا ہونا مُراد ہے۔ ہم اس کے لئے کہتے ہیں کہ یہ سچ ہے۔ لیکن کس نے کہا کہ وُہ رُوحانیت میں اس سے بڑا ہے بلکہ آسمانوں اور

زمین کے معنی اُس حیثیت سے ہیں جو دونوں میں سے ہر ایک پر دونوں کے اجرام کے لئے خاص نظم سے مفرد معنی کے طریق سے دلالت کرتے ہیں تو یہ جسم انسان سے معنی میں بڑے ہیں نہ کہ ہر انسان سے، اس لئے آسمانوں اور زمین کی حرکت سے مولدات و تکوینیات کے اعیان کا صدور ہوتا ہے اور انسان اپنے جرم کی حیثیت سے مولدات سے ہے اور یہ انسان سے صادر نہیں ہوتا اس سے ہی عناصر کی طبیعت ہے اس لئے دونوں انسان کی تخلیق سے بڑے ہیں کیونکہ دونوں انسان کے لئے والدین کی طرح ہیں اور یہ اُس امر سے ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان نازل ہوتا ہے اور ہم اس امر کو انسان کامل میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ کامل تر ہے۔ رہا انسان کا اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک افضل ہونا ہے تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ وحدہٗ کے لئے ہے۔ کیونکہ مخلوق نہیں جانتی نفسِ خالق میں کیا ہے سوائے اُس کے جس کا علم اُس کی طرف سے عطا ہو۔

مسئلہ:۔ حق تعالیٰ کے لئے نفسیہ ثبوتیہ صفت نہیں سوائے ایک کے اُس کے لئے جائز نہیں کہ اُس کے لئے دو یا زائد صفتیں ہوں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو گا تو وہ دونوں سے یا اُن سب سے مرکب ہو گا اور ترکیب اُس کے حق میں محال ہے۔ پس ایک صفت پر صفتِ زائدہ ثبوتیہ محال ہے۔

اسماء و صفاتِ الٰہی اشیا نہیں

مسئلہ:۔ صفاتِ خداوندی نسبتیں اور اضافتیں ہیں اور نسبتیں امورِ عدلیہ ہیں اور وہاں تمام وجوہ سے ذاتِ واحد کے سوا کچھ نہیں۔ اس لئے دوسرے امر میں بندوں کا رحمت کئے گئے ہونا جائز ہے اور ان پر اُس کی رحمت

کا لاانتہا کی طرف نہ ہونا سرمدی اور دائمی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اِس امر میں اُس پر کِسی کا جبر نہیں اور اسماء و صِفات وہ اعیان نہیں جن پر اشیاء میں حُکم واجب ہو، پس تمام کے لئے رحمت کی شمولیت سے کوئی امر مانع نہیں اور بالخصوص وارد ہوا ہے کہ رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی ۔چنانچہ جب غضب رحمت کی طرف مُنتہی ہوگا رحمت کا حکم ہوگا تو یہ اُسی امر پر ہوگا جو ہم نے کہا ہے ۔ اِس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

لَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا

اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت دیتا — الرعد آیت ۳۱

پس دُنیا میں اس مشیت کا حکم تکلیف کے ساتھ ہوگا ۔ آخرت میں تو اِس کا حکم اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کے لئے ہے ۔ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۔ یعنی وُہ جو چاہے کرتا ہے تو جو شخص انداز اً اُس پر دلیل لاتا ہے کہ اہلِ نار پر سرمدی عذاب ہے اور لازم ہے کہ عالم میں ایک پر ہو۔ یا سب پر یہاں تک کہ اسمِ مُعذِّب، مُبلی، مُنتقم اور اِس کی امثال کا حُکم درست ہو اور اسمِ مُبلی اور اِس کی امثال نسبت و اضافت ہے نہ کہ عین موجودہ اور موجُود ذات لاموجُود کے تحت کیسے ہو سکتی ہے ۔ پس لَوْ شَاءَ اور لَئِنْ شِئْنَا کے ارشاد میں جو بیان ہُوا اُس اصل کے لئے ہے اور اس کے لئے اطلاق ہے اور وہاں نص نہیں جس کی طرف رجوع ہو اور نہ اُس کی طرف سرمدی عذاب کرنے میں احتمال کا طریق ہو جیسا کہ ہمارے لئے سرمدی جنّت ہے تو جواز کے علاوہ باقی نہیں اور یقیناً وُہ دُنیا و آخرت میں رحمٰن ہے ۔ اگر آپ اُس امر کو جس کی طرف ہم نے اشارا کیا ہے سمجھ لیں گے تو آپ کی تشغیب میں کمی آجائے گی ۔ بلکہ بالکل زائل ہو جاتے گی ۔

مسئلہ :۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پر جواز کا اطلاق اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں سوئے ادبی ہے اور جواز کا اطلاق ممکن پر کرنے سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور یہی لائق ہے۔ کیوں کہ نہ اس کے ساتھ شریعت وارد ہوتی ہے اور نہ اس پر عقل دلالت کرتی ہے پس اس پر غور کریں اور اسی قدر کافی ہے کیونکہ علم الٰہی احاطہ و استقصاء سے وسیع تر ہے۔

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سترھویں باب کا ترجمہ پورا ہوا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اٹھارہواں باب

متہجدین کے علم اور جو اُس کے ساتھ مسائل سے تعلق رکھتے ہیں اور مراتب علوم میں اُس کی مقدار سے ہے اور جو وجود میں اُس سے علوم ظاہر ہوتے ہیں کی معرفت کا بیان

علم التہجد علم الغیب لیس لہ — فی منزل العین احساس ولا نظر
ان التنزل یعطیہ وان لہ — فی عینہ سوراتعلوبہ صور
فان دعاہ الی المعراج خالقہ — بدت لہ بین اعلام العلی سور
فکل منزلۃ تعطیہ منزلۃ — اذا تحکم فی اجفانہ السھر
مالم ینم ھذہ فی اللیل حالتہ — او یدرک الفجر فی آفاقہ البصر
نوافح الزھر لا تعطیک رائحۃ — مالم یجد بالنسیم اللین السحر
ان اھلوک ان حلت منا صبھا — ھا مع السوقۃ الاسرار والسھر

تہجد کا علم علمِ غیب ہے اُس کے لئے منزل عین میں نہ احساس ہے نہ نظر۔
بے شک اُسے تنزل عطا کرتا ہے اور اُس کی عین میں دیوار ہے جس کے ساتھ صورتیں بلند ہوتی ہیں۔
اگر اُس کا خالق اُسے معراج کی طرف بُلاتے تو اُس کے لئے بلند پرچموں کے درمیان دیواریں ظاہر ہوں گی۔

جب اُس کی پلکوں میں بیداری مضبوط ہو جاتی ہے تو ہر منزل اُسے منزلت عطا کرتی ہے۔

وُہ نہیں سوتے گا تو رات میں اُس کی یہی حالت رہے گی یا فجر اپنے آفاق میں بصر کا ادراک کرے گی۔

جب تک نرم نسیمِ سحر نہیں پاؤ گے بوئے گُل آپ کو خوشبو عطا نہیں کرے گی۔

بے شک بادشاہوں کے مناصب جلی ہیں اُن کے لئے رازوں کے بازار اور سمر کی معیّت ہے۔

تہجّد گذار کون ہے اور اُس کا اِسم

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے۔ جان لیں کہ تہجّد پڑھنے والوں کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا خاص اسم نہیں جو اُنہیں تہجّد عطا کرتا ہے۔ اور وُہ اِس میں قائم ہیں جیسا کہ پوری رات قیام کرنے والے کے لئے ہے کیونکہ تمام رات قیام کرنے والے کے لئے اسمِ الٰہی ہے جو اُسے اپنی طرف بلاتا ہے اور اُسے متحرک کرتا ہے۔ کیونکہ تہجّد اُس سے عبارت ہے جو قیام کرتا ہے اور سو جاتا ہے اور پھر قیام کرتا ہے اور سو جاتا ہے اور پھر قیام کرتا ہے۔ جو شخص اپنے رَبّ کی مناجات میں رات کو اِس طرح نہیں کاٹتا وہ تہجّد گذار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

عربی وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ — بنی اسرائیل آیت ۷۹

" اور رات کے کچھ حصّہ میں تہجّد کریں یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔

اور فرمایا!

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ المزمل آیت ۲۰

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی۔

اور حق تعالیٰ کی طرف سے اُس کے لئے خاص علم ہے سوائے اِس کے کہ یہ حالت اسماءِ الٰہیہ میں نہیں پائی جاتی جو اُس کی طرف مستند ہو اور نہ ہی اِس کی طرف اسمِ حق سے قریب تر نسبت کو دیکھا ہے تو اس کی سند اسم حق کی طرف ہے اور اسے یہ اسم قبول کرتا ہے۔ پس ہر وہ علم جو تہجد گذار کے پاس آتا ہے وہ اسمِ حق سے ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صائم الدہر اور قائم اللیل شخص کو فرمایا!

ان لنفسك عليك حقا ولعينك عليك حقا فصم وافطر وقم ونم الحدیث

بے شک تجھ پر تیرے نفس کا حق ہے اور تجھ پر تیری آنکھ کا حق ہے۔ پس روزہ رکھ اور افطار کر اور قیام کر اور سو جا۔

پس اُس کے لئے قیام اور سونے کے درمیان آنکھ سے حقِ نفس کی ادائیگی کو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حقِ نفس کی ادائیگی کو جمع فرمایا گیا اور حقوق کی ادائیگی سوائے اسمِ حق کے نہیں ہوتی اور اسی سے ہوتی ہے اِس کے علاوہ سے نہیں۔ اِس لئے تہجد گذاروں کا اِستناد اِس اِسم کے لئے ہے۔ پھر تہجد گذار کے لئے دوسرا اَمر ہے جس کا کسی کو علم نہیں اور مناجات تہجد کا پھل وہی چکھتا ہے اور اسے ہی اِس کے علوم حاصل ہوتے ہیں جس

کے لئے رات کی نفلی نماز ہے۔

رہا اُس کی فرض نماز کا ناقص ہونا تو آسے اُس کے نوافل سے پُورا کیا جاتا ہے اور اگر تہجد گذار بندے کے نوافل فرائض میں غرق ہو جائیں اور اُس کے نوافل باقی نہ بچیں تو وُہ تہجد گذار نہیں اور نہ ہی وہ صاحب نوافل ہے پس اُسے نوافل کے حال اور اُن کے علوم و تجلیات کا حصول نہیں ہوگا۔

تہجد گذار کی نیند اور نماز کا ثمر

جاننا چاہیئے کہ تہجد گذار کی نیند اُس کی آنکھ کا حق ہے اور اُس کا قیام اُس کے رَبّ کا حق ہے۔ اُس کی نیند میں حق تعالیٰ جو علم اور تجلّی فرماتا ہے وہ اُس کے قیام کا ثمر ہے اور جو قوّت ونشاط اور دونوں کے علوم و تجلیاتِ اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے قیام میں عطا فرماتا ہے وہ اُس کی نیند کا ثمر ہے۔ ایسے ہی بندے کے وُہ تمام اعمال ہیں جو اُس پر فرض ہیں۔ تو تہجد گذاروں کے علوم کا داخل ہونا ایسے ہے۔ جیسا کہ زلف کی لٹ گوندھنے کا تداخل ہے اور یہ علوم نفوس کے لئے اِس التفات سے تلتف کی حیثیت سے ہیں تو اِس التفات یعنی لپٹنے کے لئے اعلیٰ واسفل عالم کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور اسماء افعال و تنزیہہ پر دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَالۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ   القیامت ۲۹

اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

یعنی دُنیا کا اَمر امرِ آخرت کے ساتھ مجتمع ہو گیا اور وُہ نہیں مگر دُنیا

آخرت اور یہ وہ مقامِ محمود ہے جو تہجد کا نتیجہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

بنی اسرائیل آیت ۷۹

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

عسیٰ یعنی عنقریب اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور مقامِ محمود وہ ہے جس کے لئے عواقب تناء ہے یعنی ہر ثناء اُس کی طرف رجوع کرتی ہے، رہا نمازِ تہجد کا اندازہ تو وہ عزیز المقدار ہے اور وہ یہ ہے کہ اُس کے لئے وہ اسمِ الٰہی نہ تھا جس کی طرف استناد ہو سکے جیسا کہ تمام آثارِ جملہ کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ پھر وہ امر ہے جس سے صاحبانِ آثار اور آثار غائب ہو گئے تو طلب کیا جو وہ ہے تو نظر نے اسے اسماءِ الٰہیہ کے کشف کی طرف پھیرا۔ کیا یہ نسبتیں ہیں کہ آثار کا رجوع دیکھیں ؟ کیا یہ رجوع امرِ وجودی یا عدمی کی طرف ہے ؟ جب نظر نے دیکھا کہ اسماء اعیانِ موجودہ نہیں اور بے شک یہ نسبتیں ہیں تو مستند آثار کو امرِ عدمی کی طرف دیکھا۔ پس تہجد گذار نے کہا ! یہ امر کم ہے کہ میرا رجوع عدمی امر کی طرف ہو۔ چنانچہ اس میں نگاہِ امعان کی تو اپنے نفس کو قیام اور نیند کی پیدائش دیکھا اور نیند نفس کا رجوع اُس کی ذات اور اُس کے طلب کردہ امر کی طرف دیکھے گی جب کہ قیام خود پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق کو دیکھے گا۔

تہجد گذاروں کا صلہ

چنانچہ جب اُس کی ذات اِن دو امروں سے مرکب

ہوگی. تو حق کی طرف ذاتِ حق کی حیثیت سے دیکھے گا تو اُس کے لئے یہ ظاہر ہو گا کہ حق جب اپنی ذات کے لئے بذاتہٖ مُنفرد ہے تو عالم نہیں تھا اور جب عالم کی طرف متوجہ ہُوا تو اِس توجّہ کے لئے عین العالم کا ظہور ہو گیا۔ پس اِن مختلف نسبتوں کی توجہ سے تمام عالم کو موجود دیکھا۔ اور تہجّد گذار دیکھتا ہے کہ اُس کی ذات عالم کے علاوہ اُس کے نفس کے لئے نظرِ حق سے مرکّب ہے اور یہ سونے والے کے لئے نیند کی حالت ہے اور اُس کی نظر سے جو عالم کی طرف ہے وہ اُس پر حق تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کے لئے قیام کی حالت ہے۔

پس معلوم ہُوا کہ اُس کی عین کے وجود کا سبب بحیثیت اُن اسماء کی نسبتوں کے مُعرّا ذات کی طرف استناد کے اشرف الاسباب ہے جنہیں عالم اُس کی طرف طلب کرتا ہے بس متحقق ہو گیا کہ اُس کا وجود وجودِ اعظم اور اُس کا عِلم دُوسرے علوم سے درخشاں ہے اور اُسے اُس کا مطلوب حاصل ہو گیا اور یہی اُس کی غرض تھی اور اِس کا سبب اُس کی انکساری اور اُس کا فقر تھا پس اپنی طلب اور ضرورت پوری کرنے میں اِس سے متمثّل کہا۔

رب لیس بتہ ما أتی   بجرہ حتی انقضی وطری
من مقام کنت أعشقہ   بحدیث طیب الخبر

اُس کی خدمت میں کئی راتیں گذار دیں مگر اُس کی فجر نہ آئی کہ میں اپنی ضرورت اور طلب کو پُورا کر دوں۔

اُس مقام سے جس کا میں طیّب خبر گفتگو کے ساتھ عاشق ہُوں۔

اور اسماء کے بارے میں فرمایا۔

لم أجد للاسم مدلولا   غیر من قد کان مفعولا
ثم أعطتنا حقیقتہ   کونہ للعقل معقولا
فتلفظنا بہ أدبا   واعتقدناہ امر مجهولا

سوائے مفعول کے میں نے اسم کے لئے مدلول نہیں پایا۔
پھر ہمیں اُس کی حقیقت عطا کی گئی۔ وہ عقل کے لئے معقول تھی۔
پس اُس کے ساتھ ہمارا تلفظ ادب اور ہمارا عقیدہ غیر معروف امر ہے۔

تہجد گذار کے لئے علوم

اُس کے علم کا اندازہ علوم میں بقدر اُس کے معلوم کے ہے اور وہ ذات معلومات میں ہے پس علم تہجد کے ساتھ تمام اسمار کے علم کا تعلق ہے اور اِس کے ساتھ اس کا زیادہ مستحق اسم قیوم ہے جو لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ہے۔ یعنی نہ اُسے اونگھ پکڑتی ہے نہ نیند اور وہ عبد اپنی مناجات کے حال میں ہے۔
پس وہ اسمار کی تفصیل جانتا ہے یعنی ہر اسم علم ہے جو اُس پر اسرارِ وجودیہ پر اُس حیثیت پر حاوی ہوتا ہے جو حقیقت اُسے یہ اسم عطا کرتا ہے۔
اِس حالت کے ساتھ جن علوم کا تعلق ہے وہ یہ ہیں۔ علم برزخ، صورتوں میں تجلیٔ الٰہی کا علم، علمِ سُوقِ جنت اور خوابوں کی تعبیر کا علم نہ کہ اُس کے دیکھنے کی جہت سے نفسِ خواب کا علم اور یہ اُس طرف سے ہے جدھر سے وہ دیکھتا ہے پس کبھی دیکھنے والا وہ ہے جو اپنی ذات کے لئے دیکھتا ہے، اور کبھی اُس کے لئے دوسرا دیکھتا ہے اور اُس کے لئے تعبیر وہ کرتا ہے جسے نبوت کے اجزار سے علم کی حیثیت سے کوئی جزر میسّر ہو جو اُس صورت کے ساتھ مُراد اور اِس مقام کا صاحب ہے۔

تہجد گذار محسود ہوتا ہے

جاننا چاہیئے کہ تہجد گذار کے لئے جو مقامِ محمود ہے وہ معین دعا والے کے لئے ہوگا اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے وہ یہ ارشاد ہے جس کے ساتھ آپ کو امر کیا جاتا ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ   بنی اسرائیل آیت ۸۰

اور کہیں اے ربّ مجھے سچی طرح داخل کر۔

یعنی اِس مقام کے لئے کیونکہ یہ مَوقف خاص حضرت محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ہے جس میں آپ نے اُن محامد کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد بیان کی جن کا عِلم اُس وقت ہوا جب آپ اُس مقام میں داخل ہوئے۔

وَاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ   بنی اسرائیل آیت ۸۰

اور سچی طرح باہر لے جا۔

یعنی جب میں اِس سے علاوہ مقامات کی طرف منتقل ہو جاؤں اور اور مواقف اِس کے ساتھ اِس لئے اُس کے خروج میں عنایتِ الٰہی ہوگی۔ جیسا کہ اُس کی طرف دخول میں اُس کے ساتھ تھی۔

عربی

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا   بنی اسرائیل آیت ۸۱

اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔

یعنی اِس میں تنازعہ کرنے والوں سے کیونکہ یہ وہ مقامِ شریف ہے۔ جس کے صاحب کا ہمیشہ حسد کیا جاتا ہے۔ چونکہ نفوس اِس کی طرف نہیں پہنچتے تو اِس میں اُن کے اِس حال کی تعظیم کے لئے جس پر وہ ہیں، وجوہِ تدح سے وجہ طلب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اِس مقامِ شریف سے اُن کی طرف نقص منسوب نہ ہو سکے۔

پس اِس مقام والا اُس محبّت کے ساتھ نصرت طلب کرتا ہے جو اِس مرتبہ کے شرف کا انکار کرنے والوں کے لئے دلیل ہو۔

قل جَاءَ الحَقُّ وَزَهقَ البَاطِلُ اِنَّ البَاطِلَ کَانَ زَهُوقًا ۝

بنی اسرائیل آیت ۸۱

اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مِٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔
اور اللہ حق فرماتا اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے

الحمدُ للہ اٹھارویں باب کا ترجمہ ختم ہُوا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اُنیسواں باب

علوم کی کمی اور زیادتی کے سبب وَقُل رَّبِّ زِدۡنِی عِلۡمًا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد اِنَّ اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من صدور العلماء ولکن بقبض العلماء کے بیان میں ——————— !

تجلی وجودالحق فی فلك النفس	دلیل علی ما فی العلوم من النقص
وان غاب عن ذالك التجلی بنفسه	فهل مدرك ایاه بالبحث والفحص
وان ظهرت للعلم فی النفس کثرة	فقد ثبت الستر المحقق بالنص
ولم یبد من شمس الوجود ونورها	علی عالم الارواح شئ سوی القرص
ولیست تنال العین فی غیر مظهر	ولو هلك الانسان من شدة حرص
ولا ریب فی قولی الذی قد بثثته	وما هو بالزور المموه والخرص

فلک نفس میں وجودِ حق کی تجلّی اس امر پر دلیل ہے جو علوم کی کمی سے ہے۔
اور اگر اس تجلّی سے وہ بنفسہٖ غائب ہو تو کیا مدرس بحث و تلاش سے اُس کا اِدراک کر سکے گا۔
اور اگر نفس میں علم کے لئے کثرت ہو تو بے شک نص کے ساتھ پردے کا اثبات محقق ہو جاتا ہے۔
شمسِ وجود اور اس کی روشنی سے عالمِ ارواح پر ٹکیہ سے کوئی چیز

ظاہر نہیں ہوتی۔

اور دوسرے منظہر میں آنکھ نہیں پہنچتی۔ اگرچہ انسان حرص کی شدت سے ہلاک ہو جاتے۔

میں نے اپنے جس قول کو نشر کیا ہے وہ لاریب ہے اور یہ ملمع شدہ دروغ اور اٹکل نہیں۔

علم کا زیادہ ہونا

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی مدد فرماتے جاننا چاہیئے کہ ہر ایک حیوان اور ہر ایک موصوفِ اِدراک ہے کیونکہ وہ ہر نفس میں اِس اِدراک کی حیثیت سے علمِ جدید میں ہے لیکن اِدراک کرنے والا شخص کبھی اُن سے نہیں ہوتا جو اِلا مقرر کرتے ہیں۔ یہ علم ہے تو یہ نفس الامر میں علم ہے پس عالم کے حق میں علوم کے نقص کے ساتھ متصف ہونا وہ اَمر ہے کہ اُس کے اور اشیاءِ کثیرہ کے درمیان اِدراک حائل ہو جاتا ہے جن سے اگر یہ مانع اُس کے ساتھ قائم نہ ہوتا تو اِس کا اِدراک ہو جاتا جیسا کہ وہ شخص جس پر اندھاپن اور بہرہ پن وغیرہ طاری ہو جاتا ہے چونکہ علوم حسبِ معلوم بلند وپست ہیں اِس لئے ہمتوں کا تعلق اُن علوم شریفہ وعالیہ کے ساتھ ہے کہ جب انسان اُن کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے تو اُس کا نفس پاکیزہ اور اُس کا مرتبہ عظیم ہو جاتا ہے، پس اِس کا اعلیٰ ترین مرتبہ علم باللہ ہے اور علم باللہ کی طرف اعلیٰ ترین راستہ علمِ تجلّیات ہے اور اِس کے نیچے علمِ نظر ہے اور علمِ نظر کے نیچے کوئی علم الٰہی نہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ عمومِ خلق میں عقائد ہیں نہ کہ علوم اور یہ علوم وہ ہیں جن کی زیادتی طلب کا

امر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو کیا۔ اِن میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا

اور قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اُس کی وحی پوری نہ ہو لے۔ اور کہو اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے

طٰہٰ آیت ۱۱۴

یعنی میرے عِلم کو اپنے کلام سے زیادہ فرما جو تیرے ساتھ عِلم کو زیادہ کرے کیونکہ یہاں عِلم سے زیادہ ہونا وحی کے وقت شرفِ تانی کے ساتھ عِلم ہے اور معلّم کے ساتھ وُہ ادب کرنا ہے جو اِس کے ساتھ آپ کے رَب سے پہلے آیا۔ اِس لئے یہ آیت پیچھے ہے۔ اُس کا ارشاد ہے۔

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ

اور سب منہ جھک جائیں گے زندہ اور قائم رہنے والے کے حضور، طٰہٰ آیت ۱۱۰

یعنی ذات تو علوم سے مُراد تجلّی ہے اور تحصیلِ علوم کی طرف تجلّی اشرف راستہ ہے اور یہ علوم اذواق ہیں۔

اسمِ ظاہر کی تجلّی

جاننا چاہیئے کہ زیادہ اور کم کے لئے ایک اور باب ہے۔ اِس کا بھی انشاء اللہ العزیز تذکرہ کیا جائے گا اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز کے لئے اور نفسِ انسان کے لئے جُملہ اشیاء سے ظاہراً اور باطناً مقرر فرمایا ہے۔ تو وُہ امور جن کا اِدراک ظاہر کے ساتھ ہوتا ہے اُن کا نام عین ہے، اور جن امور کا اِدراک باطن کے ساتھ ہوتا ہے اُن کا نام عِلم ہے اور حق سبحانہٗ ظاہر و باطن ہے اسی میں اِدراک واقع ہوتا ہے کیونکہ ہر ماسِوا اللہ کو یہ قدرت

نہیں کہ بنفسہٖ کسی چیز کا ادراک کرے۔ اور اس کا ادراک اس امر کے ساتھ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس میں مقرر فرمایا اور حق کی تجلی ہر ایک کے لئے جس کے لئے عالمِ غیب یا شہادت سے تجلی ہے اسمِ ظاہر سے ہے۔

اسمِ باطن سے تجلی نہیں ہوتی

رہا اسمِ باطن، تو اس کی نسبت حقیقت سے ہے اس میں دُنیا و آخرت میں کبھی تجلی واقع نہیں ہوگی کیونکہ تجلی اس کے ظہور سے عبارت ہے جس کے لئے اس تجلی گاہ میں تجلی فرماتے۔ اور وہ اسمِ ظاہر ہے کیونکہ نسبتوں کی معقولیت غیر متبدل ہے۔ اگرچہ اس کے لئے وہ عینی وجود نہیں لیکن اس کے لئے عقلی وجود ہے تو یہ معقول ہے۔

پس جب حق کی تجلی اس میں احسان یا سوال کے جواب میں ہوتی ہے تو ظاہر نفس کے لئے تجلی کے لئے ہے تو برزخِ تمثل میں صورت میں حس کے ساتھ اِدراک واقع ہوتا ہے۔

اگر عالمِ شریعت ہے

اگر حاملِ تجلی علماءِ شریعت سے ہے تو اس کے نزدیک علوم احکام میں زیادتی ہوگی اور اگر منطقی ہے تو اس کے علومِ موازین زیادہ ہوں گے اور اگر نحوی ہے تو اس کے میزانِ کلام کے علوم میں زیادتی ہوگی۔ ایسے ہی علومِ اکوان اور غیر اکوان کے ہر صاحبِ علم کے لئے اس علم میں فی نفسہٖ زیادتی ہوگی جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

صاحبانِ کشف

پس اِسے طریقت والے جانتے ہیں کہ یہ زیادتیٔ علم اِس تجلیٔ الٰہی ان اصناف کے لئے واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ جو اُن کے لئے کشف ہوتا ہے وہ اُس کے انکار پر قادر نہیں جب کہ جو عارفین نہیں ہیں وہ زیادتیٔ علم کو محسوس کرتے ہیں اور اِسے اپنے افکار کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اِن دونوں کے علاوہ جو زیادتیٔ علم کو پاتے ہیں اور اِس زیادتی کو نہیں جانتے اِن کے اشیاف کی مثل ہیں ہے کہ!

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ الجمعہ آیت ۵

گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اُٹھائے بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں

اور یہ ہے زیادتیٔ علم اور اِس کی اصل اُن لوگوں پر تعجب ہے جو اِسے اپنے افکار کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اُس گروہ کا فرد نہیں جانتا کہ اُس کی فکر و نظر اور مسائل میں سے کسی مسئلہ پر اُس کی بحث میں جو علوم کی زیادتی ہے فی نفسہٖ اُس تجلی سے ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔

علمِ حال کا حجاب

پس دیکھنے والا اپنی نظر کے متعلق اور اپنے مطلب کی غایت کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور وہ علمِ حال سے حجاب میں ہے۔ پس وہ مزید علم کا شعور نہیں کرتا اور جب اسمِ ظاہر کے ساتھ باطن نفس کے لئے بھی تجلی واقع ہوتی ہے تو عالمِ حقائق اور مواد سے مجرد معانی میں بصیرت کے ساتھ ادراک

واقع ہوتا ہے اور یہ اُس سے نصُوص کے ساتھ تعبیر ہوتا ہے۔ کیونکہ نصؔ وہ ہے جس میں نہ اشکال ہے اور نہ وجُوہ میں سے کسی وجہ کے ساتھ احتمال ہو۔ اور یہ نہیں مگر معانی میں۔

پس صاحبانِ معانی تکلیفِ فکر سے راحت میں آجاتا ہے تو تجلّی کے وقت اُس کے لئے علومِ الٰہیہ، علومِ اسرار، علومِ باطن اور متعلقاتِ آخرت میں زیادتی ہوتی ہے اور یہ اَمر ہمارے طریق والوں کے لئے مخصوص ہے تو یہ زیادتیٔ علم کا سبب ہے۔

علم کی کمی کا باعث کیا ہے

رہا اس کے نقص اور کمی کا سبب؛ تو یہ نشاۃ کی اصل میں مزاج میں بُرائی یا اِس کی طرف ملانے والی قوت میں عارضی فسادانیت ہے اور یہ زبردستی نہیں جاتی جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے لڑکے کے حق میں فرمایا کہ یہ طبعاً کافر ہے اور یہ اصلِ نشاۃ کے بارے میں ہے۔

رہا امرِ عارضی؛ تو اگر قوت میں طیّت کے ساتھ ہوگا تو زائل ہو جائے گا اور اگر نفس میں ہے تو اُس کا حُبِّ ریاست اور اتباعِ شہوات کا شغل اُسے اُن علوم سے روک دیتا ہے۔ جس میں اُس کا شرف اور اُس کی سعادت تھی تو یہ بھی دائمی حق کے ساتھ اُس کے قلب سے زائل ہو جاتا ہے تو فکرِ صحیح کی طرف رجُوع کرتا ہے اور جان لیتا ہے کہ مُسافر کی منزلوں سے دُنیا ایک منزل ہے اور وُہ پُل کو عبُور کر رہا ہے۔

یہاں انسان کا نفس علوم و مکارمِ اخلاق اور طہارت و تنزیہہ سے ملاءِ اعلیٰ کی صفات کا محلّ نہیں ہوتا اور شہواتِ طبعیہ نظرِ صحیح سے پھیر دیتی

ہیں۔ اور علومِ الٰہیہ سے روک دیتی ہیں تو اس میں وہ شروع کو پکڑتا ہے تو یہ بھی علوم کی کمی کا باعث ہے اور علوم کے نقص اور کمی کا معنیٰ انسان میں عیب نہیں مگر علومِ الٰہیہ کی کمی ہے۔ مگر حقیقت یہ عطا کرتی ہے کہ وہاں ہرگز نقص نہیں۔ اور انسان کو جو اُس کے حواس عطا کرتے ہیں اُس کی جہت سے اور اُس کے نفس و خاطر کے تقلبات کی جہت سے اُس کے علم میں ہمیشہ زیادتی ہوتی رہتی ہے لیکن اس میں نفع نہیں۔ اور گمان و شک نظر و جہل غفلت و نسیان اور اس کی مثل ہر اَمر کے ساتھ علم نہیں ہوگا جس میں آپ گمان و شک، یا نظر یا جہل یا غفلت و نسیان کے حکم میں ہیں۔

علومِ تجلّی کی کمی بیشی

رہی علومِ تجلّی میں کمی یا زیادتی، تو انسان دو حالتوں سے ایک پر ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کا تبلیغ کے لئے نکلنا یا اولیاء کرام کا وراثتِ نبویہ کے حکم سے تبلیغ کرنا، جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو جب نیابت کا خلعت پہنایا گیا تو اُنہیں فرمایا! میری مخلوق کی طرف میری صفت کے ساتھ نکلیں جو آپ کو دیکھے گا وہ مجھے دیکھے گا تو اُنہیں اپنے ربّ کے اَمر کی اِتباع کے سوا گنجائش نہ تھی۔ پس وہ اپنے ربّ کی طرف سے اپنے نفس کی طرف گامزن ہوتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ پس جب ندا آئی کہ میرے دوست کو میری طرف لوٹا دو۔ اُس کے لئے مجھ سے صبر نہیں تو وہ حق میں ہلاک ہوچکے تھے۔

بارگاہ سے نکلنے کے بعد

جیسا کہ حضرت ابی عقال مغربی کو اُس مقامِ اِستہلاک کی طرف لوٹایا گیا۔

جس میں اُن کے لئے ارواح مؤکلہ مؤید تھیں جب اُنہیں نکال دینے کا امر ہُوا تو اُنہیں حق کی طرف لوٹا دیا اور اُنہیں تذلل و محتاجی اور انکساری کا خلعت پہنا دیا تو اُن کی زندگی طیب ہو گئی اور اُنہوں نے اپنے رب کو دیکھا تو اُن کے اُنس و استراحت میں اُس عاریتاً امانت کو اُٹھانے سے اضافہ ہو گیا جو اُن سے لازماً لے لی جاتی۔

معراجِ انسانی کے مدارج

انسان جس وقت معراج کے زینہ میں ہوتا ہے اُس وقت اُس کے لئے اُس کی معراج کے زینہ کے مطابق اللہ تبارک و تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے کیونکہ اہل اللہ سے ہر شخص کے لئے مخصوص زینہ ہے اُس کے علاوہ اُس میں کوئی ترقی نہیں کرتا۔ اگر کوئی کسی دوسرے کے زینہ میں ترقی کر سکتا تو نبوت اکتسابی ہوتی۔ کیونکہ ہر زینہ اُس کی ذات کے لئے جو خاص مرتبہ عطا کرتا ہے ہر ایک اُسی میں ترقی کرتا ہے۔ اگر علماء انبیاء کرام کے زینہ میں ترقی کر سکتے تو اِس ترقی کے ساتھ اُنہیں بھی نبوت پہنچتی۔ اور یہ امر ایسے نہیں۔

اور تکرارِ اَمر کے ساتھ وسعتِ الٰہی زائل ہو جاتی ہے؟ اور ہمارے نزدیک ثابت ہے کہ اُس کی جناب میں تکرار نہیں سوائے اِس کے کہ بلندیوں کے درجات میں تمام انبیاء و اولیاء اور مومنین و رسول برابر ہیں اور زینے پر زینہ ایک درجہ بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ پس پہلا درجہ اسلام ہے اور وہ اتباع و انقیاد ہے۔ دوسرا درجہ عروج میں فناء اور خروج میں بقاء ہے اور دونوں کے درمیان جو باقی ہے وہ ایمان و احسان

علم، تقدیس و تنزیہہ، غِنا و فقر، ذِلّت و عزّت اور تلوین ہے اور اگر تُو خارج ہو گا تو تلوین و فنا۔ میں تمکین ہو گی اور اگر تو اُس پر داخل ہو گا تو بقاء ہو گی۔ تیرے خرُوج میں اُس سے ہر درجہ میں تیرے باطن سے نقص ہو گا۔ بقدر اُن علُومِ تجلّی کے زیادہ ہونے کے جو تیرے ظاہر میں دُوسرے درجہ کی طرف مُنتھی ہوتے ہیں، پس اگر تُو نکلے گا تو دوسرے درجہ کی طرف پہنچ جاتے گا جو تیرے ظاہر میں بذاتہٖ تیری قدر پر ظاہر ہے اور تُو اُس کی مخلوق میں اُس کا مظہر ہو گا اور تیرے باطن میں اُس سے ہرگز کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ اور تجھ سے ایک جملہ تجلّیاتِ باطن زائل ہو جائیں گی۔

عَبد عَبد ہے رَبّ رَبّ ہے

پس جب تجھے اس کے دخُول کی طرف بُلایا جائے گا تو یہ پہلا درجہ ہے جو تیرے لئے تیرے باطن میں بقدر اُس تجلّی کی کمی کے تجلّی کرے گا جو تیرے ظاہر میں دُوسرے درجے کی طرف مُنتھی ہوتی ہے تو وہ تیرے باطن پر بذاتہٖ ظاہر ہو گا اور تیرے ظاہر میں ہرگز تجلّی باقی نہیں رہے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ اور رَبّ ہر ایک اپنی ذات کے لئے کمالِ وجُود میں ساتھ ہیں۔ پس باوجود اِس زیادتی اور کمی کے عَبد ہمیشہ عَبد اور رَبّ ہمیشہ رَبّ ہے:

خُدا کے سِوا ہر موجُود مُرکّب ہے

پس ظاہر و باطن میں علُومِ تجلّیات کی کمی بیشی کا یہی سبب اور اُس ترکیب کا باعث ہے اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی پیدا فرمودہ تمام مخلوق کی مُرکّب عین ہیں اُس کے لئے ظاہر ہے اور اُس کے لئے باطن ہے اور

وہ جسے بسائط میں سُنا جاتا ہے یہ امورِ معقولہ ہیں اِن کے لئے اعیان میں وجود نہیں۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا ہر موجود مرکب ہے۔ یہ امر ہمیں کشف صریح نے عطا کیا ہے جس میں ریب د مریت نہیں اور یہی اُس کے لئے محتاجی کو ساتھ رکھنے کا موجب ہے۔ کیونکہ یہ اُس کا ذاتی وصف ہے۔

اگر تو نے جان لیا ہے تو ہم نے تیرے لئے راستہ واضح کر دیا ہے اور تیرے لئے معراج کا زینہ نصب کر دیا ہے۔ پس راستہ پکڑ اور عروج حاصل کر اور اُسے دیکھ اور اُس کا مشاہدہ کر جو ہم نے تیرے لئے بیان کیا اور جب ہم نے تیرے لئے معارج کے درجے متعین کر دیئے تو تیرے لئے اُس نصیحت میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑا جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا۔ اگر ہم تیرے لئے ثمرات و نتائج تصنیف کر دیتے اور تیرے لئے راستہ مقرر نہ کرتے تو یہ تیرے شوق کے لئے مشکل امر ہوتا کہ تو اُس کی طرف ملانے والے راستہ کو نہ جان سکتا، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہی معراج ہے۔

اور اللہ سچ فرماتا اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اَلحمدُ لِلّٰہ انیسویں باب کا ترجمہ تمام ہُوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

بیسواں باب

علم عیسوی کا بیان اور یہ علم کہاں سے آیا اور کہاں منتہی ہوا۔ اور اس کی کیفیت اور کیا اس کا تعلق عالم کی لمبائی سے ہے یا چوڑائی سے یا دونوں سے ہے؟

علم عیسی هو الذی	جهل الخلق قدره
کان یحیی به الذی	کانت الارض قبره
قاوم النفخ اذن من	غاب فیه وأمره
ان لاهوته الذی	کان فی الغیب صهره
هو روح ممثل	أظهر الله سره
جاء من غیب حضرة	قد محا الله بدره
صار خنقا من بعدما	کان روحا فغره
وانتهی فیه أمره	فحباه وسره
من یکن مثله فقد	عظم الله أجره

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا علم وہ ہے کہ اس کی قدر کا مخلوق کو علم نہیں۔

آپ اس علم کے ساتھ اسے زندہ کرتے تھے جس کی قبر زمین ہوتی۔

اُس میں جو اِذن اور اُس کا اَمر غائب ہے اُس کے مقابل میں پھونک آئی۔

بے شک اُس کا لاہوت وہ ہے جس کا سر غیب میں ہے۔

وہ مثالی روح ہے جس کا راز اللہ تبارک و تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔

غیب سے ایک حضرت کا ظہور ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کے بدر کو مٹا دیا۔

وہ ایک روح تھی جو خلق ہوئی تو اُسے غفلت ہو گئی۔

اُس میں اُس کے اَمر کی انتہا ہوئی تو اُسے اور اُس کے راز سے محبت ہو گئی۔

جو اُس کی مثل ہو گا اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کے اَجر کو بڑا کرے گا۔

علمِ عیسوی پھونک ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے۔ جاننا چاہیئے کہ علمِ عیسوی علمِ حروف ہے اِس لئے اُنہیں پھونک عطا کی گئی اور یہ ہوا ہے جو جوفِ قلب سے خارج ہوتی ہے اور یہی روحِ حیات ہے۔ جب ہوا اپنے خروج کے راستے میں جسم کے منہ کی طرف آتی ہوئی قطع ہوتی ہے تو اِن مقاماتِ انقطاع کا نام حروف ہے اور حروف کے وجود ظاہر ہو جاتے ہیں پس جب حروف کا ملاپ ہوتا ہے تو معانی میں حیاتِ حسیہ ظاہر ہوتی ہے اور یہی وہ اَمر ہے جو عالم کے لئے حضرتِ الٰہیہ سے پہلے ظاہر ہوتا ہے اور اَعیان کے لئے اُن کے عدم کے حال میں سوائے سمع کے کوئی نسبت نہ تھی، پس اُن کے عدم کے حال میں اُن کی ذوات میں امرِ الٰہی کو قبول کرنے کے لئے مستعد اَعیان تھے جب اُن پر وجود وارد ہوا۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے وجود کا ارادہ کیا تو اُن کے لئے کُنْ فرمایا۔ تو وہ پیدا ہو کر اپنے اعیان میں ظاہر ہو گئے۔ پس کلام الٰہی وہ پہلی چیز ہے جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اُس کلام کا اِدراک کیا جو اللہ تعالیٰ سُبحانہٗ کی شان کے لائق تھا۔

پس پہلا ترکیبی کلمہ کُنْ ہے اور یہ تین حروف سے "کاف" "واؤ" اور "نون" سے مُرکّب ہے اور ہر حرف میں تین حروف کا جُذر ہے اور تینوں سے نو حروف ظاہر ہوتے ہیں اور یہ پہلے افراد ہیں جو کُنْ سے نوُ کے وجود کے ساتھ اعدادِ بسائط مُنتہی ہوتے ہیں۔ پس کُنْ کے ساتھ معدود اور عدد کی عین ظاہر ہوئی۔

اِس سے یہاں مقدمات کی اصلی ترکیب تین سے ہے اگرچہ چار میں ظاہر ہوتی ہے کیونکہ دونوں مُقدموں میں واحد کا تکرار ہوتا ہے تو یہ تین ہیں اور کائنات فرد سے پیدا ہوئی ہے واحد سے نہیں۔

حق تبارک وتعالیٰ نے اپنے اِس ارشاد میں ہمیں پہچان کروادی ہے کہ مولدات کی صُورتوں میں سببِ حیات نفخِ الٰہی ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ الحجر آیت ۲۹

توجب میں اُستوار فرما کر اُس میں اپنی رُوح سے پھُونکوں۔

اور یہ نفس ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان کے ساتھ زندہ فرماتا ہے تو وہ ظاہر ہوتا ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا!

اِنَّ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ یَاتِیْنِیْ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ!

بے شک مجھے یمن کی طرف سے رحمٰن کی ہوا آتی ہے!

پس اس نفسِ رحمانی کے ساتھ مومنوں کے دلوں میں ایمان اور احکامِ مشروعہ کی صورت میں زندگی آئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ نفخ الٰہی یعنی خدا کی پھونک اور اُس کی نسبت عطا فرمائی گئی تھی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک مارتے تو قبر میں صورتِ کائنہ کو یا پرندہ کو جسے مٹی سے بناتے اللہ تعالیٰ کے اُس اذن سے زندہ کر دیتے جو اس پھونک اور ہوا میں ساری تھا۔

خدا کو خدا سے دیکھتے تھے

اگر اس میں اذنِ خداوندی کا سریان نہ ہوتا تو ہرگز کسی صورت میں حیات حاصل نہ ہوتی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جو علمِ عیسوی آیا وہ نفسِ رحمان تھا۔ چنانچہ آپ اپنی پھونک سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور یہ علم اُن صورتوں کی طرف منتہی ہوتا ہے جن میں پھونک لگائی جاتی ہے اور یہ وہ حصہ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہر موجود کے لئے ہے اور اِس کے ساتھ اُس کی طرف وصال ہوگا۔

جب اُس کی طرف یہ تمام امور ہو جاتے ہیں اور جب انسان اپنے پروردگار کی طرف اپنی معراج میں تحلیل ہو جاتا ہے اور اُس کے راستے میں ہر وہ چیز جو اُس کے مناسب ہے لے لی جاتی ہے تو اُس سے باقی نہیں رہتا۔ مگر وہ راز جو اُس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس وہ اُسے یعنی خدا کو نہیں دیکھتا۔ مگر اُس کے ساتھ اور اُس کا کلام نہیں سنتا۔ مگر اُس کے ساتھ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اِس سے پاک ہے کہ اُس کا اِدراک ہو سکے مگر اُس کا اِدراک اُسی کے ساتھ ہوتا ہے۔

خدا ہی اپنی حمد بیان کرتا ہے

جب یہ شخص اِس مشہد سے لوٹتا ہے اور وہ صورت ترکیب پاتی ہے جو اُس کی اپنے ربّ کی طرف معراج میں تحلیل ہو گئی تھی اور اُس کی طرف وہ تمام عالم لوٹا دیا جاتا ہے جو اُس سے اُس کے مناسب لے لیا گیا تھا۔ کیونکہ ہر عالم اپنی جنس سے متعدی نہیں ہوتا تو سب کا اجتماع اِس سرِّ الٰہی پر ہو جاتا ہے اور اِس پر شمولیت ہو جاتی ہے، اسی کے ساتھ صورت حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتی ہے اور اپنے ربّ کی حمد بیان کرتی ہے کیونکہ اُس کی حمد اُس کے سوا کوئی بیان نہیں کرتا۔

اگر صورت سرِّ الٰہی کی حیثیت کی بجائے اپنی اس حیثیت سے اُس کی حمد بیان کرتی تو اِس صورت پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و امتنان کا ظہور نہ ہوتا جب کہ اُس کا احسان و امتنان تمام مخلوق پر ثابت ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ مخلوق کی طرف سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی جو تعظیم و ثناء میں ہوتی ہے اسی سرِّ الٰہی سے ہے۔ پس ہر چیز میں اُس کی رُوح سے ہے اور اُس میں کوئی چیز نہیں۔

پس حق وہ ہے جو اپنی ذات کی حمد کرتا ہے اور اپنی ذات کی تسبیح بیان کرتا ہے تو اِس صورت کے لئے اِس تحمید و تسبیح کے وقت جو خیرِ الٰہی ہوتی ہے وہ احسان کے باب سے ہے استحقاق کونی کے باب سے نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے اُس کے لئے جو اِستحقاق مقرر فرمایا ہے اِسی حیثیت سے ہے کہ اُس شخص نے اِس اُمر کو خود پر واجب کر لیا۔

کلمات حروف سے بنتے ہیں

کلمات حروف سے ہیں اور حروف ہوا سے ہیں اور ہوا نفسِ رحمانی سے ہے اور اسماء کے ساتھ اکوان میں آثار ظاہر ہوتے ہیں اور اِن کی طرف علم علیموی منتہی ہوتا ہے۔ پھر انسان اِن کلمات کے ساتھ حضرتِ رحمانی مقرّر کرتا ہے جو اُسے اپنی ذات سے وہ امر عطا کرتا ہے جس کے ساتھ حیات قائم ہوتی ہے جس میں وہ اِن کلمات کے ساتھ سوال کرتا ہے، تو یہ اَمر دائمی دَوری بن جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ حیاتِ اَرواح حیاتِ ذاتیہ ہے۔ اِس لئے ہر ذی رُوح اپنی رُوح کے ساتھ زندہ ہے اور جب سامری نے حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو دیکھا تو اُس نے جان لیا کہ اُس کی رُوح اُس کی ذات کی عین ہے اور یہ کہ اُن کی حیات ذاتی ہے اور وہ کسی مقام سے نہیں گذرتے۔ مگر وہ مقام اِن کی صُورتِ ممثلہ کی مباشرت سے زندہ ہو جاتا ہے پس اُس نے اُن کے نشانِ قدم سے ایک مٹھی بھری اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے جس میں اِس اَمر کی خبر دی گئی ہے۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ طٰہٰ آیت ۹۶
"تو ایک مٹھی بھر لی فرشتے کے نشان سے پھر اُسے ڈال دیا"

حضرت عیسیٰ رُوح ہیں

چنانچہ جب سامری نے دھات کا بچھڑا اور اُس کی صُورت بنالی تو اُس میں مٹی کی وہ مٹھی ڈال دی تو بچھڑا بولنے لگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام رُوح تھے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کا نام رُوح رکھا اور جیسا کہ انسانِ ثابتہ کی صُورت میں رُوح کو پیدا فرمایا۔ جبریل غیر ثابتہ اعرابی کی صُورت میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اکیلی پھونک کے ساتھ زندہ کر دیتے تھے۔ پھر اُن کی تائید رُوحُ القدس سے فرمائی گئی۔ پس وہ امداد کرنے والی رُوح اکوان کے مَیل کچیل سے پاک رُوح کے ساتھ تھی اور اِس تمام کی اصل حیاتِ ابدیت کا سرچشمہ حیِّ اِزلی ہے۔

حرُوف کی لمبائی چوڑائی

سوائے اِس کے نہیں کہ ازل و اَبد کی دونوں طرفوں اور وجُودِ عالم اور اُس کے حدوثِ حیّ کا امتیاز کر دیا گیا ہے اور یہ عِلمِ عالم کے طُول یعنی عِلمِ رُوحانی سے متعلق ہے اور وہ عالمِ معانی واَمر ہے اور اس کا تعلق عالم کے عرض سے ہے اور وہ خلق وطبیعت اور اجسام کا عِلم ہے اور وہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے۔

اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْن الاعراف آیت ۵۴

خبردار خلق واَمر اُس کے لئے ہے۔ سارے جہانوں کا پروردگار بہت برکت والا ہے

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ بنی اسرائیل آیت ۸۵ •

فرما دیں رُوح میرے رَبّ کے اَمر سے ہے۔

برکت والا ہے اللہ پروردگار عالموں کا۔

جب آپ ہمارے اہلِ طریق سے کسی کو حروف کے بارے میں گفتگو کرتے سنیں تو وہ کہے گا فلاں حرف کی لمبائی اتنے گز یا اتنے بالشت ہے اور ایسے ہی چوڑائی بیان کرے گا جیسا کہ حلاج وغیرہ ہیں۔ طول سے اُس کی مراد عالم اَرواح میں اُس کا فعل ہے اور عرض سے مراد اُس کا عالمِ اجسام میں یہ فعل ہے۔ یہ مذکورہ مقدار وہ ہے جو اِس کے ساتھ امتیاز کرتی ہے اور یہ اصطلاح حلاج کی وضع کردہ اصطلاحات سے ہے۔

محققین سے جو کُن کی حقیقت کو جان لیتا ہے وہ عالمِ علوی کو جان لیتا ہے اور جو شخص کائنات سے کسی چیز کو اپنی ہمت سے وجود میں لاتا ہے تو یہ امر اِس علم سے نہیں۔

نو کے ہندسے کا ظہور کُن سے ہے

چونکہ نو کا ظہور اِن تین حرفوں کی حقیقت میں ہوا ہے تو اِن سے گنتی کے نو افلاک ظاہر ہوئے اور نوِ افلاک کی مجموعی حرکات اور کواکب کی رفتار سے دنیا و مافیہا کو وجود ملا جیسا کہ اِن کی حرکات سے ہی دنیا برباد ہو گی۔

اِن نو افلاک کی بلند حرکت سے جنت کو اور جو اُس میں ہے پیدا کیا گیا اور اِس بلند حرکت کے وقت وہ تمام کچھ پیدا ہوا جو جنت میں ہے اور بلند حرکت سے ملحقہ دوسری حرکت سے جہنم اور جو اُس میں ہے اور قیامت و بعثت اور حشر نشر پیدا ہوا جس کا ہم نے ذکر کیا تھا کہ دنیا کا اُن نعمتوں سے امتزاج ہے جن کا امتزاج عذاب سے ہے اور اِس کا بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جنت میں تمام نعمتیں ہیں اور جہنم میں تمام عذاب ہے اور یہ

امتزاج اُن کے اہل میں تقسیم ہو جائے گا۔ پس نشاۃِ آخری نشاطِ دُنیوی کا مزاج قبول نہیں کرتی اور یہ وُہ فرمان ہے جو دُنیوی اور آخری نشاۃ کے درمیان ہے مگر جہنّم کی پیدائش یعنی جہنّمی لوگوں میں جب اللہ تبارک و تعالیٰ کا غضب اور اُس کی مُدتیں منتہی ہو جائیں گی اور رحمت اُس کے ساتھ ملحق ہو جاتے گی جو مُدتوں میں سبقت لے گئی ہے تو جہنّمیوں میں اُس کا حُکم رجُوع کرے گا۔ اور اُس کی صُورت ہے تو اُس کی صُورت تبدیل نہیں ہو گی اور اگر تبدیل ہو گی تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے اُن پر پہلے حُکم میں عذاب ہو گا۔

اہلِ جہنّم کے عذاب کا دَورانیہ

فلکِ ثانی کی بُلندی سے حرکت اُس کی تولیّت ہے جس کے ساتھ ہر قابل عذاب کے لئے ہر مقام میں اُن میں عذاب ظاہر ہو گا۔ ہم نے ہر قابل عذاب کے مقام کے بارے میں کہا ہے اِس لئے کہ اِس میں ایسے بھی ہوں گے جو عذاب قبول نہیں کریں گے۔

پس جب یہ مُدّت ختم ہو جائے گی جو کہ بینتالیس ہزار سال ہے اور اِس مُدّت میں اہلِ جہنّم پر عذاب ہوتا رہے گا۔ اِس میں مُتصل اور پیہم عذاب کی مُدت تیئیس ہزار سال ہے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان پر نیند اور سال فرمائے گا جس میں وہ احساس سے غائب ہو جائیں گے اور وُہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

یعنی نہ وُہ مریں گے اور نہ زندہ ہوں گے۔

اور اہلِ جہنم کے بارے میں حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔

ھم الذین ھم اھلھا لا یموتون فیھا ولا یحیون

الحدیث

وہ لوگ جو اہلِ جہنم ہیں نہ اُس میں مریں گے نہ جئیں گے۔

اِن اوقات میں اُن کے حال سے مُراد اُن کا اپنے احساس سے غائب ہو جاتا ہے۔ اُس شخص کی مثل جو اہلِ عذاب سے دُنیا میں دَرد کی شدّت اور زیادہ آلام کی قوّت سے بے ہوش ہو جاتا ہے ایسے ہی اہلِ جہنم اُنتیس ہزار سال بے ہوش رہیں گے پھر اُن کی بے ہوشی ٹوٹے گی تو اللہ تعالیٰ اُن کی جلدیں دُوسری جلدوں میں تبدیل کر دے گا۔ پس اُنہیں پندرہ ہزار سال عذاب دیا جائے گا پھر اُن پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی تو وہ گیارہ ہزار سال بے ہوشی کی حالت میں ٹھہرے رہیں گے پھر اُنہیں افاقہ ہوگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کی جلدوں کو دُوسری جلدوں میں بدل دے گا۔ تاکہ عذاب کا ذائقہ چکھیں تو وہ سات ہزار سال عذاب الیم میں گرفتار رہیں گے پھر اُن پر تین ہزار سال بے ہوشی طاری رہے گی پھر اُن کی بے ہوشی رفع ہوگی تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُنہیں اُس شخص کی مثل لذت اور راحت نصیب فرمائے گا جو تکلیف میں سو جاتا ہے اور بیدار ہوتا ہے اور یہ اُس رحمت سے ہے جو اُس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے اور ہر چیز میں وُسعت رکھتی ہے۔

اہلِ جہنم پر رحمت

پس اُس وقت رحمتِ الٰہیہ کا اَبدی حکم اسمِ واسع سے ہوگا جس کے ساتھ اُس کی رحمت اور علم ہر چیز پر وسیع ہیں، پھر اہلِ جہنم دَرد و الم نہیں

پائیں گے اور یہ امر اُن کے لئے دائمی ہو گا۔ وہ اِسے غنیمت خیال کرتے ہوئے کہیں گے ہم بھول گئے۔ ہم سوال کرنے سے ڈرتے ہیں کہ ہمارے نفوس یاد دلا دیں گے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے لئے فرمایا ہے۔

اَخْسَاءُوْا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْنَ المومنون آیت ۱۰۸

اس میں دھتکارے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو

پس وہ سکوت اختیار کریں گے اور جہنم میں مُبلس ہوں گے اور اُن پر عذاب کے لوٹ آنے کے خوف کے سوا کوئی عذاب باقی نہیں رہے گا۔ پس جو عذاب اُن پر ہمیشہ رہے گا وہ اسی قدر ہے اور وہ خوف ہے اور وہ نفسی عذاب ہے حسّی نہیں اور جن اوقات میں وہ اس عذاب سے غافل ہو جائیں گے اُن کے نعیم کو عذابِ حسّی سے راحت ہو گی جس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کے دلوں میں یہ امر مقرر کر دے گا کہ وہ وسیع رحمت والا ہے! اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی

پس آج کے دن ہم تمہیں بھلا دیں گے جیسا کہ تم نے ہمیں بھلا دیا تھا۔ جب اہلِ جہنم کو آلام کا احساس نہیں ہو گا۔ وہ اس حقیقت سے کہیں گے اور ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ التوبہ آیت ۶۷

وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا۔

وَقِیلَ الْیَوْمَ نَنسَاکُمْ کَمَا نَسِیتُمْ الجاثیہ آیت ۳۴

اور ایسے ہی آج تمہیں بھلا دیا جائے گا۔

یعنی جہنّم میں ترک کر دیا جائے گا۔ کیونکہ نسیان کے معنی ترک کرنا ہے اور ہمزہ کے ساتھ اس کا معنی مؤخر کرنا ہوگا۔ پس اہلِ جہنّم کا جنّت سے حصّہ عذاب کا واقع نہ ہونا ہے اور عذاب سے اُن کا حِصّہ عذاب کا متوقع رہنا ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اُن کے لئے اغیار کے طریق سے امان نہیں ہوگی اور وہ بعض اوقات متوقع خوف سے محجوب ہو جائیں گے جس سے ایک وقت دس ہزار سال ایک وقت دو ہزار سال اور ایک وقت چھ ہزار سال کا عرصہ ہوگا۔

یہ مدّت ہمیشہ رہے گی

اس مقدار مذکور سے کبھی نہیں نکلیں گے۔ زمانہ سے لازماً اُن کے لئے اس قدر عرصہ ہوگا۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اسمِ رحمٰن سے اُنہیں نعمت عطا کرنا چاہے گا تو وہ اپنے جس حال میں اُس وقت ہوں گے اور جس عذاب میں وہ تھے اُس سے نکلنے پر غور کریں گے تو نظر سے اسی قدر نعمت پائیں گے۔ اس غور کرنے کی مدّت ایک وقت ایک ہزار سال ایک وقت نو ہزار سال اور ایک وقت پانچ ہزار سال ہوگی۔ پس اس مدّت میں کمی بیشی بھی ہوگی اور جہنّم میں

اُن کا یہ حال ہمیشہ رہے گا۔ کیونکہ وُہ جہنّم میں رہنے والے ہیں۔ یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے تمام عیسوی عِلم سے ہے جو مقامِ محمّدیؐ کے وِرثہ سے ہے۔
اور اللہ حق فرماتا ہے اور وُہ ہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔
اَلحمدُ لِلّٰہ بیسویں باب کا ترجمہ اختتام پذیر ہُوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اکیسواں باب

"ثلاثہ علوم کونیہ کی معرفت اور ان کا ایک دوسرے میں داخل ہو"

علم التوالج علم الفکر یصحبہ	علم النتائج فانسبہ الی النظر
ھی الادلۃ ان حققت صورتھا	مثل الدلالۃ فی الاتنی مع الذکر
علی الذی اوقف الایجاد اجمعہ	علی حقیقۃ کن فی عالم الصور
دالواو لولا سکون النون اظھرھا	فی العین قائمۃ تمشی علی قدر
فاعلم بان وجود الکون فی فلک	وفی توجھہ فی جوھر البشر

علم تولج یعنی ایک کا دوسرے میں داخل ہونا علم فکر ہے۔ اُس علم کا ساتھی پس اس کی نظر نسبت کی طرف ہے۔

یہ دلائل ہیں اگر تم ان کی صورت کو تحقیق کے ساتھ جاننا چاہو تو اس کی مثل مونث میں مذکر کے ساتھ دلالت ہے۔

اُس ذات پر جس نے عالم صور حقیقت کن پر تمام ایجادات کو واقفیت بخشی ہے۔

اگر نون ساکن نہ ہوتا تو واؤ عین میں ظاہر کرتی اور وہ انداز سے پر چلتی۔

پس جان لیں فلک میں اور اُس کی توجہ میں اور جوہر بشریہ میں وجود کون ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے جاننا چاہیئے کہ یہ علم تولد و تناسل ہے اور یہ علوم اکوان سے ہے اور اس کی اصل علم الٰہی سے ہے۔

پس ہم پہلے اُس صورت کو بیان کریں گے جو اکوان میں ہے۔ بعد ازاں آپ کے لئے علم الٰہی میں ظاہر کریں گے کیونکہ ہر علم کی اصل علم الٰہی سے ہے کیونکہ ہر ماسوا اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔!

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ الجاثیہ آیت ۱۳ "وہ جو زمین و آسمان میں ہے تمام تمہارے لئے مسخر ہے"

پس یہ علم تولج ہر چیز میں جاری و ساری ہے۔ اور یہ علم التہام یعنی آپس میں میل جول یعنی نکاح کا علم ہے۔

ان میں سے حسی معنوی اور الٰہی علم ہے۔ پس جاننا چاہئے جب آپ اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہیں تو پہلے عالم حسّ میں نظر کریں پھر عالم طبیعت میں پھر روحانی معانی میں، پھر علم الٰہی میں، علم حس میں اس طرح جان لیں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ چاہتا ہے کہ تیری ذات کو دو شخصوں کے درمیان ظاہر کرے اُن دونوں سے اس کا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اور یہ صحیح نہیں کہ ان دونوں میں تیسرا ظاہر ہو جب تک کہ دونوں کے ساتھ تیسرا حکم قائم نہ ہو۔

یہ ایسے ہی ہو گا :

اور یہ ایسے ہو گا کہ دونوں میں سے ایک دُوسرے کے ساتھ مجامعت کی صورت مل جائے چنانچہ جب مخصوص وجہ اور شرط کے ساتھ اجتماع ہو گا اور مقام ولادت کے قابل ہو اور جب بیج کو قبول کرے تو اُسے فاسد نہ کر دے اور بیج اُس میں صُورتِ افتتاح کو قبول کرے اور یہ اجتماع دو شرم گاہوں کا ملاپ اور شہوت کے ساتھ پانی یا ہوا کا انزال ہے۔

قبول کرے تو لازماً تیسرے کا ظہور ہو گا اور اُس کا نام بیٹا ہو گا۔ اور دونوں کا نام والدین ہو گا اور تیسرے کے ظہور کا نام ولادت اور دونوں کے اجتماع کا نام نکاح یا سفاح ہو گا۔ یہ امر حیوان میں محسوس اور وقوع پذیر ہوتا ہے۔

ہم نے مخصوص وجہ اور مخصوص شرط کا ذکر کیا ہے کیونکہ نکاح کے ساتھ

مذکر و مونث کے اجتماع سے اولاد پیدا نہیں ہوتی مگر اُس ثمرے کے حصول کے ساتھ پیدا ہوتی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ عنقریب ہم اس کے معنی وضاحت سے بیان کریں گے جبکہ یہی مطلوب ہے۔

عالمِ طبعیات میں ہے کہ جب آسمان سے بارش کا پانی اترتا ہے اور زمین اُس کو قبول کر کے سیدھی ہوتی ہے۔ تو یہ اُس کا حمل ہے۔

ایک جنس سے مسرور و شادمان جوڑے اگاتی ہے ایسے ہی کھجور اور درخت کے پیوند کے لئے ہے۔ تو اللہ کے لئے فرمانِ خداوندی ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ "ہم نے ہر چیز سے جوڑے پیدا کئے"
(الذاریات آیت نمبر ۴۹)

اشیاء یا مفرد ہیں یا مذکر

رہے معانی تو جان لیں کہ اشیاء دو قسموں پر ہیں مفردات اور مرکبات چنانچہ مرکبات کے علم سے مفرد کا علم مقدم ہے اور مفرد کا علم صفت اور حد کے ساتھ اور مرکب کا علم دلیل و برہان سے ہوتا ہے۔

جب آپ جاننا چاہیں کہ کیا وجودِ عالم سبب سے پہلے ہے تو دو مفردوں کی طرف اعتماد کریں یا اس پر جو مقدمہ شرطیہ کی مثل دو مفردوں کے حکم میں ہے۔ دونوں میں سے ایک مفرد کو مبتدا کا موضوع مقرر کریں یا دوسرے مفرد کو اس کے ساتھ طریقِ خبار پر عمل کریں پھر کہیں کل حادث ہے۔ اور اس کا نام مبتدا اس لئے ہے کہ اس کے ساتھ آپ نے ابتدا کی، کیونکہ یہ موضوع اول ہے جسے اس لئے وضع کیا ہے کہ اس پر اسے حمل کیا جائے۔ جس کے ساتھ آپ اس سے خبر دیں۔

اور وہ مُفرد ہے کیونکہ اسمِ مضاف مفرد کے حکم میں ہے ضروری ہے کہ آپ صفت کے ساتھ حدوث کے معنی جان لیں اور ہر اُس چیز کے معنی جان لیں جو اس کی طرف مضاف ہے۔ اور اُس کے لئے جیسا کہ محیط فصیل یعنی حصار قائم کیا گیا ہو کیونکہ زبان میں وضع کے ساتھ ہر چیز حصر کا اقتضاء کرتی ہے۔

جب آپ حادث کو جان جائیں گے اُس وقت آپ اُس پر دُوسرے مفرد کو حمل کریں گے اور یہ آپ کا قول ہے۔ تو اس کے لئے ایک سبب ہے جس کے ساتھ آپ اس سے خبر دیں گے تو ضروری ہے کہ آپ اس سبب کے معنی اور وضع میں اُس کی معقولیت کو بھی جان لیں۔

مفردات کا یہ وہ علم ہے جو حد کے ساتھ مقتنص ہے پس ان دونوں مُفردوں سے صُورت مرکبہ قائم ہوئی جیسا کہ حیوانیت اور گفتگو سے انسان کی صورت قائم ہوئی پس اس میں آپ انسان کو حیوان ناطق کہیں گے۔ مفردین کی ترکیب کو ایک دُوسرے پر حمل کرنے سے کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ مگر یہ وہ دعویٰ ہے جس کا مدعی اُس کی صحت پر دلیل کا محتاج ہے یہاں تک کہ موضوع سے اُس خبر کی تصدیق ہو جس کی اُس کے ساتھ خبر دی ہے۔

ہم سے یہ امر اُس وقت تسلیم کیا جائے گا جب دعوٰی میں خاص طور پر ضرب المثل کے طور پر خوفِ طوالت ہو۔ اور میری یہ کتاب معانی کے میزان کا مقام نہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ یہ علم منطق پر موقوف ہے کیونکہ ضروری ہے کہ ہر مفرد معلوم ہو اور جس کے ساتھ مفرد موضوع سے خبر دی جائے وہ حسی، بدیہی یا نظری برہان کے ساتھ دونوں کی طرف راجع ہے۔

پھر آپ دُوسرا مقدمہ طلب کریں اور اُس میں وہی عمل کریں جو پہلے میں کیا اور لازم ہے کہ دونوں مذکور مفردوں کے دونوں مقدموں میں سے کوئی ایک ہو۔

اور یہ ترکیب کی صورت میں چار اور معنی میں تین ہیں۔ انشاءاللہ ہم اس کا ذکر کریں گے۔ اور اگر اس طرح نہیں ہوگا تو ہرگز نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

پیدائش عالم سبب ہے

آپ کہیں گے کہ جس مسئلہ کی مثال ہم نے دوسرے مقدمہ میں بیان کی ہے عالم حادث ہے؟ اور اس میں مفرد کے ساتھ اس علم کو طلب کریں گے جو معرفتِ عالم سے پہلے مقدمہ میں طلب کیا تھا اور اسے اپنے قولِ حادثات کے ساتھ آپ نے حدوث پر حمل کیا ہے اور یہ قول حادثات جس مقدمے میں حمل کیا جائے گا وہ پہلے مقدمہ میں موضوع ہے۔ جب اس سبب پر حمل کیا تو دونوں مقدموں میں حادث کی تکرار ہوگی۔ اور دونوں کے درمیان رابطہ کرنے والا ہوگا۔

جب یہ ارتباط ہوگیا تو اس ارتباط کا نام وجہ دلیل ہوگا اور دونوں کے اجتماع کا نام دلیل اور برہان ہوگا اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ حدوثِ عالم کے لئے لازماً سبب ہے۔ پس علت حدوث اور حکمِ سبب ہے تو حکم علت سے عام ہے۔ کیونکہ اس علم میں شرط ہے کہ حکم علت سے عام یا مساوی ہو اور اگر ایسا نہیں تو ان امورِ عقلیہ میں مصدق نہیں۔

اگر آپ شریعت میں اخذ کرنا چاہیں گے تو جب اس مثل کو جاننا چاہیں گے کہ نبیذ حرام ہے تو اس طریقہ سے کہیں گے کہ ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور نبیذ نشہ لاتی ہے تو وہ حرام ہے۔

حرمت کے اور سبب بھی ہیں

اس میں آپ کا اعتبار امورِ عقلیہ میں اعتبار کرنے کی صورت میں ہوگا جیسا

کہ ہم نے آپ کے لئے مثال بیان کی پس تحریم کا حکم ہے اور علت اس کا حالہ ہے۔ یعنی نشہ کی حالت ہے۔ پس حرمت کے لئے حکم عقلِ موجبہ سے عام ہے کیونکہ تحریم کے لئے دوسرے امر میں نشے کے علاوہ دوسرا سبب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ غصب، سرقہ اور گناہوں میں حرکت ہے اور یہ وجودِ تحریم کی محرمات میں ملتبس ہیں۔

پس اس خاص وجہ سے نتیجہ نکلا اور آپ کے لئے اس تقریب کے ساتھ معانی کا میزان اور نتائج ہیں۔

فردیت کے علاوہ نتیجہ نہیں

سوائے اس کے نہیں کہ وہ لوازم کے ساتھ ان دونوں مقدموں میں ظاہر ہوتے جو حِس میں ماں باپ کی طرح ہیں اور یہ دونوں تین سے یا اس سے مرکب ہیں جو تین کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ اضافت اور شرط میں جملہ کے لئے ایک ہی معنی ہوتا ہے پس فردیت کے علاوہ نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔

اصل فاعل خدا ہے

کیونکہ اگر شفع ہو اور ایک ساتھی کی خاص صحبت نہ ہو تو شفع سے کبھی کوئی درست چیز نہیں پائی جائے گی۔ پس وجودِ عالم میں شریک باطل ہے اور ایک کا فعل ثابت ہے اور موجودات سے اُس کے وجود کے ساتھ موجودات کا ظہور ہوا تو آپ کے لئے ظاہر ہے کہ اگرچہ فعل بندوں سے ظاہر ہوتے ہیں مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نہ ہوتے تو فعل ظاہر نہ ہوتا، یہ میزان صورت اور ایجاد کے ساتھ بندوں کی طرف اعمال کی اضافت کے درمیان ہے جو افعال اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔!

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ "اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

صفات آیت ۹۶

یعنی تمہارے اعمال کو پیدا کیا تو عمل اُن کی طرف منسوب ہیں اور ایجاد اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہے۔ خلق کا لفظ ایجاد کے معنوں میں بھی ہے اور تقدیر کے معنوں میں بھی جیسا کہ لفظ خَلق فِعل کے معنوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ جسکی مثال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں نے زمین اور آسمانوں کے بنانے کے وقت انہیں گواہ نہ بنایا تھا۔

الکہف آیت ۵۱

نیز خَلق کا معنیٰ مخلوق بھی ہوتا ہے جس کی مثال اللہ تعالیٰ اس فرمان میں ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ارحام میں پیدا کیا۔

البقرہ آیت ۲۲۸

جاننا چاہیئے کہ یہ توالج و توالد علم الٰہی میں ہے اور حق تعالیٰ کی ذات سے ان میں ہرگز کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔

اہلِ حق کا مذہب

اُس کی ذات کی طرف دُوسرا امر منسوب نہیں ہو سکتا اور اہلِ سنت اہلِ حق کے نزدیک اس ذات کی طرف یہ نسبت ہے کہ وہ ایجاد پر قادر ہے یا اُس کی طرف احتیاج ہے۔ ولیکن اس کے سیاق میں اہلِ حق کے مخالفین سے غرض ہے تاکہ اس کے نزدیک تقریر کریں کہ اُس کی ذات کے لئے وجودِ عالم کی نسبت

اُس کی ذات ہونے کی بنا پر نہیں جبکہ وہ عالم کو اُس کے وجود کے ساتھ علت ہونے سے منسوب کرتے ہیں لہٰذا ہم ان کا مقالہ وارد کرتے ہیں با وجود یکہ یہ نسبت اُس کے قادر ہونے پر ہے تو لازماً تیسرالمر ہوگا اور وہ اِس عین مقصود ہ کے لئے ایجاد کا ارادہ ہے ۔ کہ اسے وجود دیا جائے لازم ہے کہ وہ قصداً توجہ کے ساتھ قدرت کے ساتھ عقلاً اور شرعاً ایجاد کی طرف ہوگا ۔

وجودِ کائنات فردیت سے ہے احدیت سے نہیں

خلقت کا وجود میں آنا فردیت سے ہے نہ کہ احدیت سے کیونکہ اس کی احدیت دوسرے کو قبول نہیں کرتی اس لئے کہ احدیت عدد نہیں پس علمِ الٰہی میں ظہورِ عالم تین حقائق معقولہ سے ہے اور وہ ایک دوسرے تو الدمیں سرائیت کئے ہوئے ہے ۔ اس لئے کہ اُس کی اصل کی یہی صورت ہے ۔ اِس باب میں اس قدر کافی ہے ۔ یقیناً اِس انتباہ سے مقصود حاصل ہو گیا ہے کیونکہ یہ فن اہلِ اللہ کی طریق کی منزل میں ہے اِس سے زیادہ کا متحمل نہیں ، اس لئے کہ یہ کتاب علومِ فکر سے نہیں ۔

سوائے اِس کے نہیں کہ یہ علوم تلقی و تدلی سے ہیں اس میں اس کے علاوہ دوسرے میزان کی طرف حاجت نہیں ۔ اگرچہ اُس کا اس کے ساتھ ارتباط ہو کیونکہ اُس سے ایک حلہ نہیں نکلتا مگر اس کے مفردات کے علم سے مقدمات کی درستگی کے بعد جو اُس کی صفت ہے وہ منع نہیں کرتی ۔ اور مقدمات اُس برہان کے ساتھ ہیں جو اِس باب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کے ساتھ دُور نہیں ہوتی ۔

لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ   اگر دونوں ، زمین و آسمان ، کے درمیان

لَفَسَدَتَا۔ الانبیاء آیت ۲۲ اللہ کے علاوہ معبود ہوتا تو برباد ہو جاتے

تو یہ وہ امر ہے جس کے ساتھ ہمیں اس باب میں اس آیت اور اس کی مثل آیات کے پیشِ نظر اس فن کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اس فن کے ساتھ علوم میں باب کشف سے اہل اللہ مشغول نہیں ہوئے تاکہ تضیعِ اوقات نہ ہو اور انسان کی عمر عزیز ہے۔ انسان کا حق ہے کہ اسے سوائے اپنے ربّ کی مجالس اور اس کے ساتھ اس کی مشروع گفتگو کرنے کے اسے بسر نہ کرے

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

الحمد للہ پندرھویں جز اور اکیسویں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بائیسواں باب

منزلِ منازل کے علم اور تمام علومِ کونیہ کی ترتیب کی معرفت

عجبا لاقوال النفوس السامیہ ان المنازل فی المنازل ساریہ
کیف العروج من الحضیض الی العلی الا بقہر الحضرة المتعالیہ
فصناعة التحلیل فی معراجھا نحو اللطائف والامور السامیہ
وصناعة الترکیب عند رجوعھا بسنا الوجود الی ظلام الھاویہ

نفوسِ سامیہ کے اقوال عجیب ہیں، کہ منزلوں میں منزلیں جاری وساری ہیں۔

پستی سے بلندی کی طرف کیسے عروج ہے مگر حضرت متعالیہ کے غلبہ کے ساتھ۔

پس اُس کی معراج میں لطائف اور امورِ سامیہ کی طرف صنعتِ تحلیل ہے اُس کے رجوع کے وقت صنعتِ ترکیب وجود کی روشنی کے ساتھ جہنم کے اندھیروں کی طرف ہے۔

علومِ الٰہیہ کے علاوہ علومِ ترکیبی ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی تائید فرمائے جاننا چاہیئے کہ جب کہ علم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو کثرت وترتیب کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اِس کا اکتساب واستفادہ نہیں ہوتا، بلکہ اُس کا عِلم عین اُس کی ذات ہے۔ جیسا کہ اُس کی طرف منسوب ہونے والے اسماء وصفات ہیں اور ماسوی اللہ کے

علوم لازماً مرتبہ محصورہ میں ہونگے خواہ وہ علوم وہبی ہوں یا کسبی برابر ہیں اس لئے کہ وہ ہماری بیان کردہ ترتیب سے خالی نہیں ہوتی اور وہ پہلے علم مفرد ہے پھر علم ترکیب پھر علم مرکب اور اس کے لئے چوتھا علم نہیں۔

اگر ترکیب کو قبول نہ کرنے والے مفردات سے ہے تو اُس کا علم مفرد ہے اور ایسے ہی باقی ہیں کیونکہ ہر معلوم لازماً مفرد ہوگا یا مرکب اور مرکب لازماً علم ترکیب تقدم کی استدعا کرتا ہے اور اُس وقت علم مرکب ہوتا ہے۔ تمام علوم کی یہ ترتیب آپ جان چکے ہیں چنانچہ ہم آپ کے لئے اس منزل میں منزلوں کا محصور ہونا بیان کرتے ہیں۔ اور وہ کثیر ولا تحصیٰ ہیں۔

مراتبِ اُمّہات کی تعداد

ان میں سے ہم اُسی قدر بیان کریں گے جن کا تعلّق ہماری شریعت کے ساتھ ممتاز و مختص ہے نہ کہ اُن کے ساتھ جن میں ہمارے اور دُوسرے تمام مذاہب اور ملتوں کے علوم کے درمیان اشتراک واقع ہوتا ہے۔

جملہ مراتب اُمّہات انیس ۱۹ ہیں ان میں سے وہ ہیں جو منازل کی طرف متفرع اور بعض کی فروع نہیں۔

اب ہم ان مراتب کے اسماء کا ذکر کرتے ہیں اور کیونکہ ہم حضرتِ الٰہیہ میں اس کے ساتھ ایسی ہی پہچان چاہتے ہیں اور ادب اَولیٰ ہے، لہٰذا اِس ہم ان منزلوں کے القاب اور اُن کے محقق ارباب و اقطاب کے احوال وصفات کو بیان کریں گے اور ان احوال سے ہر ایک کے حال کے وصف کا ذکر کریں گے پھر ان کے بعد انشاء اللہ ان انیس ۱۹ میں سے ہر صنف کا بیان ہوگا اور ان میں سے اُس کا ذکر بھی آئے گا جس پر منازل سے نہیں بلکہ بعض

امہاتِ منازل پر مشتمل ہیں کیونکہ علامات و دلالات کی منزلوں سے انوارِ جلی سے ایک سو سے زیادہ منزل کو بلکہ ہزاروں منزلوں کو شامل ہے اور اسرارِ خفیہ اور خواصِ جلیہ پر حاوی انتہائی منزلیں بہت تھوڑی ہیں پھر ہم اُس ذکر کی تلاوت کریں گے جو قدیم و جدید موجودات سے ان منازل کے لیے مشابہت رکھتا ہے اور پھر انشاءاللہ تعالیٰ اُن بعض معانی کا ذکر کریں گے، جن کا تعلق تقریب و اختصار پر اِس منازل سے ہے۔

منزلوں کے القاب اور اُن کے اقطاب کی صفات

۱۔ اِن میں سے ثناء مدح کی منزلیں ہیں اور وہ اربابِ کشف و فتح کے لیے ہیں۔

۲۔ ان میں سے رموز و اشارات کی منزلیں ہیں جو اہلِ حقیقت و مجاز کے لئے ہیں۔

۳۔ ان میں سے منازلِ دُعا اہلِ اشارات و بُعد کے لئے ہیں۔

۴۔ منازلِ افعال اہلِ احوال و اتصال کے لیئے ہیں۔

۵۔ منازل ابتداء اہلِ ہواجس و ابتداء کے لئے ہیں۔

۶۔ منازل تنزیہ مناظرات و استنباط میں اہلِ توجیہہ کے لیئے ہیں۔

۷۔ منازلِ ترکیب عزباءِ عاشقانِ الٰہی کے لئے ہیں۔

۸۔ منازل توقع اہلِ براقع کے سبحات کی بناء پر ہیں۔

۹۔ منازلِ برکات اہلِ حرکات کے لیے ہیں۔

۱۰۔ منازلِ اقسام روحانین سے اہلِ تدبیر کیلئے ہیں۔

۱۱۔ منازلِ دھر اہلِ ذوق کے لیئے ہیں۔

۱۲۔ منازلِ اینت البصار سے مشاہدہ کرنے والوں کے لئے ہیں۔

۱۳۔ منازلِ لام الف اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہونے والوں کے التفات کے لئے ہیں اور اہلِ سِتر کے لئے ہیں، جس کا انکساف نہیں ہوتا۔

۱۴۔ منازلِ تقریرِ علمِ کیمیا اور طبعیات اور روحانیت والوں کے لئے ہیں۔

۱۵۔ منازلِ فناء اکوان خسائن المخدرات کے لئے ہیں۔

۱۶۔ منازل اُلفت اہلِ ایمان اور اہلِ عرفہ کے لئے ہیں۔

۱۷۔ منازل وعید عرشِ مجید کے ساتھ قائم متمکنین کے لئے ہیں۔

۱۸۔ منازلِ استغبار اہلِ اسرارِ دقیقہ کے لئے ہیں۔

۱۹۔ منازلِ اُمر اُن میں اُس کے راز کے حقائق کی تحقیق کرنے والوں کے لئے ہیں۔

اہلِ استنباط وُہ ہیں جو غلط بھی کرتے ہیں اور درست بھی اور وُہ معصوم نہیں۔

غُربا کے لئے انکسار اور لوافیح ہے۔

اہلِ براقع کے لئے خوف اور ڈر ہے۔

اہلِ حرکت کے لئے اسباب کا مُشاہدہ کرنا ہے۔

مدبرین کے لئے فکر اور ممکنین کے لئے حدُود ہیں۔

اہلِ مشاہدہ کے لئے انکار اور اہلِ پردہ کے لئے سلامتی ہے۔

اہلِ علم کے لئے معلُوم پر حُکم ہے۔

اہلِ ستر پردہ اُٹھنے کا انتظار کرتے ہیں۔

اہلِ امن خُفیہ تدبیر کے مقامِ خوف میں رہتے ہیں۔

اہلِ قیام کے لئے بیٹھنا ہے۔

اہلِ الہام کے لئے تحکم و زبردستی کا حکم۔
اہلِ تحقیق کے لئے تین کپڑے ہیں، ایمان کا کپڑا، کفر کا کپڑا، منافقت کا کپڑا۔

اُن کے احوال کا ذکر

جاننا چاہیئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل کے لئے منازل بنائے۔
مُعاقل کو رونہنے کے لئے عاقل اور منزلیں طے کرنے کے لئے راحل ہیں۔
عالِم کے لئے اعلیٰ معالم اور قاسم کے لئے فضلِ مقاسم ہے۔
ٹوٹنے والوں کے لئے توڑنے والے اور عُواصم کے لئے عواصم ہیں۔
بیٹھنے والوں کے لئے قواعد مُتّبد کئے گئے، اور راصد کے لئے مراصد ترتیب دیئے گئے۔
سواروں کے لئے سواریاں مسخر کی گئیں اور جانے والوں کے لئے مذاہب کو قریب کیا گیا۔
تعریف کرنے والوں کے لئے محامد اور قصد کرنے والوں کے لئے آسان مقاصد ہیں۔
عارف کے لئے معارف پیدا کئے گئے اور ٹھہرنے والوں کے لئے مواقف ثبت کئے گئے ہیں۔
سالک کے لئے راستے مشکل کئے گئے، اور ناسک کے لئے عین مناسک ہیں۔
شاہد کو مشاہد کے لئے گونگا کیا گیا اور سونے والے کے فراقد کو نگہبان

بنایا گیا۔

اُن کی صفات کے احوال

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل کو مقدر اور عاقل کو مفکر مقرر فرمایا۔ بے علت کرنے والے کو تیار اور عالم کو مشاہد بنایا۔

قاسم کو تکلیف اُٹھانے والا اور قاصم کو مجاہد بنایا۔

عاصم کو معاون اور قاعد کو عارف بنایا۔

راصد کو واقف اور سوار کو محمول بنایا۔

جانے والے کو معلول اور حمد کرنے والے کو مسئول بنایا۔

قاصد کو مقبول عارف کو منحوت اور واقف کو مبہوت ٹھہرایا۔

سالک کو مردود، ناسک کو معبود، شاہد کو محکم اور راقد کو مسلم مقرر فرمایا۔

اُمہات منازل کا بیان

ہم نے اُن کی اِن اُنیس صفات، کا ذکر اُن کے احوال کی صنف میں کیا ہے۔

اَب ہم اُمہات منازل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جو ہر صنف کو متضمن ہے

ان اُمہات سے منازل سے ہر منزل چار اصناف پر مشتمل ہے۔

پہلی صنف کا نام منازلِ دلالات ہے۔

دُوسری صنف کا نام منازلِ حدود ہے۔

تیسری صنف کا نام منازلِ خواص ہے۔

چوتھی صنف کا نام منازلِ اسرار ہے۔ ان کی کثرت بے شمار ہے اِن

میں سے ہم اُنیس[۱۹] منازل پر اختصار کرتے ہیں۔ اور اُن اعداد کا ذکر کرتے ہیں جو
اِن پُر اتہمات سے محیط و منطوی ہیں اور یہ پہلی منزل مدح ہے۔ اُس کے لیے
منزلِ فتح فتحِ سرین اور منزلِ مفتاح الاوّل ہے۔ ہمارے لیے اس میں جزء ہے
جس کا نام ہم نے مفاتیح الغیوب، منزلِ عجائب، منزلِ تسخیر الارواحِ برزیہ اور
منزلِ ارواحِ علویہ، رکھا ہے اور اُس کے ہم نے بعض معانی کو منظوم کیا ہے۔

منازل المدح والنباھی — منازل مالھا تناھی
لا تطلبن فی السمو مدحا — مدائح القوم فی الثری ھی
من ظمئت نفسہ جھادا — یشرب من أعذب المیاہ

مدح و مباہات کی منازل لا متناہی ہیں۔
بلندی میں مدح نہ طلب کریں قوم کی مدحتیں اس ہی میں ہوتی ہیں۔
جس کا نفس جہاد میں پیاسا ہے وہ لذیذ و شیریں پانی پیے گا۔

غلام اس تعریف کا مستحق نہیں

ہم کہتے ہیں کہ غلام اس مدح کا مستحق نہیں کہ وہ آقا کے اوصاف سے
متصف ہو جائے کیونکہ ایسا کرنا سوئے ادب ہے البتہ آقا چاہے تو غلام
کی صفات اپنا سکتا ہے۔ کیونکہ اُس پر حکم نہیں لہٰذا اپنے غلام کی طرف اُس
کا نزول غلام پر احسان کرنا ہے تاکہ اُسے سرور و انبساط حاصل ہو، اس لئے
کہ غلام کے دل میں آقا بہت بڑا اجلال ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ
اُس کی طرف اُس کا نزول نہ ہوتا اور غلام کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے آقا کے اوصاف
کو اپنائے نہ اُس کی حضوری میں اور نہ اپنے غلام بھائیوں کے نزدیک خواہ آقا
نے اُسے اُن پر حاکم بنایا ہو۔ جیسا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا!

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ

یہ آخرت کا گھر ہے ہم ان کے لئے کر رکھیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے۔

القصص آیت ۸۳

کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین کو مطیع کیا ہوا ہے۔ اور غلام عاجز و درماندہ ہوتا ہے۔ اور عجز بلندی کا اقتضاء نہیں کرتا پس جس نے اپنی قدر سے تجاوز کیا وہ ہلاک ہو گیا اور کہتے ہیں کہ جو اپنی قدر کو پہچان لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔ اور یہ قول کہ "عالا نناہی"، یعنی اُس کے لئے انتہا نہیں تو اس میں کہتے ہیں کہ عبد میں اُس کی عبودیت کی انتہاء نہیں کہ جس انتہاء کی طرف پہنچ کر وہ رب ہونے کی طرف آپ جائے۔ ایسے ہی رب کے لئے انتہا نہیں، جس کی طرف منتہی ہو کر پھر وہ عبد بن جائے۔

پس نہایت غیر کی طرف رب، رب ہے اور غیر نہایت کی طرف عبد عبد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اللہ ہی رہتا ہے اور عبد عبد۔

اس لئے فرمایا! کہ لوگوں کی اچھائیاں اور تعریفیں تیری میں ہیں۔ اور یہ جگہ ساری زمین سے پست ہے۔ اور فرمایا پانی کی لذت کو پیاسا جانتا ہے اور اتصافِ عبودیت کی لذت وہی جانتا ہے، جو اتصاف ربوبیت کے وقت آلام کا ذائقہ چکھے۔

خدا ہی رزق دے سکتا ہے

اور اُس کی طرف مخلوق کی احتیاج حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثل ہے جب انہوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے ہوئے طلب کیا کہ اپنے بندوں کی روزی اُن کے ہاتھ دے دے۔

چنانچہ اُس وقت کھانے کی جو چیزیں تھیں وہ تمام ان کے پاس حاضر کر دی گئیں۔ تو سمندر کے جانوروں سے ایک جانور نکلا اور اُس نے اپنا کھانا طلب کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُسے کہا کہ جس قدر کھانا تم ایک روز کھاتے ہو اس سے کھالو۔

اُس نے کھانا شروع کیا تو سارا کھانا ختم ہو گیا یہاں تک آخری لقمہ لیتے وقت اُس نے کہا! میرا کھانا اور زیادہ کریں اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ اتنا کھانا ہر روز دس مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ جب کہ میرے علاوہ مجھ سے بڑے جانور موجود ہیں جو مجھ سے زیادہ رزق پاتے ہیں۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور میں توبہ کی اور جان لیا کہ جو خالق تعالیٰ کی شان کے لائق ہے وہ مخلوق کی وسعت میں نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تبارک سے ایسا ملک طلب کیا تھا جو اُن کے بعد کسی کو نہیں ملا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ تمام جہات سے جانور جمع ہو کر اُن سے اپنا اپنا رزق طلب کر رہے ہیں تو انہوں نے اس سے اپنے دل میں تنگی محسوس کرتے ہوئے اپنے سوال سے رجوع کر لیا۔

چنانچہ اس توبہ سے انہوں نے بے حد لذت حاصل کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا سوال قبول کر لیا تھا۔

منزلوں کا حال

اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے جان لیں کہ اگر ان میں سے کوئی منزل ہو تو وہ منازل پر حاوی ہوتی ہے اِن میں سے وحدانیت، منزلِ عقل اوّل اور عرشِ اعظم اور صدا و عماء سے عرش کی طرف آنا۔ علمِ نقش، منزلِ قلوب و حجاب منزلِ استواء فہوانی، الوہیتِ سار یہ اور اسمداد کہاں وہ دہر ہیں۔ اور وہ منازل ہیں جن کے لئے ثبات نہیں اور ان میں سے کسی کے لئے ثبات نہیں اور ان میں سے منزلِ برازخ الٰہیہ اور زیادت و غیرت، منزلِ فقد و وجدان، منزل رفع شکوک اور وجودِ مخزون، منزلِ قہر و خسف اور منزلِ ارض الواسع۔

کشادہ زمین کی دلچسپ اور انوکھی منزل

مَیں جب اِس وسیع زمین کی منزل میں داخل ہوا تو میں تیونس میں تھا مجھ سے وہاں ایسی چیخ نکلی جس کا مجھے علم نہیں کہ وہ مجھ سے واقع ہوئی سوائے اس کے جس نے مجھ سے یہ آواز سُنی۔ اُن میں سے ایسا کوئی شخص باقی نہ رہا جو غش کھا کر نہ گرا ہو۔ جو ہمسایہ عورتیں سطح پر تھیں وہ زمین پر گر گئیں اور اُن میں سے بعض چھتوں کی بلندی سے گھر کے صحن میں گریں اور انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

سب سے پہلے مجھے ہوش آیا اور ہم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے میں نے وہاں سب کو بے ہوش پایا پھر اِس سے کچھ عرصہ بعد وہ ہوش میں میں آ گئے۔ تو میں نے کہا تمہیں کیا ہوا تھا؟

انہوں نے کہا آپ کا کیسا حال ہے؟ بے شک آپ نے ایسی چیخ

ماری تھی جس کے اثرات اس جماعت پر واقع ہوئے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

میں نے کہا! خدا کی قسم مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں نے چیخ ماری تھی۔

علاوہ ازیں منزل آیاتِ غربیہ اور حکمِ الٰہیہ ہے اور منزلِ استعداد زینت ہے اور وہ امر جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے افلاک سماویہ کو روکا ہوا ہے۔ اور منزلِ ذکر وسلب شئے ہے اِن منازل میں میں نے کہا!

منازل الکون فی الوجود منازل کلها رموز
منازل للعقول فیها دلائل کلها نجوز
لما أتی الطالبون قصدا لنیل شیٔ وذاك جوروا
فیا عبید الکیان حوزوا هذا الذی ساقکم وجوزوا

تمام منازلِ کون جو وجود میں ہیں وہ تمام منازلِ رموز ہیں۔

عقلوں کی منازل کے لئے ان میں تمام مجوزہ دلائل ہیں۔

جب طالبین کسی چیز کے حصول کے لئے قصد کر کے آتے ہیں تو وہ اس کا بدلہ ہوتی ہے۔

اے بندگانِ کیان یہ چیز لے لو — اور گذر جاؤ یہ وہی ہے جو تمہیں چلا کر لائی ہے۔

رمز ولغز کے معنے

رمز اور لغز وہ کلام جو وہ معنے ظاہر نہ کرے جو اُس کے قائل کا مقصد ہے ایسے ہی وجود میں منزلِ عالم ہے۔ جیسے اللہ تبارک وتعالےٰ اُس کی عین کے لئے وجود میں نہیں لایا بلکہ اللہ تعالےٰ نے اُسے اپنی ذات کے لئے پیدا کیا ہے۔

پس عالم اُس غیر کے ساتھ مشغول ہوا جو اُس کے لئے پیدا کیا گیا ہے
تو یہ اُس کے موجد کے مقصد کے خلاف ہے۔
اِس لئے عارفین کی ایک جماعت جس کا حال دوسروں سے اچھا ہے
نے کہا! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں ہمارے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جب کہ
محقق اور عبد یہ بات نہیں کہتا بلکہ وہ یہ بات کہتا ہے۔ ہمیں اُس نے اپنے لئے
پیدا فرمایا ہے اور اُس کی طرف اس کی محتاجی نہیں یعنی انسان کو اپنے لئے پیدا
فرمانے کے باوجود اس کا محتاج نہیں۔
پس جو میرے رب کے لغز اُس کی رمز اور اشعارِ غاز کو جانتا ہے وہ ہمارے
ارادے کو جانتا ہے۔

جو ارادہ ہو گا وہی ملے گا

یہ شعر کہ جب طالبین کسی چیز کے حصول کے لئے قصد کر کے آتے ہیں
تو وہ اُس کا بدلہ ہوتی ہے تو یہ مجازات سے ہے۔ کہتے ہیں کہ جس اَمر کے لئے
اللہ تعالیٰ کے لئے طلب کیا جائے وہ اُس کے طلب کے مطابق ملتا ہے اور
اُسے اِس کے علاوہ نہیں پہنچتا۔
یہ شعر کہ ” اے بندگانِ کائنات یہ چیز لے کر گزر جاؤ یہ وہی ہے جو
نہیں لے کر آئی ،، تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ کی
عبادت کرتا ہے وہ چیز اُس کا معبود اور رب بن جاتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ
اُس سے بریت فرما لیتا ہے اور وہ اُس کے لئے ہے جس کا وہ بندہ ہے۔
اور یہ کہنا کہ خُوذُوا یعنی وہ چیز لو جس کے لئے آئے ہو یعنی جس کے باعث
آئے ہو وَجُوزُوا یعنی ہم سے چلے جاؤ کیونکہ تم ہماری طرف اور ہماری درجہ

سے نہیں آئے۔

منزلِ دُعا

یہ منزل اُن منزلوں پر حاوی ہے جن میں سے منزلِ النسان بالشُبیہ، منزلِ تقدی، منزلِ مکر و طائف و تجب، منزلِ مقامیر و ابتلا، منزلِ جمع و تفرقہ ومنع، اور منزلِ نواشتی و تقدیس ہے۔ اِس منزل میں مَیں نے کہا ہے۔

لنا به الرحمن فيك منازل　　فاجب نداء الحق طوعا يا فل
رفعت اليك للرسلات أكفها　　ترجو النوال فلا يخيب السائل
أنت الذي قال الدليل بفضله　　ولنا عليه شواهد ودلائل
لولا اختصاصك بالحقيقة مازهت　　بنزولك الاعلى لديك منازل

اس میں رحمٰن نے تیرے لئے منزلیں رکھی ہیں اے کاہل! ندا ءِ حق کا خوشی سے جواب دے۔

مرسلات نے تیری طرف ہتھیلیاں اُٹھا رکھی ہیں۔ یہ بخشش و نوال کی امید رکھتی ہیں۔ سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا جاتا۔

تو وہ ہے جس کے ساتھ اُس کے فضل کی دلیل ہے۔ اور ہمارے لئے اس پر شواہد و دلائل ہیں۔

اگر فی الحقیقت تیرا اختصاص نہ ہوتا تو نزولِ اعلیٰ کے ساتھ تیرے سامنے منازل نہ ہوتیں۔

مَیں کہتا ہوں کہ اپنے بندے کو حق تعالیٰ کی ندا مرسلات کی زبان ہے جو اُس کے اسماء سے اِسم طلب کرتی ہے اور یہ بندہ اُس وقت ان اسماء کے زیرِ تسلط ہوتا ہے۔ اور مرسلات لطائفِ خلق ہیں وہ اُس کی طرف ہتھیلیاں

اُٹھاتی ہیں۔ جس کے دونوں ہاتھوں میں اسماء ہیں تاکہ وہ طالب اسماء پر جود و بخشش کرے اور ہمیشہ اُس سے سوال کیا جاتا ہے جو اسماء کی حفاظت کا اختیار رکھتا ہو۔

جیسا کہ علیم اسے خبیر و حسیب اور محصی و مُعقل پر تقدم حاصل ہے۔ لہذا فرمایا! کہ تُو وہی ہے جو کہتا ہے کہ دلیل اُس کے فضل کے ساتھ ہے۔ اور وہ حقیقت جو اُس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اسماء الٰہیہ سے اسماء نے اپنے تحت مرتبہ میں اُس کا احاطہ کر رکھا ہے۔ کیونکہ قادر! مرید کے مرتبہ سے نیچے ہے اور عالم اپنے مرتبہ میں مرید سے اُونچا ہے۔ اور محصی کا مرتبہ ہر ایک کے اُوپر ہے۔

پس جو منازل اسمِ جامع کے احاطہ کے تحت ہیں وہ اپنی طرف اس کے نزول کے ساتھ فخر کرتی ہیں کہ یہ اُن کے سوال کا جواب ہیں۔

منزلِ افعال

منزلِ افعال متعدد منازل پر مشتمل ہے جن میں سے منزلِ فضل والہام، منزلِ اسراء روحانی منزلِ تلطف اور منزلِ ہلاک ہے۔

ان منازل میں میں نے کہا!

لمنازل الافعال برق لامع	وریاحها ترجی السحاب زعازع
وسهامها فی العالمین نوافذ	وسیوفها فی الکائنات لوامع
ألقت الی العز المحقق أمرها	فالعین تبصر والتناول شاسع

منازلِ افعال کے لیے برقِ لامع ہے۔ ان کی ہوائیں لرزنے والے، بادلوں کو چلاتی ہیں۔

ان کے تیر تمام جہانوں میں نافذ ہیں اور ان کی تلواریں کائنات میں کامنے

والی ہیں۔
اس کے امر کو عز محقق کی طرف ڈال دیا پس آنکھ دیکھتی ہے اور اس تک پہنچنے میں دور کا فاصلہ ہے۔

افعال دو قسم کے ہیں

بندوں کے افعال پر لوگوں کی دو قسمیں ہیں، ایک طائفہ افعال کو بندوں کی طرف سے دیکھتا ہے۔ اور ایک طائفہ افعال کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے دیکھتا ہے۔ ہر طائفہ ظاہر ہے باوجود اس کے کہ اس کا اعتقاد ہے کہ یہ چمکنے والی بجلی کے مشابہ ہے جس میں اسے ایک گھڑی اس امر کے لئے عطا کی جاتی ہے جس سے وہ اس فعل کو منسوب کرنے کی نفی کرتا ہے۔ اور ہر طائفہ کے لئے اس کے اور نسبتِ فعل کے درمیان ایک بادل حائل ہے جو اس کے لئے اس سے غضب ناک ہے۔

یہ شعر کہ اس کی ہوائیں شدید ہیں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ وہ اسباب و دلائل ہیں جس کے لئے نظر کے ساتھ مضبوط نسبت ہے۔ اور ان لوگوں کے نفوس میں ان کے تیروں کی صفت چل رہے ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور ایسے ہی ان میں کاٹنے والی تلواریں ہیں۔

اور کہا کہ اَلْقت اِلَی العِزِّ المُحَقِّق تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی ایسی مضبوط حمایت کی گئی ہے جو مخالفت کو مؤثر ہونے سے روکتی ہے۔ پس وہ ہر ایک اس پر باقی رہتا ہے۔ جس پر اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا!

كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ایسے ہی ہم نے ہر امت کو ان کے

الانعام آیت ۱۰۸ عمل اچھے دکھائے ہیں۔

اور یہ قول فالعین تبصر ؟ تو اس میں یہ کہا ہے کہ جس بندے کے فعل کا مشاہدہ کرتی ہے اور انسان اسے اپنے نفس سے پاتا ہے جس کے ساتھ اُس کے لئے اُس میں اختیار ہے۔

اور یہ قول کہ ! التناول شاسع تو اُس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو اُسے حس عطا کرتی ہے اُس کی نسبت دوسرے کی طرف کرنا اور نفس میں فاصلے کی دوری ہے مگر ضروری ہے کہ " برقِ لامع ، یعنی چمکتی ہوئی بجلی اس فعل میں اُسے اُس کے لئے نسبت عطا کرے جس سے اُس کی نفی کی ہو اور اُس کے انکار پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

منزلِ ابتداء

یہ منزل کئی منزلوں پر مشتمل ہے جن میں سے منزلِ علاقہ دسجات ، منزلِ تنزلات ، علم بالتوحید الٰہی ، منزلِ رحوت ، منزلِ حق وفزع ہیں - اور اس منزل میں میں نے کہا !

للابتداء شواهد ودلائل	وله اذا خط الركاب منازل
بحوى على عين الحوادث حكمه	ويمده الله الكريم الفاعل
مابينه نسب وبين الاهه	الا التعلق والوجود الحاصل
لاتسمعن مقالة من جاهل	مبنى الوجود حقائق واباطل
مبنى الوجود حقائق مشهودة	وسوى الوجود هو المحال الباطل

ابتداء کے لئے شواہد و دلائل ہیں - اور اُس کے منازل پر سواروں کا اُترنا ہے۔

حادثوں کے چشمہ پر اُس کا حکم حاوی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کریم و خاص مددگار رہے۔

اُس کے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے درمیان نسبتیں نہیں ہیں مگر تعلّق اور وجودِ حاصل۔

اُس جاہل کی گفتگو نہ سُن جو کہے کہ وجُود و حقائق و باطل پر مبنی ہے۔

وجودِ حقائقِ مشہودہ پر مبنی ہے اور جو وجُود کے علاوہ ہے وہ محال اور باطل ہے۔

میں نے کہا کہ ابتدائے اکوان عوالم کے لئے اس میں شواہد ہیں وہ اپنے نفوس کے لئے نہیں بلکے پھر ہو گئے کہ کی ضمیر ابتدا پر لوٹتی ہے جب سوار اتریں یعنی کہاں سے آیا تو اُس کا پیچھا کرو تو وہ اسی کے پاس ہوگا جس نے انہیں وجُود دیا۔ اس لئے اُس کے لئے بقا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا! ارشاد ہے!

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۔ النحل آیت ۹۶

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

جب آپ اُس کے پاس اُتریں گے تو اُس سے اُس کی اُس منزل کو جان لیں گے جس میں وُہ تھا کیونکہ وہ اپنی ذلت کے لئے نہ تھا پس یہ ذل منزل الٰہی ہے۔ اُس کا ارشاد ہے! هُوَ الْاَوَّلُ اور اس اوّلیت سے مُدرِ ابتدا ہے۔ اور اس سے تمام حوادث کو مدد حاصل ہوتی ہے۔ اور وُہ اس میں حاکم ہے۔ اور یہ اُس کے حکم پر جاری ہے اور اُس سے نسبتوں کی نفی کرتی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی اوّلیت بندے کی اوّلیت کی

مدد گار ہے۔ اور کائنات کی اوّلیت کی کوئی چیز مدد گار نہیں۔ پس وہاں سوائے عنایت الٰہیہ کے نسبتیں نہیں۔ اور نہ اس کے حکم کے سوا سبب ہے۔ اور نہ اس ازل کے بغیر کوئی وقت ہے۔ کہ اس گروہ کا مذہب ہے۔

اور جو باقی ہے وہ ان تین کے حصر کے تحت داخل نہیں پس وہ اندھا پن اور تلبیس ہے۔ اس کی صراحت صاحبِ محاسنِ مجالس نے اسی طرح کی ہے۔

اور یہ قول کہ وجود حقائق و اباطیل پر مبنی ہے۔ تو یہ نادرست ہے۔ کیونکہ باطل عدم ہے اور یہ درست ہے۔

اس لئے کہ وجود مستفاد عدم کے حکم میں ہے۔ اور وجودِ حق کا وجود اپنی ذات کے لئے ہے۔ پس جو عدم وجود میں آیا تو وہ وجود میں نہیں آیا مگر اس وجود سے جو اپنی ذات کے لئے نہیں اپنے غیر کے لئے موصوف تھا۔ اور استفادہ کرنے والا وجود اس کی عین کے لئے تھا تو وہ محال باطل ہے جس کا وجود نہ اپنی ذات کے لئے ہے اور نہ اپنے غیر سے۔

منزلِ تنزیہہ۔

یہ منزل کئی منازل پر مشتمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔ منزلِ شکر، منزل الیاس، منزلِ لنشر، منزلِ لفرد جمع اور منزلِ ربح و خسران و استحالات اور ہم نے اس میں اشعار کہے ہیں۔

لمنازل التنزیہ والتقدیس	سر مغول حکمہ معقول
علم یعود علی المنزہ حکمہ	فردوس قدس ر دنہ مطاول
فسنہ الحق المبین مجوز	ماقالہ لمرامہ تضلیل

تنزیل و تقدیس کی منازل کے لئے گفتگو کا راز اور اُس کا حکم معقول ہے۔
یہ وہ علم ہے جس کا حکم منزہ پر لوٹ آتا ہے۔ جو فردوسِ قدس اور روضۂ مطلول ہے۔

پس حق المبین منزہ و مجوز ہے۔ جو اُس نے کہا لہٰذا اُس کا مرام گمراہی ہے۔
کہا! حقیقت پر منزہ وہ ہے جس کی ذات کے لئے تنزیہہ ہے اور جو اُس کی تنزیہہ بیان کرتا ہے جائز ہے کہ اُس پر اُس سے تنزیہہ ہو اور وہ مخلوق ہے۔ اس لئے تنزیہہ منزہ پر لوٹتی ہے۔ حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا!

اِنَّمَا هِیَ اَعْمَالُکُمْ تُرَدُّ عَلَیْکُمْ ط یہ تمہارے اعمال تم پر لوٹائے جائیں گے۔ الحدیث

پس جس کا عمل تنزیہہ ہوگا اُس پر تنزیہہ لوٹ آئے گی اور اُس کا مقام اِس سے منزہ ہوگا جس سے وہ اپنے اِس اعتقاد کے ساتھ قائم ہے۔ جو حق تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں اور یہاں جس نے سبحانی یعنی میں پاک ہوں کہا! اللہ تبارک و تعالیٰ کے جلال کی تعظیم کے لئے کہا! اس لئے روضۂ مطلول یعنی طلائی باغ کہا کہ وہ اِس بندہ کے محل کی طرف نزولِ تنزیہہ ہے۔ جو اپنے خالق کی تنزیہہ بیان کرتا ہے۔

وَاللہ یقول الحق وَیھدی السبیل

منزلِ تقریب

یہ منزل دو منزلوں پر مشتمل ہے ان میں سے ایک منزل خرقِ عادت اور دوسری منزل احدیتِ کن ہے اور میں نے اِس میں شعر کہے ہیں۔

لمنازل التقریب شرط یعلم ولها علی ذات الکیان تحکم
فاذا أتی شرط القیامۃ واستوی جبارها خضع الوجود ویحدم
هیهات لا تجنی النفوس ثمارها الا التی فعلت وأنت مجسم

منازلِ تقریب کی شرط معلوم ہونا چاہیئے اور ان کے لیئے ذاتِ اکوان پر تحکم و زبردستی ہے۔

جب قیامت آئے گی اور شرط قائم ہو گی وجودِ جبار کے حضور میں پست اور خام ہوں گے

افسوس نفوس وہی پھل چنیں گے جو انہوں نے کیا ہو گا۔ اور تو مجسم ہو گا۔

کہا کہ تقریب صفاتِ محدثات سے ہے کیونکہ محدثات تقریب اور اس کی ضد کو قبول کرتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم قریب ہے۔ اگرچہ اس کی ذات اس سے موصوف ہے کہ وہ اس کے ساتھ قریب ہے۔ اور اس سے متصورِ تقریب و تقرب ہے۔

اور جب کہا شرط کا علم ہو تو وہ قبول تاثیر ہے۔ کہا کہ یہ عموماً سوائے آخرت کے معروف و منکشف نہیں ہوتا۔

اور کہا نفوس وہی پھل چنیں گے جو انہوں نے اس دنیا میں خیر و شر کی صورت میں کیا ہو گا۔ پس اس کے لئے تقریب اس کے اعمال سے ہو گی۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ پس جس نے ذرہ برابر اچھا عمل کیا ہو گا اسے دیکھے گا۔
الزلزال آیت ۷

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور جس نے ذرہ برابر برا عمل کیا ہو گا اسے دیکھے گا۔
الزلزال آیت ۸

منزلِ توقّع

یہ منزل بھی دو منزلوں پر مشتمل ہے۔ منزل طریقِ الٰہی اور منزلِ سمع اور اس میں نظم ہے۔

ظهرت منازل للتوقع بادیه   وقطوفها لبد المقرب دانیه
فاقطفن اغصان الدنو ثمارها   لاتقطفن من الغصون العادیه
لاتخرجن عن اعتدالك والزمن   وسط الطریق تر الحقائق بادیه

توقع کی روشن تر منزلیں ظاہر ہو گئیں اور اس کے اثمار چننے کے لیے قریبی ہاتھ کے قریب ہوں گے۔

قربت کی شاخوں سے اُن کے پھل اتاریں اور حد سے بڑھتی ہوئی شاخوں سے پھل نہ اتاریں۔

اپنے اعتدال سے نہ نکل اور طریقِ وسط کو لازم کرلے گا تو حقائق کو ظاہر دیکھے گا۔

کہتے ہیں کہ انسان کی جو توقع بھی وہی ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ جس چیز کا متوقع ہوتا ہے اس کے باطن میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ تو بے شک اس کے غائب سے وہ امر ظاہر ہوا جو اس کے اس باطن کی طرف ظاہر ہوا جس کی اسے توقع تھی۔

پھر وہ اُس کے ظہور کا عالم شہادت میں متوقع ہوتا ہے۔ تو پہنچنے میں قریب تر ہوتا ہے۔ اور یہ قول کہ قطوفِ دانیہ یعنی پھل چننے والا اُس کے ہاتھ کے قریب ہو جاتا ہے۔ کہا کہ اعتدال کے طریق کا تحفظ کرو اور اُس سے انحراف نہ کرو اور یہاں تمہاری حقیقت کی تمہارے لئے ملازمت کے

معنے میں ہے۔ اس سے مَت نکلنا جیسا کہ تکبر کرنے والے نکل گئے اور جس کا برزخ دو طرفوں کے درمیان ہوگا اُس کے لئے دو لوں پر استشراف یعنی آگاہی حاصل کرنا ہے۔ جب وہ ایک کی طرف مائل ہوگا تو دُوسرے سے غائب ہو جائے گا۔

منزلِ برکات

یہ منزل بھی دو منزلوں پر مشتمل ہے۔ منزلِ جمع و تفرقہ اور منزلِ خصامِ برزخی۔

اور یہی منزل ملک اور قہر ہے اور اس میں میں نے کہا ہے!

لمنازل البرکات نور یسطع — وله بحبات القلوب توقع
فیها التزید لکل طالب مشهد — ولها الی نفس الوجود تطلع
فاذا تحقق سرّ طالب حکمة — بحقائق البرکات شدّ المطلع
فالحمد لله الذی فی کونه — أعیانه مشهودة تسمع

برکات کی منازل کے لئے ایک درخشندہ نُور ہے اور اُسے مُحبّتِ قلوب کے ساتھ توقع ہے۔

اس میں مشاہدہ کے طالب کے لئے زیادتی ہے۔ اور اُس کے لئے نفسِ وجود کی طرف اطلاع ہے۔

جب طالبِ حکمت کا راز حقائق برکات کے ساتھ محقق ہو جائے تو بلندی کے لئے شدت ہے۔

شکر ہے اُس ذات کا جس کے کون میں اُس کے اعیان ظاہر سماعت کرتے ہیں۔

برکات افزونی کو کہتے ہیں اور یہ شکر کے نتائج سے ہیں اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنی ذات کو شاکر و شکور کے اسم کے ساتھ مسمّٰی نہیں کیا مگر یہ کہ ہم اُس عمل کو زیادہ کریں جو ہمارے لئے مشروع ہے۔ اور اُس کے ساتھ عمل کریں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے شکر کرنے کے ساتھ نعمتوں کو زیادہ فرماتا ہے۔ پس ہر نفس افزونی پر مُطلع ہے۔

کہا حبِ حکمتوں کے طالب کے لئے زیادہ ہونا متحقق ہو جاتا ہے تو وہ امور کے ساتھ منفرد ہو جاتا ہے۔ اور جدّ و جہد کرتا ہے کہ اس میں اس کا کوئی شریک نہ ہو تاکہ اس نوع سے زیادہ سے زیادہ حاصل کرے یہ مقام رکھنے والا اُس حال کے لئے مراقبہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ جیسے وہ طلب کرتا ہے۔

منزلِ اقسام و ایلاء

یہ منزل متعدد منازل پر مشتمل ہے۔ جن میں سے یہ ہیں۔

منزلِ فہوانیاتِ رحمانیہ، منزلِ قاسم روحانیہ، منزلِ رقوم، منزلِ مساقطِ نور، منزلِ شعرا، منزلِ مراتب روحانیہ، منزلِ نفسِ کلّیہ، منزلِ قطب، منزلِ الفعاق الانوار علی عالم الغیب، منزلِ مراتب نفسِ ناطقہ منزلِ اختلافِ طرق، منزلِ مودّت، منزلِ علومِ الہام، منزلِ نفوسِ حیوانیہ، اور منزلِ صلوٰۃ الوسطیٰ۔

منازل الاقسام فی العرض — أحكامها فی عالم الارض
تجری بافلاك السعود علی — من قام بالسنة والفرض
وعلمها وقف علی غیبها — وحكمها فی الطول والعرض

اور میں نے اس میں کہا!
منازلِ اقسام عرش میں ہیں - اور اُن کے احکام عالمِ عرض میں ہیں -
وہ فلاکِ سعُود کے ساتھ اُس پر جاری ہوتی ہیں جو سُنت اور عرش
کے ساتھ قائم ہو-
اُن کا عِلم اُن کی عین پر دقف ہے اُن کا حُکم طُول دعرض پر جاری ہے-
کہا! کہ قسمیں تہمت کا نتیجہ ہے اور حق تعالیٰ جل شانہٗ مخلُوق کے ساتھ
وہی معاملہ کرتاہے جس پر وہ خلق ہے نہ کہ اُس حیثیت سے جس پر وہ خود
ہے - لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملائکہ کے لئے قسم نہیں کھائی کیونکہ وہ
عالمِ تہمت سے نہیں اور نہ مخلُوق کا حق ہے کہ وہ مخلوق کی قسم کھائے -
یہ ہمارا مذہب ہے - اگر کوئی مخلُوق کی قسم کھاتا ہے تو وہ ہمارے نزدیک
گنہگار ہے - اور اس کا کفارہ نہیں - جب کہ وہ جس میں واقع ہے اُس پر توبہ
کرے اور کچھ نہیں -
اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مخلُوقات کے ذِکر کے ساتھ کھائی تو بنفسہٖ
کھائی اور اسم کا حذف کرنا کتابِ عزیز سے متعدد مقامات میں اظہارِ اسم
پر ہے - مثلاً اُس کا یہ ارشاد ہے!

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ الذاریات آیت ۲۳	پس آسمان اور زمین کے رَبّ کی قسم
بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ المعارج آیت ۴۰	مجھے تمام مشرقوں اور مغربوں کے ربّ کی قسم

تو یہ اعلام اُن مقامات میں ہیں جہاں اسم کے لئے ظاہر طور پر ذکر
جاری نہیں - کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کے ارادہ کے لئے اسمِ امر

غائب ہوتا ہے۔ اسے نبی اور ولی ملہم سے وہی جانتا ہے جسے حق تعالیٰ اس کا عرفان عطا فرمائے۔ کیونکہ قسم اُس کی تعظیم پر دلیل ہوتی ہے جس کی قسم کھائی جائے اور بلاشک وریب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر بینا و نابینا کے لئے اس کا ذکر قسم میں کیا ہے۔

پس اس میں بلند و پست، مرضی و مغضوب، محبوب و غیر محبوب مومن و کافر اور موجود و معدوم داخل ہیں۔

اور منازل اقسام کو نہیں جانتا مگر وہ جسے عالم الغیب کی معرفت حاصل ہے۔

پس گمانِ غالب ہے کہ اسمِ الٰہی یہاں مضمر ہے۔ اور ہم نے آپ کو اس کی پہچان کرادی ہے کہ عالمِ غیب طول اور عالمِ شہادت عرض ہے

عالمِ انیت

یہ منزل متعدد منازل پر مشتمل ہے جن میں سے منزلِ سلیمان علیہ السلام دوسرے انبیاء کے علاوہ منزلِ سترہ کامل منزلِ اختلافِ مخلوقات منزلِ روح اور منزلِ علوم اور میں نے اس میں کہا!

أنية قدسية مشهودة   لوجودها عند الرجال منازل

تفنى الكيان اذا تجات صورة   فى سورة أعلامها تتفاضل

دتو بك فيك وجودها بنعوتها   خلف الظلال وجودها لك شامل

حقیقتِ قدسیہ مشہودہ ہے مردوں کے نزدیک اس کے وجود کے لئے منزلیں ہیں۔

جب کسی صورت میں جس کی نشانیاں فاضل ہوں کوئی صورت تجلی پذیر

ہوتی ہے تو کائنات فنا ہو جاتی ہے۔

اور تجھ میں اپنے وجود کی تعریفوں کے ساتھ تجھے دیکھتی ہے اس کا وجود تیرے لئے سالوں کے پیچھے شامل ہے۔

کہا کہ حقیقتِ الٰہیہ مغوریہ منزیہہ کی تعریفوں کے ساتھ ہے۔ جو اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ تو ان کے سوا ہر ذات فنا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس کے مشاہد شخصِ واحد میں اُس کے احوال کی حیثیت سے بڑھ گئے ہوں۔ اور اشخاص میں اُن کے احوال کے مختلف ہونے کی صورت میں ہے۔ چونکہ حقیقت یہ دیتی ہے کہ ہم سے کوئی مشاہدہ کرنے والا اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتا مگر اپنی ذات کے ساتھ۔

جیسا کہ یہ حقیقت ہم سے سوائے اپنی ذات کے کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کرتی۔ پس ہر حقیقت دوسری حقیقت کے لئے آئینہ ہوتی ہے۔

المومن مرآۃ اخیہ — یعنی مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہوتا ہے۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ — اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں۔

الشوریٰ آیت ۱۱

منزلِ ظہور

یہ منزل متعدد منازل پر حاوی ہے جن میں سے،

منزلِ سابقہ، منزلِ عزت، منزلِ روحانیتِ افلاک، منزلِ امرِ الٰہی، منزلِ ولادت، منزلِ موازنہ، منزلِ لبشارت باللقاء۔

اور اس میں میں نے کہا!

ومن المنازل مایکون مقدّرہ مثل الزمان فانہ متوھم
دلت علیہ الدائرات بدورھا ولہ التصرّف والمقام الاعظم

اور منازل سے جو زمانے کی مثل مقدر رہوں گی وہ وہم میں ہیں۔
اُس پر دائرے گردش کے ساتھ دلالت کرتے ہیں اور اُس کے ساتھ
تصرّف اور مقام اعظم ہے۔
کہا! کہ حبیب حق تعالیٰ کے حق میں ازل امرِ متواہم تو زمانہ بھی حق
تعالیٰ کے حق میں امرِ متواھم ہو گا۔ یعنی قدرتِ متواھمہ جیسے حرکت
افلاک قطع کرتی ہیں کیونکہ ازل مخلوق کے لئے زمانہ کی طرح ہے پس
اِس پر غور کریں۔

منزلِ لام اِلف

یہ منزل التفاف ہے اور اِس پر اعتلاف غالب ہے نہ کہ اختلاف
اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِالْمَسَاقُ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی آپ کے رب کی طرف اُس دن روانگی ہے۔

القیامۃ آیت ۳۰

اور یہ کئی منازل پر حاوی ہے۔ جن سے مجمع البحرین و جمع الامرین
اور منزلِ تشریفِ محمدی ہے۔ جو منزل محمدی کی جانب ہے۔ اور اِس
میں میں نے کہا ہے!

منازل اللام فی التحقیق والالف عند التقاء انفصال حال وصلھما

هما الدليل على من قال ان أنا ‏ سر الوجود واني عينه فهما
نم الدليلان اذ دلا بحالهما ‏ لا كالذي دل بالاقوال فانصرما

تحقیق میں لام اور الف ۰۰ کی منازل بقائے انفصال کے وقت دونو
کے وصل کا حال ہے۔
دونوں اُس پر دلیل ہیں جو کہتا ہے کہ میں سر الوجود ہوں اور میں اس
کے فہم کی عین ہوں۔
دونوں دلیلیں اچھی ہیں جب دونوں کے حال کے ساتھ دلالت
کریں نہ کہ اُس کی طرح جو اقوال کے ساتھ دلالت کرتا ہے اور الگ ہو جاتا
ہے۔
کہا! کہ اگر لام اور الف کا ارتباط منعقد ہو تو دونوں کی عین ایک ہو جاتی ہے
اور یہ حروف اٹھائیس مقامات میں واؤ اور یاء کے درمیان کے ازدواج
سے ظاہر ہیں۔ پس لام اور الف دونوں کے لئے صحت و اعتدال ہے
جب الف میں علت ہے اور لام میں صحت ہے ہو تو اس کے اور دونوں
حرفوں کے درمیان مناسبت واقع ہو گئی۔ پس صحیح سے حرفِ صحت
ہوا اور معتل سے حرفِ علت پس اُس کے دونوں ہاتھ رحمت کے ساتھ
کھلے ہوئے ہیں۔ اور اُس کی نقیض اور ضد کے ساتھ بند ہیں۔ اور لام
الف کے لئے مفرد نظم میں صورت نہیں بلکہ وہ اُس میں پوشیدہ ہے اور واؤ
اور یاء کے درمیان اُس کے حال پر مرتبہ اور اُس کی جگہ میں زا حاء، اور
طاء یا لیسہ قائم مقام ہوئے پس اُس کے لئے اُس غائب میں ساتواں
آٹھواں اور نواں مرتبہ ہے۔
اور اُس کے لئے بدر و ہلال کے درمیان قمر کی منزل ہے۔

پس اُس کے غیب و ظہور میں اُس کے ساتھ ہمیشہ رتبہ برزخیہ ہے تو وُہ چوبیسواں ہے جب کہ اُس کے لئے زاء کے ساتھ ساتواں حاء کے ساتھ آٹھواں اور طاء کے ساتھ نواں مرتبہ ہے۔ اور دن چوبیس گھنٹوں کا ہوتا ہے۔ آپ اِس کے ساتھ کسی بھی ساعت میں عمل کریں۔ میزان عمل پر وضع ہونے کے ساتھ آپ کا عمل کامیابی حاصل کرے گا۔ کیونکہ وہ حروفِ رقم میں ہے نہ کہ طبعی حروف میں کیونکہ اُس کے لئے سوائے لام کے حروفِ طبعی نہیں۔ اور وہ حلق اور دونوں ہونٹوں کے درمیان حروف لسان سے ملا ہوا ہے۔ جب کہ الف حروف طبع سے نہیں تو وہ نائب نہیں ہوتا مگر ایک حرف کا نائب ہوتا ہے۔ اور وہ لام ہے جس سے الف اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب اُس کی حرکت کو پُر کیا جائے پس اگر اُس کی حرکت سیر نہیں ہوگی تو ہمزہ ظاہر ہوگا۔

ایسے ہی بعض عُلماء نے لفظ طبعی میں نہیں رقم وضعی میں الف کو نصف حرف اور ہمزہ کو نصف حرف مقرر کیا ہے۔

لام اور الف کا ملاپ کیسے ہے؟

پھر ہم لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لام الف کے ساتھ انعقاد پذیر ہوا جیسا کہ ہم نے کہا کہ وہ عین واحد یعنی ایک ذات ہو گئے کیونکہ ان کی دونوں رائیں اُن کے دو ہونے پر دلالت کرتی ہیں پھر اُس کے اسم کے ساتھ عبارت اُن کے دو ہونے پر دلالت کرتی ہے پس وہ دو اسموں سے ایک اسم مرکب ہے۔ دو ذالقول کے لئے ایک ذات لام ہے اور دُوسری الف ولیکن جب شکل میں ایک صورت پر ظاہر ہوئے تو دیکھنے والا دونوں کے درمیان

فرق نہیں کر سکتا اور وہ امتیاز نہیں کر سکتا کہ دونوں راٰلوں میں لام کون سا ہے جس سے پتہ چلے کہ دوسری راٰن الف ہو۔ پس اس میں اختلاف کتابت ہے

چنانچہ ان میں سے بعض نے اس میں تلفظ کی رعایت کی ہے اور بعض نے اس خط کے ابتدائی مقام کو اس کا اول مقرر کیا ہے پس وہ دونوں جمع ہونے کر لام کو الف پر مقدم کیا جائے کیونکہ الف یہاں یقیناً لام سے پیدا ہوا ہے۔ اور ایسے ہی ہمزہ لام کے عقب میں ہے جیسا کہ!

لانتم اشد رھبۃ ۔ اور اس کی امثال ہیں۔

یہ حرف یعنی لام الف افعال میں حرفِ التباس ہیں پس مخلوق کے ہاں ظاہر فعل خلاصی نہیں پاتا جس شخص کے لئے آپ نے کہا! کہ وہ اللہ کے لئے ہے۔ تو آپ نے سچ کہا اور اگر کہا! کہ وہ مخلوق کے لئے ہے تو سچ کہا! اور اگر یہ نہ ہوتا تو تکلیف اور بندے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اضافتِ عمل درست نہ ہوتی۔ حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ تمہارے یہ اعمال تم پر لوٹائے جائیں گے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا النساء آیت ۱۲۷ — اور تم جو کچھ نیکی کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ حم السجدۃ آیت ۴۰ — اب جو تمہارا جی چاہے کرو بیشک وہ تمہارے سب کام دیکھ رہا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حق فرمایا ہے۔ ایسے ہی دونوں راٰئیں لام یا الف مقرر کی ہیں تو آپ نے سچ کہا! اگرچہ علماء کے نزدیک شکلیں وضع کرنے

میں اختلاف۔ محل ہے۔ اور ہر وہ شخص جو سورت کے ساتھ تحقق کے لئے دونوں دالوں سے دلالت کرتا ہے کہ دوسرے کے بغیر ایک کے لئے فعل ہے۔ اور اس کا ساتھی منقطع ہو جاتا ہے اور ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر اس کے علاوہ اس میں اس شان کا مالک اُس کا مخالف ہے اور اپنے گمان میں دلالت کرتا ہے۔ اُس قول کے ساتھ جیسا کہ اُس کے مخالف کے ساتھ ہے تو یہ امر متعارض اور مشکل ہے۔ مگر اُس شخص پر مشکل نہیں جس کی بصیرت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے روشن فرمایا ہے اور اُسے سیدھے راستے کی ہدایت کی ہے۔

منزل تقریر

تقررت المنازل بالسکون   ورجحت الظہور علی الکمون

ودلت بالعیان علی عیون   مفجرة من الماء المعین

ودلت بالبروق مسحاب مزن   اذا لمعت علی النور المبین

منازل کا تقرر سکون کے ساتھ ہے اور ظہور پوشیدگی پر راجح ہے۔

ہم نے چشموں پر ایمان کے ساتھ دلالت کی ہے جو مصفا پانی سے جاری ہوئے۔

ہم نے برسنے والے بادل کے ساتھ دلالت کی جب ہم نے نورِ مبین پر روشنی دیکھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمانے چاہیئے! کہتے ہیں کہ ثبوت منازل کو مقرر کرتا ہے تو جو ثابت ہو وہ ثابت ہوا۔ اور ہر علین کے لئے اس کی حقیقت پر ظاہر ہوا۔ کیا آپ نے دیکھا کہ جو آپ کو حرکت میں نیر تی دی گئی تو اس سے شبہ واقع ہوتا ہے۔

تو ناظر کسی چیز پر اُس کے خلاف حکم دیتا ہے جس پر وہ چیز ہے۔
پس وہ آگ کے حق میں کرتا ہے جس میں چنگاری یا سر میں بتی ہوتی ہے
جب اُسے عرض میں تیزی سے حرکت دی جاتی ہے تو وہ خطِ مستطیل بن جاتا ہے
یا اُسے تیزی سے پھیرتا ہے۔ تو ہوا میں آگ کا دائرہ دیکھتا ہے اور اس کا
سبب عدم ثبوت ہے۔ جبکہ منازل کا ثابت ہونا اس پر دلالت کرتا ہے جو
علوم الٰہیہ سے اُس پر حاوی ہے۔

منزلِ مشاہدہ

فی فناء الکون منزل	روحہ فینا تنزل
انہ لیلۃ قدری	مالہ نور ولا ظل
ھو عین النور صرفا	مالہ عنہ تنقل
فانا الامام حقا	ملک فی الصدر الاول
عندہ مفتاح أمری	فیولیکم ویعزل
سمھر یانی طوال	لست بالسماک الاعزل
فالمقام الحق فیکم	دائم لا یتبدل
وھو القاھر منہ	وھو الامام الاعدل
لیس بالنور الممثل	جل من المھاۃ أکمل
وأنا منہ یقینا	بمکان السر الافضل
فبعین العین أسمو	وبامر الامر أنزل

فنائے کون میں ایک منزل ہے۔ ہم میں اُس کی روح نازل ہوتی ہے
بے شک وہ لیلۃ القدر ہے اور اُس کے لئے نہ نور ہے نہ ظل
وہ عین نور پھرتا ہے اُس کے لئے اُس سے منتقل نہیں کیا جاتا۔
پس میں امامِ برحق ہوں اور صدرِ اوّل میں بادشاہ ہوں۔

میرے امر کی نہی اُس کے پاس سے وہ تمہیں حاکم بناتا ہے اور معزول کرتا ہے۔

میری تاریکیاں طویل ہیں، میں معزول ہونے والی بلندی سے نہیں ہوں۔
پس تم میں ہمیشہ حق کا مقام ہے جو تبدیل نہیں ہوتا۔
اور وہ اُس سے غالب ہے۔ اور وہ امام عادل ہے۔
وہ نورِ متمثل کے ساتھ نہیں بلکہ آب دی گئی تلوار سے کامل تر ہے۔
میں یقیناً سرِ افضل کے مکان کے ساتھ اُسی سے ہوں۔
پس عین العین کے ساتھ بلند ہوں اور اَمر الاَمر کے ساتھ اُترتا ہوں۔

کہا کہ! لیلۃ القدر کی مثل حالتِ فناء میں نہ نور ہے نہ ظل پھر کہا! وہ ضیاء حقیقی اور ظلِ حقیقی ہے۔ کیونکہ یہ وہ اصل ہے جس کی ضد نہیں۔ اور انوار کے مقابل ظل ہے اور یہ اُس کے مقابل کوئی چیز نہیں اور کہا میں امام ہوں تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اُس خاص وجہ سے حق کے لئے حق کا شہود ہے اور وہ مبدء اوّل ہے اور اس مقام سے صورتوں میں تفصیل کثرت اور اعداد واقع ہوتے ہوتے ہیں۔ اور تاریکیوں کو عالم میں تاثیر قیومہ سے کنایہ مقرر کیا۔ اور اس کے لئے ثبوت ہے۔ اور یہ اس لئے کہا کہ تاریکیاں تبدیل نہیں ہوتیں۔ اور اُس کے لئے غلبہ اور عقل ہے جو تشبیہ کو قبول نہیں کرتا ہے۔

پس میں شہودِ ذات کے ساتھ بلند ہوتا ہوں اور امرِ الٰہی کے ساتھ اُترتا ہوں۔ اور عالم میں امام ہوں۔

منزلِ الفت

اور یہ منزل ایک ہی ہے اس میں میں نے کہا!

منازل الالفة مالوفه · وهي بهذا النعت معروفه
فقل من عرس فيها أقم · فانها بالامن محفوفه
وهي على الاثنين موقوفه · وعن عذاب الوتر مصروفه

اُلفت کی منزلیں مالوف ہوتی ہیں اور یہ اِس نعت کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں۔

جس کی نئی شادی ہوئی ہے اُسے کہیں کہ اس میں قائم ہو کیونکہ وُہ اَمن کے ساتھ احاطہ کی گئی ہے۔

اور یہ دو پر موقوف ہے اور اکیلے کے عذاب سے پھیری گئی ہے۔
یہ منزل شادیوں اور سُرور فرحت کی منزل ہے اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اُس احسان کے ساتھ ہے جو اُس نے اپنے نبی کریم حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر فرمائے تو فرمایا !

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ

اگر آپ تمام زمین میں جو کچھ ہے خرچ کر دیتے تب بھی ان کے دلوں کو باہم نہ ملا سکتے۔

الانفال آیت ۶۳

آپ پر ارادہ فرمایا تو ارشادِ ربانی ہُوا!

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ

الانفال آیت ۶۳

لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں کو آپس میں ملا دیا۔

اِس سے یہ مُراد ہے کہ وہ آپ سے مودّۃ رکھتے ہیں اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں اور آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔

منزلِ استخبار

یہ منزل متعدد منازل پر مشتمل ہے جن میں سے یہ ہیں منزلِ منازعتِ ردِّ حیا منزلِ حلیتِ السعداء، کیف تظہر علی الشقیاء، منزل الکون قبل الانسان،

اِس میں مَیں نے کہا ہے!

اذا استفہمت عن أحباب قلبی	أحالونی علی استفہام لفظی
منازلهم بلفظك ليس الا	فیاشؤمی لذالك وسوء حظی
وعظت النفس لا تنظر الیهم	فما التفتت بخاطرها لوعظی
لفظهمو عسی أحظی بکون	فکانوا عین کونی عین لفظی
ومن عجب انی أحنّ الیهمو	واسأل عنهم من أری وهمو معی
وترصدهم عینی وهم فی سوادها	ویشتاقهم قلبی وهم بین أضلعی

جب آپ نے میرے قلبی احباب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ پر استفہامِ لفظی پر محال کر دیا۔

اُن کی منازل آپ کے لفظ کے ساتھ نہیں مگر افسوس میری شومیٔ قسمت اور اس کے لئے میرا حصّہ اچھا نہیں۔

میں نے نفس کو نصیحت کی کہ ان کی طرف نہ دیکھ تو اُس نے اپنی خاطر طبعی کے ساتھ میری نصیحت پر التفات نہ کیا۔

میں نے اُن سے یہ لفظ کہا! کہ شاید کون کے ساتھ حصّہ حاصل کروں تو وہ عین میرا کون ہے اور عین میرا لفظ ہے۔

عجیب ہے کہ میں اُن کی طرف راغب ہوں اور اُن سے سوال کرتا ہوں جنہیں دیکھتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔

میری آنکھ اُن کا انتظار کرتی ہے اور وہ میری آنکھ کی سیاہی میں ہے۔

میرا دل ان کا مشتاق ہے اور وہ میرے پہلو کے اندر ہیں۔
کہا کہ! جب میں نے اُن سے پوچھا تو وہ میری زبان ہیں جب میں نے
اُن کی طرف دیکھا تو وہ میری آنکھ کی سیاہی میں ہیں، جب میں نے اُن میں غور
و فکر کیا تو وہ میرے دل میں ہیں میں اُن کی طرف مشتاق ہُوا تو وہ حال میں میرے
ساتھ ہیں۔
پس وہ میری آنکھ ہیں اور میں اُن کی آنکھ نہیں ہوں۔ کیونکہ اُن کے پاس
مجھ سے وہ نہیں جو اُن سے میرے پاس ہے

منزلِ وعید

یہ منزل ایک ہی ہے جو کون کے ساتھ تمسک کرنے اور جور روز برتتی
دستی پر حاوی ہے۔ اور اس میں میں نے کہا!

ان الوعید لمنزلان هما لمن ترك السلوك على الطريق الاقوم
فاذا تحقق بالكمال وجوده ومشى على حكم العلوّ الاقدم
عادا نعيا عنه فنعيمه فى النار وهى نعيم كل مكرّم

بے شک وعید دو منزلوں کے لئے ہے۔ اور وہ دونوں اس کے
لئے ہیں جس نے معتبر طریق پر چلنا چھوڑ دیا۔
جب اُس کا وجود کمال کے ساتھ متحقق ہُوا اور علوِّ قدیم کے حکم پر چلا۔
وہ اُس کے پاس نعمت کی صُورت میں لوٹ آئیں پس اس کی نعمت
آگ میں ہے اور یہ نعیم ہر اکرام والے کا ہے۔
منزلِ روحانی عذابِ نفوس اور منزلِ جسمانی عذاب محسوس ہے اور
یہ نہیں ہوتا مگر اُس کے لئے جو طریق شرع سے اپنے ظاہر و باطن سے

پھر جاتا ہے۔ جب اس کے لئے استقامت ہوتی ہے اور اس کے لئے عنائیت سبقت لے جاتی ہے تو وہ اس سے محفوظ ہو جاتا ہے۔
اور اس سے مجاہدہ کی آگ کی نعمت کے ساتھ جنت کا مشاہدہ کرتا ہے۔

منزلِ امر

یہ کئی منازل پر مشتمل ہے جن میں سے یہ ہیں۔ منزلِ ارواحِ برزخیہ، منزلِ تعلیم، منزلِ سرّی، منزلِ سبب، منزلِ تمائم، اور منزلِ قطب و امامین، اور ہم نے اس میں یہ کہا ہے۔

منازل الامر فهو أنية الذات	بها تحصل افراحی ولذاتی
فليتني قائم فيهامدی عمری	ولا أزل الی وقت الملاقاة
فقرة العين للمختار كان له	اذا تعرز فی صدر المناجاة

منازلِ امر تو وہ انیت ذات ہے جس کے ساتھ فرحتیں اور لذتیں حاصل ہوتی ہیں۔
کاش میں عمر کی پوری مدت اس میں قائم رہتا اور ملاقات کے وقت تک زائل نہ ہوتا۔
پس آنکھ کی ٹھنڈک مختار کے لئے ہوتی ہے اور یہ اس کے لئے اس وقت ہوتی ہے جب وہ صدرِ مناجات میں ظاہر ہو۔
امرِ الٰہی صفتِ کلام سے ہے اور وہ شریعت کی جہت سے اولیاء اللہ کے سوا مسدود ہے اور حضرت الٰہیہ میں کوئی امر تکلیفی نہیں مگر وہ شروع ہوگا۔

پس دنیا کے لئے اس سماع کے مدد دہ کچھ باقی نہیں۔ جب انبیائے کرام کو امر ہوتا ہے تو اس کی سماعت کے وقت یہ لذت اس کے وجود میں جاری و ساری ہو جاتی ہے۔ لیکن اولیاء اللہ کے لئے وہ مناجات باقی رہتی ہے جس میں کہانی اور گفتگو نہیں تو اہلِ کشف سے ہر وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی حرکات و سکنات میں امرِ الٰہی کے ساتھ مامور ہے۔ تو یہ امر شرعی محمدی، تکلیفی کے مخالف ہے تو بے شک اس امر پر التباس ہے اگر وہ اس میں سچا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے سنا تو یہ اس کے سوا ممکن نہیں کہ اس کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں تجلئ الٰہی ظاہر ہو۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی سے مخاطب ہو یا اپنے نبی کو خطاب کرتے وقت سماع میں اس ولی کو قائم فرمائے اور یہ اس لئے ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے اس امر کو پہنچاتا ہے۔ جو امر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھ مقرر فرمایا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ حق تعالیٰ سے کسی حضرت میں اس امر کو سن لے جو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے لائے ہیں۔ تو وہ کہے کہ مجھے حق تعالیٰ نے اس کا امر فرمایا ہے اور یہ اس کے حق میں تعریف ہے۔ جس کے ساتھ اسے امر ہوا۔ اور یہ سبب حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منقطع ہوا۔ اور اللہ تعالے کے مشروع اوامر سے اس میں اولیاء اللہ کے لئے راسخ قدم ہے۔

پس یہ ان منازل سے وہی اصناف لائی گئی ہیں جن کا ذکر ہم نے کیا ہے اب ہم ہر منزل سے خاص صفات کا ذکر کرتے ہیں۔

منزلوں کی خاص صفات : وصل منزل لاح میں خاص صفات

کا تعلق لامتناہی علم کے ساتھ ہے۔

منزلِ رموز کی صفات کا خاص تعلق خواص کے ساتھ اعداد و اسمار کا علم ہے۔ یہی کلمات و حروف ہیں اور اس میں سیمیا کا علم ہے۔

منزلِ دعا کی خاص صفات علومِ اشارہ اور تجلّیہ یعنی آراستہ ہونے سے ہے۔

منزلِ افعال کی خاص صفات علمِ آلانِ یعنی علمِ وقت ہے۔

منزلِ ابتداء کی خاص صفات علمِ مبدأ و معاد اور معرفتِ اوّلیات سے ہر چیز ہے۔

منزلِ تنزیہہ کے لئے خاص صفات لباس پہننے اور اُتارنے کا علم ہے۔

منزلِ تقریب کی خاص صفات علمِ دلالات ہے۔

منزلِ توقع کی خاص صفات علمِ نسبت و اضافات ہے۔

منزلِ برکات کی خاص صفات علمِ اسباب و شروط اور عِلل اور دلائل و حقیقت ہے۔

منزلِ اقسام کی خاص صفات علومِ عظمت ہیں۔

منزلِ دہر کی خاص صفات علمِ ازل اور وجود کی حیثیت سے اللہ ربّ العزت کی ہمیشگی ہے۔

منزلِ انیت کی خاص صفات علمِ ذات ہے۔

منزلِ لام الف کی خاص صفات مکوّن کی طرف کون کی نسبت ہے

منزلِ تقریر کی خاص صفات علمِ حضور ہے۔

منزلِ فناءِ کائنات کی خاص صفات علمِ قلبِ اعیان ہے۔

منزلِ الفت کی خاص صفات علمِ التحام ہے
منزلِ استفہام کی خاص صفات "لیس کمثلہ شیٔ" کا علم ہے
منزلِ امر کی خاص صفات علمِ عبودیت ہے۔

وصل: جاننا چاہئے کہ اِن انتیس منازل سے ہر منزل ممکنات سے ہے پس ان میں ملائکہ کی صنف ہے۔ اور وہ صنفِ واحد ہے اگرچہ اُن کے احوال میں اختلاف ہے۔

اٹھارہ علم اجسام

علمِ اجسام اٹھارہ ہیں جن میں سے افلاک کی گیارہ انواع ہیں ارکان چار ہیں، مولدات تین ہیں۔

اور اس کے لئے دوسری وجہ بھی ہے۔ حضرتِ الٰہیہ میں ان کے ممکنات سے ان کا مقابلہ ذات کے لئے جوہر ہے اور وہ اوّل ہے۔ دوسرا اعراض ہیں اور وہ صفات کے لئے ہیں تیسرا زمان ہے اور وہ ازل کے لئے ہے۔ چوتھا مکان ہے اور وہ استواء کی تعریفوں کے لئے ہے۔ پانچواں اضافات ہے جو اضافات کے لئے ہے۔ چھٹا فہوانیہ ہے جو اذاع کے لئے ہے۔ ساتواں کمیات ہے جو اسماء کے لئے ہے۔ آٹھواں کیفیات ہے جو تجلیات کے لئے ہے۔ نواں تاثیرات ہے جو وجود کے لئے ہے۔ دسواں انفعالات ہے جو اعتقاد کی صورتوں میں ظہور کے لئے ہے۔ گیارھواں خاصیت ہے اور یہ احدیت کے لئے ہے۔ بارہواں حیرت ہے اور یہ نزولِ فرحت اور قرض کے ساتھ اور اِن کی مثل وصف کے لئے ہے تیرہواں حیاتِ کائنات ہے۔ جو زندہ کے لئے ہے۔

چودھواں معرفت ہے جو علم کے لئے ہے۔ پندرھواں ہوا حبس ہے جو ارادہ کے لئے ہے۔ سولہواں البصار ہے جو بصیرت کے لئے ہے۔ سترھواں سمع ہے جو سمیع کے لئے ہے۔ اٹھارواں النسان ہے جو کمال کے لئے ہے اُنیسواں انوار اور اندھیرا ہے جو روشنی کے لئے ہے۔

اُنیس منزلوں کے نظائر

وصل: اِن کے نظائر قرآن سے وُہ حروفِ تہجی ہیں جو سورتوں کے اوّل میں ہیں۔ یہ چودہ حرف ہیں، جن میں اکیلا، ثنائیہ، ثلاثیہ، رباعیہ، اور خماسیہ پانچ مرتبے ہیں، اِن کے نظائر جہنم کے اُنیس خازن فرشتے ہیں۔

تاثیر میں اُن کے نتائج بارہ بُرج اور سات ستارے ہیں۔ قرآن مجید سے اِن کے نظائر بسم اللہ کے حروف اور رجال سے اُن کے نظائر بارہ نقیب اور سات ابدال ہیں۔ ان سات ابدالوں سے چار اوتاد دو امام اور ایک قطب ہیں۔

حضرت الٰہیہ سے اور اکوانِ عالم سے ان منازل کے کثیر نظائر ہیں۔

امامِ مبین نے گھیرا ہوا ہے

وصل: جاننا چاہیئے کہ منزلِ منازل اُس منزل سے عبارت ہے جو اُن تمام منزلوں کو جمع کرے جو عالمِ دنیا میں اور اس سے ثریٰ تک ہو اور یہ امام مبین سے موسوم ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ یٰس آیت ۱۲ اور ہر چیز کو امامِ مبین میں گھیر رکھا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد "اَحْصَيْنٰهُ" سے اِس پر دلیل ہے کہ اِسے علوم لامتناہیہ ودلیعت کئے گئے ہیں۔

پس ہم نے دیکھا کہ کسی ایک کے لئے اِس کا عدد منحصر ہے پس وُہ باوجود متناہی ہونے کے خارج ہیں۔ کیونکہ اِس میں نہیں ہے۔ مگر وُہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تخلیقِ عالم کے دِن اُس کی طرف کا حال گزر جانے تک رکھا۔ اور عمارتِ آخرت کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

پس ہم نے ثِقہ علمائے باللہ سے پوچھا کہ کیا ان علوم کی اُمہات اسی پر منحصر ہیں۔ جس پر یہ امامِ مبین حاوی ہے۔

اُس نے کہا! ہاں مجھے ایک ثقہ امین سچے ساتھی نے خبر دی ہے اور مجھ سے عہد لیا کہ میں اِس کے نام کا تذکرہ نہ کروں۔ کہ اُمہاتِ علومِ اُم کو متضمن ہیں۔ جو کثرت کی بنا پر بے شمار ہیں۔ ان کے تعداد علوم میں سے ایک لاکھ ایک نوع سے انتیس ہزار اور ایک نوع سے چھ صد ہے۔ ہر نوع لاتعداد علوم پر حاوی ہے۔ جنہیں منازل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لشکر

میں نے اُس ثِقہ آدمی سے پوچھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے کسی کو پہنچی ہیں۔ اور اِس عِلم کے ساتھ کسی نے احاطہ کیا ہے؟

اُس نے کہا! نہیں۔

پھر کہا!

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ
مدثر آیت ۳۱

اور آپ کے رب کے لشکروں کو آپ کے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا

جب لشکروں کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں اور حق تعالیٰ کے لئے کسی کا جھگڑا نہیں کہ اُسے مقابلے کے لئے ان لشکروں کی احتیاج ہو۔ اُس نے مجھے کہا تعجب نہ کریں۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
الذاریات ۔ آیت ۲۳

پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی۔

نے کہا! وہ کیا!
حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے حق میں فرمایا ہے۔!
بے شک اللہ آپ کا مولیٰ ہے اور علاوہ ازیں جبریلؑ اور نیک مومن اور ملائکہ آپ کے مددگار ہیں۔

التحریم آیت ۴

تو یہ لشکروں سے عجیب تر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے عجیب اسرار ہیں۔
جب اُس نے مجھے یہ کہا تو میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ مجھے اس مسئلہ کے فائدہ پر مطلع فرمائے اور اس کی جو عظمت ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فی نفسہٖ اس کے مقابلہ میں مقرر فرمایا ہے اور جبریلؑ اور نیک بندے اور ملائکہ۔ تو مجھے اس کی خبر دی گئی تو مجھے کسی چیز کے ساتھ اتنی شادمانی حاصل نہیں ہوئی جو اس معرفت کے ساتھ ہوئی۔

ازواجِ مطہراتؓ کا کس پر بھروسہ تھا؟

مجھے یہ علم بھی حاصل ہوا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں

ازواجِ مطہرات کو کس کا بھروسہ تھا اور انہیں کس چیز سے تقویت حاصل ہوئی تھی چنانچہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اس نصرت وامداد میں اپنی ذات کا ذکر نہ فرماتا تو فرشتوں اور مومنوں کو یہ استطاعت نہ تھی کہ آپ کی ازواجِ طاہرات مطہرات کے بالمقابل کھڑے ہوتے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان دونوں کو علم باللہ حاصل تھا اور جو تاثیر ان دونوں کو عالم میں اس قوت نے عطا کی یہ اسی علم سے تھی جیسا کردہ ہیئت پوشیدہ ہے۔

میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا سپاس گزار ہوں کہ اس نے میری اس پر مدد فرمائی تو میرا یہ گمان نہیں کہ مخلوق میں سے کسی اور نے بھی ایسا بھروسہ کیا ہو جو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان دونوں ازواجِ مطہرات نے کیا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا بیان قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے

لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ	اگر تمہارے مقابلے کی مجھ میں طاقت ہو یا کسی مضبوط رکن کا سہارا ہوتا تو میں اس کی پناہ لیتا۔

ھود آیت نمبر ۸۰

اور ان کے پاس مضبوط رکن موجود تھا اور وہ اسے نہیں جانتے تھے۔ پس حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی شہادت دیتے ہوئے فرمایا!

یَرْحَمُ اللّٰہُ اَخِیْ لُوْطًا لَقَدْ کَانَ یَاْوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ۔	اللہ تعالیٰ میرے بھائی لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، وہ مضبوط رکن کی طرح پناہ مانگتے تھے۔

الحدیث

جب کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حضرت حفصہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس رکن کو جانتی تھیں اگر لوگوں کو اس بات کا علم ہوتا جس پر اُن دونوں کو آگاہی حاصل تھی تو :
اِس آیت کریمہ کے معنی جان لیتے ۔
اور اللہ تعالیٰ ہی حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے ۔
الحمدللہ بائیسویں باب کا ترجمہ ختم ہوا

تئیسواں باب

اقطاب مصونین اور اُن کی حفاظت کے اسرار کی معرفت

ان للہ حکمۃ أخفاھا	فی وجودی فلیس عین تراھا
خلق الجسم دار لھو وأنس	فبناھا وجودہ سوّاھا
ثم لما تعدّلت واستقامت	جاء روح من عندہ أحیاھا
ثم لما تحقق الحق علما	حبہ وانقیادہ لھواھا
قال للموت خذ الیك عبیدی	فدعاہ له بما أعلاھا
وتجلی له فقال الھی	أین أنسی فقال ماتنساھا
کیف أنسی دارا جعلت قواھا	من قوا کم فھی التی لاتعناھی
یاالھی وسیدی واعتمادی	ماعشقنا منھا سوی معناھا
أعلمتنا بما تریدون منا	بلسان الرسول من أعلاھا
فقطعنا أیامنا فی سرور	بك یاسیدی فما أحلاھا
قال ردوا علیه دار ھواہ	صدق الروح انه یھواھا
فرددنا مخلدین سکاری	لم یرھا دائما الی سکناھا
و بناھا علی اعتدال قواھا	وتجلی لھا بما قواھا

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے پوشیدہ حکمت ہے میرے وجود میں اُس کو دیکھنے والی آنکھ نہیں۔

جسم کو لہو ولعب اور اُنس کا گھر تخلیق کیا۔ بس اُس کے وجود کی عمارت بنا کر راست کر دی۔

جب وہ گھر برابر ہو کر قائم ہوا تو اُسے زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح آگئی۔

موت کو فرمایا میرے بندوں کو اپنے پاس لے آ۔ تو اُسے اُس کے لعبا

کے ساتھ بلایا۔

اُس کے لئے تجلی ہوئی تو اُس نے کہا! الٰہی میرے اُنس کا گھر کہاں ہے؟

تو کہا! تو اُسے بھول نہیں سکتا۔

میں اُس گھر کو کیسے بھول جاؤں جس کے قویٰ تمہارے قویٰ سے مقرر ہیں

تو یہ وُہ ہے جس کے مشابہ نہیں۔

اے میرے اللہ اور میرے سردار اور میرے اعتماد ہم نے اِس سے سوائے

اِس کے معنوں کے عشق نہیں کیا۔

آپ نے ہمیں اُس چیز کا علم دیا جو ہم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان

سے چاہتے ہیں وہ رسُول جو بلندی سے آتے ہیں۔

فرمایا! اُس پر اُس کی خواہش کا گھر لوٹا دو رُوح نے سچ کہا ہے کہ

وہ اِس کی خواہش رکھتا ہے۔

پس ہمیں ہمیشگی کے لشتے کی طرف لوٹا دیا۔ اور ہم وہاں ہمیشہ رہنے

والوں سے خوش ہیں۔

اُسے قویٰ کے اعتدال پر تعمیر کیا اور اُس کے لئے اور اُس کے لئے

تجلی فرمائی جس کے ساتھ تقویت دی۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے جاننا چاہیئے کہ اِس باب میں اللہ تبارک

وتعالیٰ کے اُن بندوں کا ذکر ہوگا جن کا نام ملامتیہ ہے یہ وہ لوگ ہیں

جو ولایت کے انتہائی درجہ کو پہنچ جاتے ہیں اور سوائے نبوّت کے

ان کے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ ولایت میں اِس مقام کا نام مقامِ قربت

ہے۔ اور قرآن مجید سے اُن کی آیت یہ ہے

حُور، مَقصُورات فی الخیام — خوبصورت حوریں خیموں میں پردہ نشین ہیں۔
الرّحمٰن آیت ۷۲

اُس نے اِن کی خبر جنتی عورتوں کی تعریف سے دی ہے اور اُس کی حوریں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اُن بندوں کو کہا ہے جو اُس کی طرف قطع ہو چکے ہیں یعنی علائق دنیوی کو ترک کر چکے ہیں۔

وُہ محبُوس محفُوظ ہَیں

انہیں غیرتِ الٰہی کی حفاظت نے کائنات کے گوشوں کے خیموں میں محفوظ و محبُوس کر رکھا ہے۔ تاکہ اُن کی طرف نظر بڑھ کر انہیں مشغول نہ کر دے، نہیں خدا کی قسم! انہیں اُن کی طرف خلقت کی نظر انہیں مشغول نہیں کر سکتی لیکن مخلوق میں یہ وُسعت نہیں کہ اِس طائفہ کے منصب کی بلندی کے لیے ان کا حق ادا کرنے پر کھڑے رہ سکیں۔

چنانچہ بندے اِس اَمر میں ٹھہر جاتے ہیں اور اُن کی طرف کبھی نہیں پہنچ سکتے کیونکہ اُن کے اعمال ظاہرہ سے ظواہرِ عادات و عبادات کو محبوس کر دیا جاتا ہے اور وُہ اِس سے فرائض و نوافل کی دائماً پابندی کرتے ہیں

خرق عادات سے مشہُور نہیں ہوتے

یہ لوگ خرقِ عادت کے ساتھ متعارف نہیں ہوتے اور لوگ اُن کی تعظیم نہیں کرتے۔ اور ان کی طرف اُس درستگی اور اِصلاح کا اشارہ کرتے ہیں۔ جو عُرفِ عام میں پائی جاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ اُن میں فساد ظاہر نہیں ہوتا، پس یہ لوگ چھُپے ہُوئے، نیک اور امین ہوتے ہیں۔ اور دُنیا میں

لوگوں سے چھپے رہتے ہیں۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار عزوجل سے روایت بیان کی ہے۔

إِنَّ أَغْبَطَ أَوْلِيَائِي عِنْدِي لَمُؤْمِنٌ خَفِيفُ الْحَاذِ ذُو حَظٍّ مِنْ صَلٰوةٍ أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَأَطَاعَهُ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَكَانَ غَامِضًا فِي النَّاسِ۔

الحدیث

میرے بہترین دوستوں سے میرے نزدیک وہ مومن ہے جو سبک سار نمازی اور جو اپنے پروردگار کی احسن طریقے سے عبادت کرتا ہے۔ اور ظاہر چھپے اُس کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں میں پوشیدہ ہو کر رہتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ یہ لوگ بہت بڑی بڑی عبادات کے ساتھ لوگوں میں پہچانے نہیں جاتے۔ اور ظاہر چھپے حرام چیزوں کے نزدیک نہیں جاتے۔

یہ سیاہ رُو ہوتے ہیں

بعض لوگوں نے ایک عارف سے ان کی صفت پوچھی تو اُس نے کہا یہ لوگ دنیا آخرت میں اسود الوجہ یعنی سیاہ رو ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس سے مراد وہ امر ہے جو ہم نے اس طائفہ کے احوال سے ذکر کیا سیاہ روئی سے مراد یہ ہے کہ تجلیاتِ حق تعالیٰ میں دُنیا و آخرت کے تمام اوقات میں یہ لوگ فارغ ہوتے ہیں۔

ہمارے نزدیک انسان کے لئے آئینہ حق میں جو تجلی ہوتی ہے وہ اس میں اپنی ذات اور مقام کے علاوہ نہیں دیکھتا اور وہ اکوان سے ایک کون ہے اور کون حق کی روشنی میں ظلمت ہوتی ہے چنانچہ اس کا مشاہدہ وہ اپنی سیاہی

ے علاوہ نہیں کرتا۔ کیونکہ کسی چیز کی وجہ یا اس کا چہرہ اس کی حقیقت اور اس کی ذات ہوتی ہے۔ اور تجلّی دائمی نہیں ہوتی مگر بطورِ خاص یہ تجلّی اس طائفہ کے لئے ہوتی ہے۔ لہذا یہ لوگ دنیا و آخرت میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہیں ہم اُن کی دائمی تجلّی کا ذکر کر چکے ہیں اور وہ افراد ہیں۔ ولیکن اگر تصویر سے مراد سیادت ہو اور وجہ سے مراد حقیقتِ انسان ہو یعنی دنیا و آخرت میں اس کی سیادت ہے۔ تو یہ ممکن ہے اور یہ امر رسولوں کے لئے مخصوص ہے۔ کیونکہ یہ اُن کا کمال ہے۔ اور اولیاء میں کمی پائی جاتی ہے۔

کیونکہ رسول اظہارِ شریعت میں اضطراری حالت میں ہوتے ہیں اور اولیاءؒ کے لئے یہ امر نہیں۔ کیا آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے جب دین کو مکمل فرمایا تو اس سورت میں آپ کو آپ کے وصال کی کیسے خبر دی جس میں آپ کی طرف سے یہ آیات نازل فرمائیں۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۙ نصر، آیت اوّل تا آخر۔

جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچے اور آپ لوگوں کو دین میں فوج در فوج داخل ہوتا دیکھ لیں تو اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید اور استغفار کریں یقیناً وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

یعنی آپ اپنی ذات اپنے رب کریم کی اس پاکیزگی اور ثناء بیان کرتے میں مشغول رکھیں۔ جو اس کی شان کے لائق ہے چنانچہ جب تبلیغ رسالت کا وہ کام مکمل ہو گیا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی مراد تھا۔ تو اس امر کے ساتھ دنیا سے آپ کا انقطاع کر دیا اور استغفار کے ساتھ اس امر کو طلب کیا تاکہ آپ کو اپنی حفاظت کے حجاب میں مخلوق سے پوشیدہ کر دے اور مخلوق سے الگ

ہو کر اب کا تعلق اس کی ذات کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منفرد ہو جائے کیونکہ تبلیغ و ارشاد کے زمانہ میں آپ حقوقِ رسالت کی ادائیگی میں مشغول تھے۔

چنانچہ اس میں بھی آپ کے لئے ایک ایسا وقت مقرر تھا جس میں آپ کے پروردگار کے سوا اور کسی کی گنجائش نہ تھی اور وہ تمام اوقات جن میں آپ خلقت کے امور پیشِ نظر رکھتے تھے۔ آپ کو اس ایک وقت کی طرف لوٹا دیا اور آپ خلقت کے ساتھ جن اوقات میں مشغول رہتے تھے ان کا حائل ہونا ختم کر دیا اگرچہ آپ کی وہ مشغولیت بھی حق تعالیٰ کے امر سے تھی۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا" یعنی اللہ تبارک مصاحبت کا رجوع فرمانے والا ہے۔ ان میں متعدد وجود کی وجہ سے مخلوق کے لئے آپ کے پاس اس میں مداخلت نہیں ہو گی

حضرت ابوبکرؓ کا رونا

جب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سورت کی تلاوت فرمائی تو باقی مجلس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیقؓ اکیلے رونے لگے جب کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اللہ تبارک و تعالیٰ اس امر کا علم عطا فرما دیا گیا تھا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کا وصال ہو جائے گا اور ابوبکر اس امر کو زیادہ جاننے والے تھے اور حاضرین اُن کے رونے سے متعجب ہو گئے اور رونے کے سبب کو نہ جان سکے۔

ولی اپنا اختیار خدا کے سپرد کر دیتا ہے

اولیاء کبار جب اپنے نفوس کو ترک کر دیتے ہیں تو ان میں سے کوئی

ایک بھی ظاہر ہونے کا ہرگز اختیار نہیں رکھتا، کیونکہ انہیں علم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اُن کے لئے پیدا نہیں فرمایا اور نہ مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے پیدا کیا ہے کہ وہ قصدِ اوّل کے ساتھ اُس سے تعلق رکھے اور بے شک اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے انہیں اپنے لئے پیدا فرمایا ہے۔ تو انہوں نے اپنے نفوس کو اُس کام میں مشغول کر لیا جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا تھا چنانچہ اگر حق تعالیٰ انہیں اُن کے اختیار کے بغیر ظاہر فرما دے جس کے ساتھ مخلوق کے دلوں میں اُن کی تعظیم مقرر کر دے تو یہ امر اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی طرف اِس میں اُن کا عمل اپنا نہیں اور اگر انہیں پوشیدہ فرما دے تو لوگوں کے دلوں میں قدر اور تعظیم پیدا نہ فرمائے تو یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف ہے تو ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے اختیار کے ساتھ کوئی اختیار نہیں اور اگر انہیں اختیار حاصل ہو جائے تو لازماً اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مخلوق سے پردہ اور انقطاع کر لیتے ہیں۔

جب کہ اُن کا حال اپنے نفوس سے اپنے مرتبوں کو چھپانا ہے۔ تو وہ اپنے غیر سے کیسے پردہ نہیں کریں گے۔

یہ لوگوں میں رہتے ہیں مگر؟

ہم پر لازم ہے کہ اُن کی حفاظت کی منزلیں بیان کریں چنانچہ اُن کی حفاظت کی منزلوں سے یہ ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ فرائض نماز کی ادائیگی اور لوگوں کے ساتھ۔ ہر شہر میں داخل ہوتے ہیں۔ اور وہ اُس شہر کے لوگوں کی پوشاک نہیں پہنتے اور نہ ہی مسجد میں کسی مقام کو اپنا ٹھکانا بناتے ہیں بلکہ مسجد میں اُن کے ٹھکانے مختلف ہوتے ہیں۔ جس میں جمعۃ المبارک نماز ہوتی

ہے یہاں تک کہ اُن کی آنکھ سے لوگوں کی کثرت میں ضیاع نہ ہو۔ جب لوگ گفتگو کرتے ہیں تو وہ بھی اُن کے ساتھ کلام کرتے ہیں۔ اور اس پر اپنے کلام میں حق تعالیٰ کو رقیب دیکھتے ہیں اور جب لوگوں کا کلام سنتے ہیں تو ایسے ہی سنتے ہیں اور سوائے اپنے ہمسائے کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجلس نہیں کرتے یہاں تک کہ اُن کا شعور نہیں کیا جاسکتا۔ وہ چھوٹے بچوں اور بیوگان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنی اولاد اور اپنے اہل خانہ سے ہنستے کھیلتے اور مزاح کرتے ہیں۔ اور حق کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ اور اگر کسی مقام میں پہچانے جائیں تو دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ اگر منتقل کسی کے لئے ممکن نہ ہو تو اپنے جاننے والوں سے لوگوں کی حاجات پوری کرنے میں الحاح کے ساتھ سفارش کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اگر اُس کے پاس صورتوں میں تحویل کا مقام ہو تو تحویل کر لیتے ہیں۔ یعنی دوسری صورت میں آجاتے ہیں۔ جیسا کہ روحانی بنی آدم کی صورت میں متشکل ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کی پہچان نہیں ہوتی کہ یہ فرشتے ہیں۔ کذیب البان کا حال یہی تھا۔ اور یہ تمام اُس وقت تک ہوتا ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کے اظہار اور اُس کی شہرت کا ارادہ نہیں کرتا۔ کہ وہ پہچانا جائے۔

وہ اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں

پھر یہ طائفہ اُس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں ہے اس لئے کہ اُن کے قلوب غیر اللہ کی مداخلت سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

یا یہ کہ وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کائنات میں سے کسی کے ساتھ تعلق

پیدا نہیں کرتے۔

اُن کا اُٹھنا بیٹھنا اور بات کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔

وہ اللہ تبارک و تعالیٰ میں دیکھتے ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کی طرف کُوچ کرتے اور پھرتے ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنتے ہیں۔

اُن کا توکل اللہ تعالیٰ پر رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک رہتے ہیں۔

اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معروف مشہور نہیں۔

وہ اپنے نفوس سے اپنے نفوس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور اُن کے نفوس انہیں نہیں جانتے۔

پس وہ غیابات الغیاب میں پردہ نشین ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور مخلصین لوگوں میں سے ہیں۔ وہ کھانا کھاتے ہیں۔ اور بازاروں میں چلتے ہیں مگر اُن کا چلنا اُن کا پردہ ہے۔ اور کھانا اُن کا حجاب ہے۔ اس باب میں مذکورہ اِس طائفہ کی یہی حالت ہے۔

تتمّہ شریفہ

اِس باب سے ہم بیان کرتے ہیں کہ اس حضرت سے رسولوں کی بعثت ہوتی ہے اُن سب پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ وہ شارع ہوتے ہیں اور اُن کے ساتھ اِن لوگوں کو اتباع کرنے والا پایا جاتا ہے۔ اور اُن کے امر کے ساتھ اور اُن کی عینِ واحدہ سے اُن کے امر کے ساتھ اُن کا قائم ہونا ہے۔ جس سے انبیاء و رسل علیہم السّلام اپنی شریعتوں کو اخذ کرتے ہیں۔ اور اسی سے اولیاء اللہ اخذ کرتے ہیں۔ جو اس میں ان کی اتباع کرتے ہیں تو وہ عالمین کی

بصیرت پر تابعین ہیں۔ جس امر کے ساتھ اُن کی اتباع کرتے ہیں اور جس امر میں اُن کی اتباع کرتے ہیں۔

یہ عارفین رسولوں کی منزلوں کو جاننے والے ہوتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے راستوں کے طریقوں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے مقدروں کو جانتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔

الحمد للہ سولھویں جز اور بیسویں بارے کا ترجمہ ختم ہوا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوبیسواں باب

علوم کونیہ اور اُن کے ضمن میں آنیوالے عجائبات کی معرفت اور عالم سے ان علوم کو حاصل کرنے والوں کا بیان اور اُن کے اقطاب کے مراتب اور دونوں شریعتوں کے درمیان اسرار اشتراک اور عالم انفاس اور انفاس کے ساتھ عشق رکھنے والے قلوب اور اُن کی اصل اور ان کے لئے منزلوں کی انتہا کا بیان۔

تعجبت من ملك یعود بملکنا ومن مالك أصعی لمملوکہ ملکا
فللك ملك الملك ان کنت ناظما من اللؤلؤ المنثور من علمنا سلکا
فخذ عن وجود الحق علما مقدسا لیأخذ ذلك الحلم من شاء عنکا
فان کنت مثلی فی العلوم فقد تری بأن الذی فی کونه نسخة منکا
فهل فی العلی شیء یقاوم أمرکم وقد فتکت أسیافکم فی الوری فتکا
فلو کنت تدری یا حبیبی وجوده ومن أنت کنت السید العلم الملکا
وکان الله الخلق یأتیك مسرعا أتیت الیه ان تحققته ملکا

مجھے اُس بادشاہ سے تعجب ہے جس کی ملکیت ہمارے ساتھ لوٹتی ہے۔ اور اُس بادشاہ سے تعجب ہے جو اپنی مملوک کے لئے بادشاہ ہے۔

تو یہ مُلک کا بادشاہ ہے اگر ہمارے عِلم سے بکھرے ہوئے موتیوں کو پرونا چاہو تو پرو لو۔

وجودِ حق سے پاکیزہ علوم لے لیں تاکہ خواہش مند آپ سے عِلم کو اخذ کرے

اگر آپ علوم میں مجھ جیسے ہیں تو اُس کے ساتھ دیکھیں جو آپ سے اُس کی کون میں نسخہ ہے۔

تو کیا بلندی میں کوئی چیز تمہارے امر کے مقابل ہو پس تمہاری تلواریں وری میں جرأت کرتی ہیں۔

اے میرے حبیب اگر آپ اُس کے وجود کو جان لیتے اور یہ جان لیتے کہ آپ کون ہیں تو پرچم کے سردار اور بادشاہ ہوتے۔

اگر آپ خلقت کے معبود کو تحقق کے ساتھ بادشاہ مان لیتے تو وہ آپکے پاس اُس سے کئی گنا زیادہ آتا جتنا آپ اُس کے پاس آتے۔

بادشاہ رب تعالیٰ ہے

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے جان لیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے!

اُدْعُونِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ — تم مجھ سے دُعا کرو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا

المومن آیت ۶۰

جب آپ نے یہ جان لیا تو جان لیں کہ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ ہر چیز کا رب اور اُس کا مالک ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہے اِس رب کا مربوب اور اُس حق سبحانہٗ تعالیٰ بادشاہ کی ملکیت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عالم کا بادشاہ ہونا انہی معنوں میں ہے اور اُسی کا عالم میں تصرف ہے اور وہ اس پر بغیر رکاوٹ کے جو چاہے کرے اور عالم اُسی بادشاہ، سردار جلّ وعلا کا محل تاثیر ہے۔

جواب در جواب

پس وہ حالات متنوع ہیں جن پر عالم ہے اور وہ اس میں حق تعالیٰ کا تصرف ہے جو چاہے حکم کرے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ — تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لکھ دی ہے

الانعام آیت ۵۴

پس حق تبارک و تعالیٰ نے رحمت کے وجوب میں اپنی ذات کے ساتھ اپنے بندے کو شریک کیا ہے اگرچہ وہی ذات ہے جس نے خود پر اسے واجب کیا جو واجب لیا ، پس اُس کا کلام سچا اور اُس کا وعدہ حق ہے جیسا کہ انسان ابتداء میں اپنی ذات پر نذر واجب کر لیتا ہے ۔ جو اس پر حق تعالیٰ نے واجب نہیں کی تو جب اللہ تبارک و تعالیٰ اُس پر واجب کر دیتا ہے جو انسان نے خود پر واجب کر لیا تھا تو اُس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے ۔

پھر ہم نے دیکھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ بندے کی دعا قبول نہیں کرتا مگر اُس کے دعا کرنے کے بعد جیسا کہ مشروع ہے ۔

جیسا کہ عبد حق تعالیٰ کو اُس وقت جواب دیتا ہے جب اُسے حق تعالیٰ اُس امر کی طرف بلاتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے ! "فلیستجیبوالی" یعنی لوگ میری اطاعت کریں ۔

پس عبد اور عالم جو کہ حق تعالیٰ کی ملکیت ہے اس میں تصرفِ الٰہی احمی کی جانب ہے جس کا ذاتی طلب میں حقیقتِ عالم اقتضاء کرتی ہے اور دوسری تصرف وہ ہے جس کا اقتضاء شریعت کا وضع ہونا کرتا ہے ۔

جب یہ امر اُس بات پر ہے جس کا ہم نے ذکر کیا کہ حق تعالیٰ بندے کے امر کو اُس وقت قبول فرماتا ہے جب وہ دعا کرتا ہے ۔ اور اُس سے سوال کرتا ہے جیسا کہ بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے امر کو قبول کرتا ہے جب وہ اسے حکم دیتا ہے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے !

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ — تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا ۔

البقرہ آیت ۴۰

توقیفیہ میں شرکت ہے حبب کہ حق تعالیٰ بذاتہٖ اس امر کا اقتضاء کرتا ہے کہ اس کے لئے بندے کا تذلل یعنی عجز و نیاز مندی ہے اور یہ برابر ہے کہ اس نے اپنے بندے کے لئے اعمال مشروع کئے ہوں یا نہ کئے ہوں۔

ایسے ہی اس کے وجودِ عین کی بقاء کے ساتھ بندہ کے لئے حفاظتِ حق ہے اور برابر ہے کہ حق تعالیٰ اس کی شریعت کو مشروع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ پھر جب بندہ کے لئے اعمال مشروع فرمائے اور جب بندے نے اس پر عمل کیا تو اپنی ذات کیلئے قانون بنایا کہ اس فعل پر بندے کو جزاء عطاء فرمائے جس کے ساتھ اسے مکلف فرمایا تھا۔

پس وہ جنابِ عالی اس ملک یعنی عالم کی بادشاہ ہے جس کے ساتھ اس میں سوال کے وقت بندے کا اثر عطاء سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس پر اس صفت کا اطلاق ہوگا جس سے مالک الملک ہونا تعبیر ہوتا ہے تو وہ سبحانہٗ اس کا مالک اور بادشاہ ہے۔ جس کے ساتھ اپنے بندوں کو حکم فرماتا ہے اور وہ سبحانہٗ بادشاہ ہے کہ اس کے حکم کے مطابق بندہ کہتا ہے "رَبِّ اغْفِرْلِیْ" یعنی اے میرے پروردگار مجھے بخش دے جیسا کہ حق تعالیٰ نے اسے فرمایا ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ — اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھیں

طٰہٰ آیت ۱۴

خدا کا حکم بندے کی دُعا

پس حق تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ بندے کے لئے ہوتا ہے اس کا نام امر یعنی حکم ہے۔ اور جو کچھ بندے کی طرف سے حق تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے اس

کا نام دعائے ادبِ الٰہی ہے اور یہ حقیقت امر یہ ہے۔ کیونکہ یہ صفت ایک ساتھ دو اُمروں پر مشتمل ہے اور میرے علم میں سب سے پہلے اس اسم کی یہ اصطلاح محمد بن علی حکیم ترمذی سے آئی ہے۔ اور اُس کے علاوہ یہ لفظ ہم نے کسی سے نہیں سُنا۔ ہو سکتا ہے کہ اُس سے پہلے بھی کسی نے یہ اصطلاح استعمال کی ہو اور ہمیں نہ پہنچی ہو مگر یہ امر درست ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ پر عقلاً کسی اُمر کا واجب ہونا متکلمین میں سے اہلِ نظر کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے چنانچہ بعض اس کے قائل ہیں اور بعض نہیں مگر واجباتِ شرعیہ؟ تو ان کا انکار وہی کر سکتا ہے جو خدا کے نازل کردہ پر ایمان نہیں لاتا

اسم نسبت سے قائم ہوتا ہے

جاننا چاہیئے کہ دو اضافتوں والے کے لئے لازم ہے کہ دونوں اضافتوں سے ہر ایک کے لئے ایک۔ اسم ہو جو اُسے اضافت عطا کرتا ہے جب آپ "زید" کہیں گے تو وہ بلا شک انسان ہے اس سے اس کے علاوہ نہیں سمجھا جائے گا۔ اگر آپ عمرو کہیں گے تو وہ انسان ہے اس کے علاوہ نہیں سمجھا جائے گا چنانچہ جب آپ کہیں گے کہ زید بن عمرو یا زید عبد عمرو تو بلا شک زید کے لئے بیٹا ہونے کی بات ہوئی اور جب کہا کہ ابنِ عمرو تو زید کے اسم باپ کی بات ہوئی تو زید کی بنوت عمرو کو ابوّت اور زید کو بنوت عطا کرتی ہے تو دونوں اضافت والوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کے لئے وہ معنی پیدا کیے جس سے وہ اضافت سے پہلے متصف نہ تھے۔

ایسے ہی زید عبد عمرو عبدیت عطا کرتا ہے کہ زید مملوک ہو اور عمرو مالک، ہو تو بے شک مملوکیتِ زید نے عمرو کے لئے اسم مالک پیدا کیا اور عمرو

کی ملکیت نے زید کو اسم مملوک دیا تو اس کے حق میں مملوک اور عمرو کے کے حق میں مالک کہا گیا۔

پس ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے اس اضافت کے پائے جانے سے پہلے یہ دونوں نام نہیں کہے جاتے تھے۔ پس حق حق ہے اور انسان انسان۔

اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے

جب آپ کہیں گے کہ انسان یا لوگ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو اس سے لازماً آپ نے یہ کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کا بادشاہ ہے اگر آپ اس کے بادشاہ ہونے کے ایک جملہ کو ذہن سے وجود عالم کو اٹھانے پر قادر نہیں تو ارتفاعِ عالم کے لیے وجود حق تعالیٰ کو نہیں اُٹھایا جا سکتا اور بادشاہ کے معنی میں حق تعالیٰ سے ارتفاعِ وجود لازمی ہے۔

چونکہ وجودِ حق تعالیٰ کے ساتھ وجودِ عالم فعلاً اور صلاحیتاً مربوط ہے لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیۓ اسم ملک ازلی ہے اور اگرچہ عین عالم عین میں معدوم ہے لیکن جو موجودہ مفعولیت اسم مالک کے ساتھ مربوط ہے وہ وجوداً اور تقدیراً اور قوۃً اور فعلاً اللہ تبارک و تعالیٰ کی مملوک ہے پس اس پر غور فرمائیں اور سمجھ لیں کہ حق اور عالم کے درمیان امتیازِ حقائق کے سوا ہرگز دوری کا شعور نہیں ہوتا۔

معیتِ الٰہی کیسے ہے؟

اللہ تبارک و تعالیٰ پاک اور سبحان ہمیشہ سے ہے ایسے ہی ہمیشہ

رہے گا ایسے ہی اُس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تو ہمارے ساتھ اُس کی معیت اُس طرح ہے جس طرح اُس کے جلال کا حق ہے اور جیسا کہ اُس کے جلال کو حق پہنچتا ہے۔ اگر وہ اپنی ذات کے لئے یہ نسبت نہ فرماتا کہ وہ ہمارے ساتھ ہے تو عقل اس کا اقتضاء نہیں کرتی کہ اُس پر معیت کے معنوں کا اطلاق کیا جائے جیسا کہ عقل سلیم اس سے نہیں سمجھ سکتی۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے معیت کا اطلاق اپنی ذات پر کیا تو یہ دُنیا کی ایک دُوسرے کے ساتھ معیت ہے کیونکہ "لیس کمثلہٖ شیٔ"، یعنی اُس مثل کوئی چیز نہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ — اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔
سورہ حدید آیت ۴

اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے لئے فرمایا!

إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ — میں تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہوں۔
طٰہٰ آیت ۴۶

پس ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اُس صفت پر ہمارے ساتھ ہے جو اُس نے بیان فرمائی اور اُس معنیٰ کا ساتھ ہے جو اُس کا ارادہ ہے اور ہم نہیں کہتے کہ ہم حق کے ساتھ ہیں کیونکہ یہ وارد نہیں ہوا اور نہ ہی عقل یہ امر عطا کرتی ہے کہ ہم خود کو حق کے ساتھ کہیں اور نہ ہمارے لئے عقلی اور شرعی وجہ ہے جس کے ساتھ یہ اطلاق ہو سکے کہ ہم حق کے ساتھ ہیں اور اہل اسلام سے جو اس انیت کی نفی کرتا ہے تو وہ ناقص الایمان ہے کیونکہ عقل اس سے انیت کے معنوں کی نفی کرتی ہے اور شرع سُنّت میں ثابت ہے نہ کہ کتاب میں، جو لفظِ انیت کے اطلاق کا اللہ تبارک و تعالیٰ پر اثبات کیا

جائے تو یہ نہ متعدی ہے اور نہ اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور اس کا اطلاق اُس مقام پر ہو گا جہاں شارع نے اطلاق فرمایا ہے۔

خدا کہاں ہے؟

حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سیاہ کنیز کو فرمایا جسے اُس کے آقا نے مارا تھا کہ اللہ کہاں ہے؟ اُس نے آسمان کی طرف اشارا کر دیا، پس آپ نے اُس کے اشارے کو قبول فرمایا اور اُس کے آقا سے فرمایا! اسے آزاد کر دے کیونکہ یہ مومنہ ہے۔

پس اینیت کے لئے سوال کرنے والا تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ بعض علمائے رسوم نے اُس کنیز کے آسمان کی طرف اشارہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبول فرمانے کی یہ تاویل کی ہے کہ زمین میں لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ معبودوں کو پوجتے ہیں یعنی انہوں نے زمین پر معبود بنا رکھے تھے عجب کہ یہ تاویل امرِ واقعی کو نہ جاننے والے جاہل کی ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ عرب آسمان کے ستارے کی عبادت کرتے تھے جس کا نام شعریٰ تھا اور جسے اُن کے لئے ابو کشبہ نے مقرر کیا تھا اور اُن لوگوں کا اس میں یہ یہ اعتقاد تھا کہ وہ رب الارباب ہے مجھے اُن کی مناجات پر ایسے ہی واقفیت حاصل ہوئی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لئے فرمایا ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى — اور یہ کہ وہی ستارہ شعریٰ کا رب ہے۔

سورہ النجم آیت ۴۹

اگر آسمان میں ستارے کی پرستش نہ ہوتی تو اس تاویل کرنے والے

کے لئے اِس تاویل کی گنجائش ہوتی اور یہ ابُوکبشہ جس نے شعری کی عبادت رائج کی تھی حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ مکرّمہ کے اجداد کے خاندان سے تھا اور اسی لئے عرب کے لوگ حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت اُس کی طرف کرتے ہوئے کہتے ابنِ ابی کبشہ نے کیسا دین نکالا ہے جس میں ایک معبود کی عبادت کے لئے کہا جاتا ہے جیسا کہ ابُوکبشہ نے کی بدعت جاری کی تھی۔

اِس مقام کے اقطاب

اِس مقام کے اقطاب میں سے ہم سے پہلے محمد بن علی حکیم ترمذی اور ہمارے مشائخ سے ابُومدین رحمۃ اللہ علیہ تھے، جب کہ عالمِ علوی میں ابی نجادیہ تھے جن کا نام اہلِ روحانیت میں معروف ہے وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے قرآن مجید سے میری سورت "تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ" ہے۔

اسی بنا پر ہم اُن کے حق میں کہا کرتے ہیں کہ وُہ دواماموں میں سے ایک امام ہیں کیونکہ یہ امام کا مقام ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عبدِ مضطر کی اُس دُعا کو قبول فرماتا ہے جو اُس نے سوال کیا تھا تو وُہ اِس متصرف کی مانند ہے۔ اسی لئے ابُومدین نے اپنے قول میں اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وُہ مالک الملک ہے۔

اور رہی اِس اضافت کی صحت تو یہ اِس لئے ہے کہ بندے کے ہر سانس میں یہ امر متحقق ہو جائے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت ہے، بغیر اِس کے کہ اِس حال کے دعوٰی میں تناقض خلل انداز ہے۔

جب یہ مشابہت ہو گی تو اُس وقت اُس پر صادق آئے گا کہ وُہ اُس کے

نزدیک ملکیت ہے۔ اگرچہ دعویٰ سے اُس کا کچھ حقہ پہنچا ہو اور یہ اس طرح کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت میں اُس کے حضور سے عاری ہو کر اپنی ذات کے لئے ملکیت کا دعویٰ کرے تو یہ وُہ امر ہے جس کا اُس نے اپنی ذات کے لئے ملک نام رکھا اور ملک اس مقام پر نہیں اور نہ اُس کے لئے درست ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مالک الملک ہے اگرچہ نفس الامر میں ایسے ہو مگر اُس نے اپنے جہل سے اس دعویٰ کے ساتھ خود کو اس سے نکال دیا کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت ہے خواہ وہ کسی امر میں غافل ہوا۔

پس اس مقام والا میزانِ عظیم کا محتاج ہے جس سے وُہ اپنے ہاتھوں سے اور اپنے نصب العین سے نہیں نکلتا۔

دو شریعتوں کا اشتراک

وصل: رہا! دونوں شریعتوں کے درمیان اشتراک کے اسرار کا بیان تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کی مثل ہے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ — میری یاد کے لئے نماز قائم رکھیں

سورہ طٰہٰ آیت ۱۴

یہ مقام ختم الاولیاء کا ہے اور اِن دِنوں اس کے رجال حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السّلام ہیں اور یہ ثانوی تقریر ہے جسے اوّل نے اُس وجہ سے ثابت کیا ہے جو اُسے مغایرتِ زمان کے باوجود ثابت کرتی ہے تاکہ متقدم و متاخر درست ہوں۔

بیک وقت دو شریعتوں والے

جب مکان اور حال تبدیل نہ ہو تو دوسرے کے لئے علین سے تکلیف کے ساتھ وہ خطاب واقع ہوتا جو اوّل کے لئے واقع ہوا تھا۔ اور جب یہ وجہ وہ ہو جو بغیر زمانے کے قید کے دونوں کو جمع کرتی ہے۔ اور اُس سے اخذ کرنا بھی زمانہ کی قید کے ساتھ نہیں تو دو شخصوں سے شریعت میں اشتراک جائز ہے۔ مگر عبارت اُس کے زمانے اور اُس کی زبان کو مختلف کر دے گی۔ بشرطیکہ دونوں ایک ہی وقت میں ایک زبان کے ساتھ گفتگو کریں جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہا السلام ہیں۔ ان دونوں کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى — جاؤ طرف فرعون کے اُس نے سر اُٹھایا۔

سورہ طٰہٰ آیت ۴۳

باوجود اس کے اِن دونوں کو فرمایا!

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا — سو کہو اِس سے بات نرم

سورہ طٰہٰ آیت ۴۴

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ارشاد قولاً کو نکرہ بیان فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بالخصوص فرماتے تھے کہ حضرت ہارون علیہ السلام مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہیں۔

پس ممکن ہے کہ دو شخص ایک مجلس میں عبارت میں مختلف ہو ہو جائیں۔ چنانچہ دونوں کو ایک شخص یعنی فرعون کی طرف ایک رسالت

کے ساتھ ایک مقام اور ایک وقت میں مبعوث فرمایا۔

ہمارے اصحاب و شیوخ سے ایک جماعت نے اس مثال کے وجود کو منع کیا ہے جیسا کہ ابو طالب مکی اور اُن کے علاوہ وہ شخص جو یہ بات کہتا ہے اور اس طرف گیا ہے اور یہی ہمارے نزدیک درست ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک شخص پر تجلی کی تکرار نہیں فرماتا اور نہ اس میں وسعت الٰہی کے لئے دو شخصوں کے درمیان اشتراک کرنا ہے۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ دیکھنے اور سننے والے کا اس مشابہت کے لئے وہم ہے۔ جسے علیحدہ کرنا اُس کے لئے دشوار ہے۔

مگر اہلِ کشف اور متکلمین میں سے اس کے قائلین کو دشوار نہیں جن کا کہنا ہے کہ عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتا۔

اور وسعتِ الٰہی سے ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز کو اس کی تخلیق عطا فرمائی اور عالم میں امر کے ساتھ ہر چیز میں امتیاز کیا۔ یہ وہ امر ہے۔ جس سے اُس کے غیر سے تمیز ہوتی ہے۔ اور یہ ہر چیز کی انفرادیت ہے تو ایک مزاج میں دو چیزوں کا اجتماع نہیں ہوتا۔

وفی کل شیء لہ آیۃ تدل علی انہ واحد

اس کے لئے ہر چیز میں نشانی ہے جو اس کے واحد ہونے پر دلالت کرتی ہے

خلا اجتماعِ ضدین پر قادر ہے۔

چنانچہ سوائے ہر چیز کی احدیت کے علاوہ نہیں اور اس امر میں دو چیزیں ہرگز جمع نہیں ہوتیں جس میں امتیاز واقع ہو اور اگر اس میں اشتراک واقع ہوتا تو امتیاز نہ ہوتا جب کہ عقلاً اور کشفاً امتیاز ثابت ہے۔

اِس باب میں اِس منزل سے چھوٹے پر بڑے کے اور تنگ پر کھلے کے وارد ہونے کا علم ہوتا ہے بغیر اس کے کہ تنگ کو وسیع یا وسیع کو تنگ کیا جائے یعنی کسی چیز کو اُس کے حال سے تبدیل نہ کیا جائے نہ کہ اُس کی وجہ پر جس میں متکلمین سے حکماء اور اہلِ نظر گئے ہیں وہ حد حقیقت میں دونوں کے اجتماع کی طرف گئے ہیں نہ کہ جرمیہ میں کیونکہ کسی چیز کا بڑا چھوٹا ہونا دونوں کے لئے حقیقت جامع میں مؤثر نہیں ہوتا۔

اِس باب میں یہ بھی ہے جو ابوسعید فرازؒ نے کہا!

ما عرف الله الا بجمعه بين الضدين	یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نہیں پہچانا گیا مگر اُس کے دو ضدوں کے درمیان جمع کرنے سے۔

پھر اُنھوں نے یہ آیت تلاوت کی۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ	وہ اوّل اور آخر اور ظاہر و باطن ہے سورہ حدید آیت ۳

اُن کی مراد ایک وجہ سے ہے نہ کہ مختلف نسبتوں سے جیسا کہ علماءِ رسوم سے اہلِ نظر اُسے دیکھتا ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شریعت کیا ہوگی

جاننا چاہیئے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام لازماً نزول فرمائیں گے اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے ساتھ ہم میں لازماً حکم دیں گے جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی طرف اُن کے نبی ہونے کی وجہ سے وحی فرمائے گا۔ کیونکہ نبی سوائے اپنے مرسل کے شریعت

نہیں لیتا۔ چنانچہ فرشتہ اُن کے پاس اُس شریعت کی خبر لایا کرے گا جس کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں۔

پس اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں الہام فرمائیں گے تو آپ اشیاء کی حلت وحرمت میں وہی حکم فرمائیں گے جو حکم حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہوتے تو یہی حکم فرماتے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے ساتھ مجتہدین کے اجتہاد اُٹھ جائیں گے۔ اور ہم میں وہ اُس شریعت کے ساتھ حکم نہیں دیں گے جس پر وہ اپنے رسالت و دولت کے زمانہ میں تھے اور جس میں آپ اُس کے ساتھ بحیثیت وحیِ الٰہی کے عالم تھے اور وہ جس کے ساتھ رسول اور نبی تھے اور وہ اُس شریعت پر ہونگے جس پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے کیونکہ وہ اس امر میں آپ کے تابع ہونگے اور کبھی اُن کو بحیثیت کشف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک پر اطلاع ہوگی۔ اور وہ آپ سے اُس امر کو اخذ کریں گے جو اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کی شریعت ہوگی اور وہ اس کے ساتھ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں حکم دیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ حضورؐ کے صحابی ہونگے

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اِس وجہ سے آپؐ کے تابع اور صحابی ہونگے اور اِس وجہ سے قاتم الاولیاء ہونگے اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ شرف حاصل ہے کہ نبی اور صاحبِ کرامت رسول جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں آپ کی اُمّت کے ختم الاولیاء ہوں گے۔

اور وہ اِس اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں افضل ہیں۔

دو حشر ہوں گے

حکیم ترمذی نے اپنی کتاب ختم الاولیاء میں یہ خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور دُوسرے لوگوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اگرچہ اِس اُمّت اور مِلّتِ محمّدیہ کے ولی ہیں مگر نفس الامر میں وہ نبی اور رسُول ہیں۔

پس قیامت کے دِن اُن کے دو حشر ہوں گے ایک حشر نبوت و رسالت کے پرچم کے ساتھ انبیاء مرسلین علیہم السّلام کے ساتھ اپنے صحابیوں اور تابعیوں میں ہوگا اور ایک حشر حضُور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پرچم کے نیچے اِس اُمّت کے اولیاء کی جماعت میں ہمارے ساتھ ہو گا، وہ حضُور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تابع ہونگے۔ اور حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر دنیا کے آخری ولی تک تمام اولیاء اللہ سے آگے ہوں گے یعنی اُن کے پیشوا ہوں گے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے لیے ظاہر طور پر ولایت اور نبوّت کو جمع فرمائے گا۔ اور قیامت کے دن سوائے حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کوئی ایسا رسُول نہیں ہو گا جس کی اتباع رسُول نے کی ہو۔

کیونکہ قیامت کے دِن حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہ السّلام کا حشر حضُور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متبعین میں ہو گا اگرچہ حضرت آدم علیہ السّلام سے لیکر تمام نبی میدان محشر میں حضُور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہی پرچم کے نیچے ہوں گے اور آپؐ کا یہ پرچم عام ہو گا۔

مخصوص ختم کا مقام

حضور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اُمت کے ساتھ بریمہ کے بارے میں ہمارا کلام مخصوص ہے ۔ اور ولائیتِ محمدیہ مخصوصہ کے لئے اس شریعت کے ساتھ جو حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے نازل ہوئی ایک مخصوص ختم ہے ۔ جس کا رُتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے کم ہے ۔ اِس لئے کہ وُہ رسُول ہَیں ۔ اور ختم ہمارے زمانے میں پیدا ہوا اور میں نے اُسے دیکھا بھی اور میں نے اُس سے ملاقات کی ۔ اور اُس میں ختمیّت کی نشانی دیکھی پس اُس کے بعد ہر وَلی اُسی کی طرف راجع ہوگا ۔

جیسا کہ حضور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مگر آپ کی طرح راجع ہوگا ۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پس قیامت تک ہر ولی کی نسبت اِس ختم کے بعد ولائیت میں اُس طرح ہوگی ۔ جیسا کہ ہر نبی کی نسبت نبوّت میں حضرت محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کے بعد ہے ۔ جیسا کہ اِس اُمّت میں حضرت الیاس ، حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام ہَیں ۔

میں نے آپ کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول کا بیان کر دیا ہے اس کے بعد جو چاہیں کہہ لیں اگر چاہیں تو دونوں شریعتوں کو عینِ واحدہ کہہ لیں اور اگر چاہیں تو شریعتِ واحدہ کہہ لیں ۔

انفاس کا تعشّق

وصل :۔ دِلوں کا انفاس کے ساتھ معاشقہ ہے کیونکہ ارواح

روحانیہ کے خزائن نے مناسب کے لئے انفاسِ رحمانیہ کے ساتھ عشق کیا ہے۔

یمن سے رحمان کی ہوا

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! مجھے یمن کی جانب سے رحمان کی ہوا آتی ہے۔ مگر یہ کہ روحِ حیوانی نفس ہے۔ اور ان انفاس کی اصل عشاق کے دلوں میں ہے جس کے ساتھ وہ نفسِ رحمانی ہے جو یمن کی طرف سے ہے جس کو اس کے وطن سے نکالا گیا اور اس کو اس کے مسکن اور اس کی سکونت کے درمیان حائل کیا گیا تو اس میں قرب اور دکھوں کو دور کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

اِن للہ نفحاتِ فتعرضوا النفحات ربکم۔ — اللہ تعالیٰ کے لئے ہوائیں ہیں پس اپنے رب کی ہواؤں سے لپٹ جاؤ۔

انفاس کی تعداد

اِن انفاس کی تعداد تین سو (۳۰۰) منازل کو منتہی ہوتی ہے۔ اور ان منزلوں سے ہر منزل میں تینتیس (۳۳) نفس ہیں جو تین سو تیس (۳۳۰) کو تین سو تیس (۳۳۰) سے ضرب دینے سے نکلتی ہیں۔ پس حاصل ضرب اُن انفاس کی تعداد ہے جو عالمِ لبشری میں حق تعالیٰ کی طرف سے اُس کے اسمِ رحمان سے پیدا ہوتے ہیں یعنی ۳۳۰ x ۳۳۰ = ۱۰۸۹۰۰

میں نے اِن منازل کی جو تحقیق کی ہے اُس کے مطابق خاص حضرت

انفھوانیہ میں منازلِ انفاس کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے۔

جب تین سو تیس ۳۳۰ کو پانچ سو تیس ۵۳۰ سے ضرب دی جائے گی تو اس ضرب کے بعد آپ کے لئے جو عدد نکلیں گے وہ عالمِ انسانی میں انفاسِ رحمانیہ کی تعداد ہے یعنی ۳۳۰ × ۵۳۰ = ۱۷۴۹۰۰۔

صاحبِ منزل

وہ منازل جو غیر کے لئے نہیں اُن سے ہر نفس خاص تجلّیِ الٰہی سے مُستقل علمِ الٰہی ہے۔ تو جو اِن انفاس سے خوشبو سونگھ لیتا ہے وہ ان کی مقدار کو جان لیتا ہے میں نے ان اہلِ منازل میں سے کسی کو نہیں دیکھا جنہیں لوگ پہچانتے ہوں یہ حضرات اکثر طور پر بلادِ اندلس میں رہتے ہیں ان میں سے میری ایک شخص سے بیت المقدس اور مکّہ معظمہ میں ملاقات ہوئی تو میں نے ایک روز اُس سے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کیا اُس نے مجھے کہا! کیا تو نے کسی چیز کی خوشبو سونگھی ہے اس سے میں نے جان لیا کہ یہ اس مقام پر فائز ہے اُس نے کچھ عرصہ میری خدمت کی علاوہ ازیں میرے والدِ گرامی کے سگے بھائی یعنی میرے سگے چچا جن کا نام عبدُاللہ بن محمّد عربی تھا وہ اس مقام پر حِسّاً اور معناً فائز تھے۔ میں نے اپنے دورِ ناواقفیت اور اس طریق کی طرف رجوع کرنے سے پہلے اُن سے اس امر کا مشاہدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا اور راہِ ہدایت پر چلاتا ہے۔

الحمدللہ چوبیسویں باب کا ترجمہ ختم ہوا

پچیسواں باب

وتد مخصوص معمر کی معرفت اور علوم اور ستر منزل سے اربعہ اصناف کے ساتھ مختص اقطاب کے اسرار و منازل اور اُس کا بیان جو اس میں عالم سے داخل ہُوا

ان الامور لها حد ومطلع — من بعد ظهر و بطن فيه تجتمع
فی الواحد العين سر ليس يعلمه — الا مراتب أعداد بها تقع
هو الذی أبرز الاعداد أجمعها — وهو الذی ماله فی العد متسع
مجاله ضيق ورحب فصورته — كناظر فی مراٰه حين ينطبع
فما تكثر اذا أعطت مراتبه — تكثرا فهو بالتنزيه يمتنع
كذلك الحق ان حققت صورته — بنفسه وبكم تعلو وتتضع

یقیناً اُمور کے لئے پُشت کے پیچھے اور پیٹ میں حد اور مطلع ہے جس میں اُن کا اجتماع ہوتا ہے۔

ایک عین میں ایک بھید ہے جسے اُن مراتبِ اعداد کے علاوہ کوئی نہیں جانتا جو اِس کے ساتھ واقع ہوتے ہیں۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمام اعداد کو ظاہر فرمایا اور وہی ہے جس کے لئے عدد میں وُسعت اور گنجائش نہیں۔

اُس کا میدان تنگ و وسیع ہے پس اُس کی صُورت اُس ناظر کی طرح ہے جو آئینے میں خود کو منطبع ہونے کے وقت دیکھتا ہے۔

پس کثرت نہیں جب مراتب عطا کئے جاتے ہیں تو کثرت ہوتی ہے اور وہ تنزیہہ کے ساتھ منع کرتا ہے۔

ایسے ہی حق تعالیٰ ہے اگر اپنی ذات کے ساتھ اُس کی صُورت کا

تحقق حاصل کریں تو آپ کے ساتھ بلندی اور پستی ہے۔

حیاتِ خضر علیہ السلام

اے دوست! اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے جاننا چاہیئے کہ بہ تحقیق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس وقت تک اُن کی عمر طویل کی ہوئی ہے اور ہم نے اُس شخص کو دیکھا ہے جس نے انہیں دیکھا ہے۔ اور ہمارے لئے اُن کی شان میں امر عجیب ہے۔

خضر علیہ السلام سے پہلی ملاقات

یہ اس طرح ہے کہ ہمارے شیخ ابو العباس عریبی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے درمیان ایک ایسے شخص کے حق میں مسئلہ چل نکلا جس کے ظہور کی بشارت حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی۔

شیخ ابو العباس نے مجھے کہا وہ شخص فلاں بن فلاں ہے۔

میں اُس کو شخص کو نام سے جانتا تھا مگر دیکھا نہیں تھا مگر اُس کے پھوپھی زاد بھائی کو میں نے دیکھا تھا، میں نے اس میں توقف کیا اور اُن کی بات کو قبول نہ کیا کیونکہ میں اپنے امر میں بصیرت پر تھا مگر بلاشبہ شیخ ابا العباس کا تیر اس امر پر لوٹ آیا اور اُن کو باطنی طور پر تکلیف پہنچی اور میں اس بات کو نہ جان سکا کیونکہ میں اپنے امر کے ابتدائی دور میں تھا چنانچہ اُن کی خدمت سے اپنے گھر کو لوٹ آیا۔

میں راستے ہی میں تھا کہ میری ملاقات ایک شخص سے ہوئی جسے

ہیں جانتا تھا، اُس نے ایک محبت و مشفق کے سلام کے انداز سے مجھ پر سلام کی ابتداء کی اور مجھے کہا! اے محمد ابن العربی شیخ اباالعباس نے تیرے ساتھ فلاں شخص کے بارے میں جو ذِکر کیا تھا وہ سچے ہیں اور مجھے اُس شخص کا نام بتایا جس کا ذِکر اباالعباس عربی نے کیا تھا۔

میں نے کہا! ٹھیک ہے اور اُس کے ارادے کو جان کر اُسی وقت شیخ کی طرف لوٹ آیا تاکہ اُنہیں یہ ماجرا بتاؤں، چنانچہ جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُنھوں نے مجھے فرمایا! اے اباعبداللہ! جب میں تجھے کوئی مسئلہ بتاتا ہوں تو تُو اُسے قبول کرنے پر توقف کرتا ہے۔ اور مجھے تیرے ساتھ حضرت خِضر علیہ السّلام کی ضرورت پڑ جاتی ہے کہ وہ تیری طرف اِس مسئلہ کو لوٹائیں اور تجھے کہیں کہ فلاں شخص نے جو تیرے ساتھ بات کی ہے وہ سچی ہے اور تیرے لئے اِس میں کہاں تک اتفاق ہوگا کہ تو مجھ سے جو مسئلہ سُنتا ہے اُس میں ہی توقف کر لیتا ہے؟

میں نے کہا! توبہ کا دروازہ کھلا ہُوا ہے۔

اُنھوں نے فرمایا! توبہ کی قبولیّت واقع ہوگئی۔

پس میں نے جان لیا کہ وُہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور اِس میں شک نہیں کہ میں نے شیخ سے استفہام کیا کہ کیا وُہ وُہی تھے؟

اُنھوں نے فرمایا! ہاں وُہ خِضر علیہ السّلام تھے۔

حضرت خِضر علیہ السّلام سے دُوسری مُلاقات

پھر دُوسری مرتبہ اُن سے ملاقات کا اتفاق ہُوا میں تیونس کی بندرگاہ پر کشتی میں سوار ہُوا تو میرے پیٹ میں درد شروع ہو گیا۔

اہلِ کشتی سوئے ہوئے تھے اور میں کشتی کی ایک جانب کھڑا تھا، اُس رات چاند کی چودھویں تھی مَیں نے چاند کے طلوع کے بعد چاندنی میں سمندر کی طرف ایک شخص کو دیکھا جو پانی پر چلتا ہُوا میرے پاس آگیا اور کھڑا ہو گیا اُس نے ایک پاؤں اٹھایا اور دُوسرے پاؤں کو اُس کا سہارا بنا لیا تو میں نے اُس کی پُشت پا کو دیکھا جیسے تری نہ پہنچی تھی پھر اُس نے دُوسرا پاؤں اُٹھا کر پہلے پاؤں کا سہارا بنایا تو وہ بھی ویسے ہی تھا یعنی اُس میں بھی پانی کی تری کا نشان نہ تھا۔

پھر اُس نے میرے ساتھ جو گفتگو کرنا تھی، کی اور سلام کہہ کر اُس مینار کی طلب میں لوٹ گئے جو ساحلِ سمندر پہ ایک ٹیلے کے اُوپر تھا۔ ہمارے اور اُس مینار کے درمیان دو میل سے زیادہ فاصلہ تھا اور اُنھوں نے یہ فاصلہ دو یا تین قدموں میں طے کر لیا، میں نے اُن کی آواز سُنی جو مینار پر ظاہر ہوتی تھی کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔

تصدیق اِس ملاقات کی

ایک مرتبہ میں اپنے شیخ جراح بن خلیس کنانی کی خدمت میں حاضر ہُوا اور وُہ قوم کے سرداروں میں سے تھے اور عیذون کی بندرگاہ میں رہائش پذیر تھے میں اُسی شب اُن کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا جس رات میری اُس شخص سے ملاقات ہوئی تھی جو پانی پر چل کر آیا تھا۔

چنانچہ جب میں صُبح کو شہر میں داخل ہُوا تو میری ملاقات ایک صالح شخص سے ہُوئی اُس نے مجھے کہا! حضرت خضر علیہ السّلام کیساتھ آپکی گذشتہ شب کیسی رہی؟ آپ نے اُن سے کیا کہا اور اُنھوں نے آپ سے کیا کہا؟

تیسری ملاقات ہوا میں

اِس تاریخ کے بعد جب میں بحرِ محیط کے ساحل کی طرف سیر کو نکلا تو میرے ساتھ ایک ایسا شخص تھا جو صالحین کے خرقِ عادات کا انکار کرتا تھا، میں اور میرا یہ ساتھی ایک ویران مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہوئے تو ہم پر ایسے سیاحوں کی ایک جماعت داخل ہوئی جنھوں نے دنیا سے انقطاع کر رکھا تھا۔ وہ لوگ نماز پڑھنے کا ارادہ کر رہے تھے اور اُن میں وہ شخص بھی تھا جس نے مجھ سے تمھید پر گفتگو کی تھی اور جس کے متعلق بتایا گیا تھا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

علاوہ ازیں ان میں ایک بڑی قدر و منزلت والا بہت بڑا آدمی بھی تھا اور اُس کے ساتھ میری اس سے پہلے بھی دوستی کی ملاقات تھی۔ میں نے کھڑے ہو کر اُسے سلام کہا تو اُس نے مجھ پر سلام لوٹایا اور میرے ساتھ مل کر اظہار مسرت کیا اور آگے کھڑے ہو کر ہمیں نماز پڑھائی۔

جب ہم لوگ فارغ ہوئے تو امام باہر نکلا اور میں بھی اُس کے پیچھے نکلا اور مسجد کے دروازہ پر آ گئے یہ دروازہ بحرِ محیط کے سامنے مغربی جانب اُس جگہ تھا جسے بکہ کہتے ہیں، میں مسجد کے دروازہ پر کھڑا اُن سے گفتگو کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں وہ شخص بھی آگیا جس کے بارے میں میں نے بتایا تھا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

انھوں نے مسجد کی محراب سے ایک چھوٹا سا مصلّی اُٹھا کر ہوا میں کھول دیا۔ یہ مصلی زمین سے سات گز کے قریب بلندی پر کھولا گیا تھا۔ اور وہ ہوا میں اس مصلے پر کھڑے ہو گئے۔ اور نوافل ادا کرنے لگے۔

میں نے اپنے ساتھی کہا! تو نے اُس شخص کو دیکھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟

اُس نے کہا! جا کر اُن سے پوچھ لیں۔

میں نے اپنے ساتھی کو وہیں پر کھڑے چھوڑا اور اُن کی طرف آگیا وہ نماز سے فارغ ہُوئے تو میں نے اُنہیں سلام کیا۔ اور اپنی ذات کے لئے نظم پڑھی۔

شغل المحب عن الهواء بسره — فی حب من خلق الهواء وسخره

العارفون عقولهم معقولة — عن کل کون ترتضیه مطهره

فهمو لدیه مکرمون وفی الوری — أحوالهم مجهولة ومستره

محبّت نے ہوا سے رد کا ہُوا ہے اور اُس کی محبّت میں اُسے مسرور کرتا ہے جس نے ہوا کو پیدا کیا اور مسخر کیا

عارفوں کی عقلیں ہر کون سے معقول ہوتی ہیں وُہ پسند میں کیونکہ وہ پاک ہیں۔

اُن کے احوال دریں میں غیر معروف اور پوشیدہ ہیں اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں صاحبِ تکریم ہیں۔

انھوں نے مجھے فرمایا! اے فلاں تُو نے کیا کیا تو نے جو کچھ دیکھا ہے اُس منکر کے حق میں ہے اور میرے ساتھی کی طرف اشارہ کیا جو خرقِ عادات کا انکار کرتا تھا اور مسجد کے صحن میں بیٹھا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اور یہ اِس لیے ہے" تاکہ وُہ جان لیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جو چاہے جس کے ساتھ کر سکتا ہے۔

پس میں نے اُس منکر کی طرف رُخ کرتے ہُوئے کہا! اب کیا کہتا ہے؟

اُس نے کہا! جو دیکھنے کے بعد کہا جاتا ہے وہی کہوں گا۔

پھر میں اپنے ساتھی کی طرف لوٹ آیا اور وُہ مسجد کے دروازہ پر میرا منتظر

تھا۔ میں نے اُس کے ساتھ ایک ساعت گفتگو کی اور اُسے کہا! یہ شخص کون ہے جس نے ہوا میں نماز پڑھی!

اُس نے کہا! یہ حضرت خضر علیہ السّلام ہیں حالانکہ میں نے اُس کے ساتھ اُن سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ پھر ہم خاموش ہو گئے اور وہ جماعت واپس لوٹ گئی تو ہم بھی موضع ردطہ کی طرف لوٹ آئے۔ جہاں دنیا سے انقطاع کر لینے والے صالحین رہا کرتے تھے۔ یہ جگہ بحرِ محیط کے ساحل پر شذنکصار کے قریب ہے۔

بہرکیف! یہ وہ ماجرا ہے جو ہمیں اِس وقت کے ساتھ پیش آیا اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کی رحمت سے ہمیں فائدہ پہنچائے۔

اُس کو یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو علم الدنی اور ہر شخص کے مرتبے کے لائق عالم کے ساتھ رحمت حاصل تھی اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس پر اُن کی ثناء کی ہے۔

حضرت خضر کا خرقہ

ہمارے مشائخ میں سے ایک شخص علی بن عبد اللہ بن جامع سے میری ملاقات ہوئی، علی بن عبد اللہ علی متوکل اور ابی عبد اللہ قضیب البان کے ساتھی تھے۔ قضیب البان مقلی ہیں۔ اور موصل کے باہر اُن کا باغ تھا اور حضرت خضر علیہ السّلام نے علی بن عبد اللہ کو قضیب البان کی موجودگی میں خرقہ پہنایا تھا اور شیخ نے اُس مقام پر مجھے خرقہ پہنایا جہاں اُس باغ میں حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں اُن کے باغ میں خرقہ پہنایا تھا۔ اور اُسی صورت میں پہنایا جو اُن کے پہننے میں ظاہر ہو گئی تھی۔

حضرت خضر کا دُوسرا خرقہ

علاوہ ازیں میں نے حضرت خضر علیہ السلام کا خرقہ دُوسرے طریق سے اپنے ساتھی تقی الدین عبدالرحمٰن بن علی بن میمون بن اب، الورزی کے ہاتھ سے پہنا تھا اور اُنھوں نے دیارِ مصر کے شیخ الشیوخ صدرالدین ابنِ حمویہ کے ہاتھ سے پہنا تھا۔ اُس وقت سے میں خرقہ پہننے کے لیئے کہتا ہُوں اور لوگوں کو پہناتا ہُوں۔ جب میں نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السّلام اسے مُعتبر گردانتے ہیں جب کہ پیش ازیں میں اُس وقت تک خرقہ معروفہ کا قائل نہیں تھا کیونکہ ہمارے نزدیک خرقہ سے مراد یہ تھی کہ صُحبت و ادب، اور تخلق کو اختیار کیا جائے۔ اِس لئے کہ خرقہ پہنا حضورِ رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ متصل نہیں یعنی آپؐ خرقہ نہیں پہناتے تھے ولیکن ادب اور صحبت کا اتصال پایا جاتا ہے اور وہ لباس تقویٰ کے ساتھ عبارت ہے۔

خرقہ کیوں پہناتے ہیں؟

پَس اصحابِ احوال کی عادتِ جاریہ ہے کہ اپنے ساتھیوں میں سے جب کسی میں نقص یا کمی پاتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ اس کا حال مکمل کر دیں تو اس کا شیخ اُس کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اِس اتحاد کے بعد شیخ کا لباس اُس کے حال میں حال وارد کر دیتا ہے چنانچہ شیخ اُس لباس کو اُتار کر اُسے پہنا دیتا ہے جس کے حال کو مکمل کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو یہ حال اُس میں سرایت کر جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک یہی لباس معرُوف ہے اور ہمارے مشائخ میں سے

محققین سے بھی منقول ہے۔

مردانِ خدا کے چار مرتبے

جاننا چاہیئے کہ مردانِ خدا چار مراتب پر ہیں۔

۱- وہ رجال جن کے لئے ظاہر ہے

۲- وہ رجال جن کے لئے باطن ہے

۳- وہ رجال جن کے لئے حد ہے

۴- وہ رجال جن کے لئے مطلع ہے

کیونکہ اللہ تبارک نے جب دوسری مخلوق پر نبوت اور رسالت کا دروازہ بند کر دیا ہے تو اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس امر میں فہم کا دروازہ کھلا رکھا۔ جس کے ساتھ اپنی کتاب عزیز میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی تھی۔

حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ادھر ہمارے ہاتھوں میں کچھ باقی نہیں مگر وہ جس کا اللہ تبارک و تعالیٰ اس قرآن مجید سے بندے کو فہم عطا فرما دے۔

ہمارے اصحاب اہلِ کشف کا اِس حدیث کی صحت پر اتفاق و اجماع ہے۔ کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا!

قرآن مجید کی ہر آیت کے لئے ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے ایک حد ہے اور ایک مطلع ہے۔

ان مراتب سے ہر مرتبہ کے لئے رجال ہیں اور ان گروہوں سے ہر طائفہ کے لئے ایک قطب ہے اور اس قطب پر اس کشف کے فلک کا دورہ ہے۔

مردانِ خدا کی تقسیم

میں غرناطہ میں اہلِ اغہ سے اپنے شیخ ابی محمد عبداللہ شکانہ کی خدمت میں ۵۹۵ھ میں حاضر ہوا، اس طریق میں جن حضرات سے میری ملاقات ہوئی وہ ان میں بہت بڑے آدمی تھے میں نے اس طریق میں ان کی مثل اجتہا میں کسی کو نہیں دیکھا۔ انھوں نے مجھے فرمایا! رجال چار قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ — جنہوں نے اپنا وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا تھا سچ کر دکھایا۔ سورہ احزاب آیت ۲۳

اور یہ رجال ظاہر ہیں۔

۲۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ — ایسے لوگ جنہیں کوئی سودا اور خرید و فروخت ذکرِ الٰہی سے نہ روکے۔ سورہ نور آیت ۳۶

۳۔ یہ رجال باطن ہیں حق تعالیٰ کے جلیس ہیں اور ان کے مشورے رہتے ہے۔

رجالِ اعراف اور یہ رجال حد ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ — اور ایک پردے پر آدمی

سورہ اعراف آیت ۴۶

یہ لوگ سونگھنے والے تمیز کرنے والے اور اوصاف سے الگ تھلگ ہوتے ہیں اور ان کے لئے کوئی صفت نہیں ان میں سے حضرت بایزید بسطامیؒ تھے۔

۴ یہ وہ رجال ہیں جنہیں حق تعالیٰ اپنی طرف بلاتا ہے تو جواب دینے کے لئے بغیر سواریوں کے تیزی سے اُس کی طرف آتے ہیں۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا اور لوگوں میں حج کے لئے ندا کریں کہ تیری طرف پاپیادہ چل کر آئیں
الحج آیت ۲۷

اور یہ رجال مُطلع ہیں۔

رِجالِ ظاہر کا تصرّف

پس رجالِ ظاہر وہ لوگ ہیں جن کے لئے عالمِ مُلک وشہادت میں تصرف ہے اور یہ وُہ لوگ ہیں جن کی طرف شیخ محمد بن قائد اوانی نے اشارہ کیا ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جسے شیخ عاقل ابوسعود بن شبل بغدادی نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اَدب کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔

مجھے ابوالبدر تماشکی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دیتے ہوئے کہا! محمد بن قائد آدانی ابی مسعود سے ملے تو انھوں نے کہا! ابی مسعود اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے اور آپ کے درمیان مملکت کو تقسیم کر دیا ہے آپ اس میں تصرف کیوں نہیں کرتے جیسا کہ میں کرتا ہوں!

ابی مسعود نے کہا! اے ابنِ قائد میں نے اپنا حصّہ تجھے دے دیا ہم نے اپنے لئے تصرّف کرنا حق تعالیٰ پر چھوڑ دیا ہے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا نہیں کوئی معبود مگر وہ تو اُس کو وکیل پکڑ۔
المزمل آیت ۹

تو میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کی اتباع کرتا ہوں۔

ابُو البدر نے مجھے کہا کہ مجھ سے ابُوسعود نے کہا! مجھے اُس کو چھوڑنے کے قول کی تاریخ سے پندرہ سال قبل سے عالم میں تصرّف کرنا عطا کیا گیا ہے اور مجھ پر اِس سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوئی۔

رجالِ باطن کا تصرّف

رہے رجالِ باطن! تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے عالم غیب و ملکوت میں متصرّف ہونا ہے یہ لوگ اپنی ہمتوں سے ارواحِ علویہ کو اتار لیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں تصرّف کرتے ہیں یعنی ارواحِ کواکب کو ملائکہ کی ارواح کو نہیں اتارا جا سکتا اور یہ امر مانع الٰہی قویٰ کے لئے ہے۔ جس کا اقتضاء فرشتوں کا قائم رہنا کرتا ہے اور جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حضرت جبریلؑ کے قول میں دیتے ہوئے فرمایا!

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ

ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے امر سے۔

مریم آیت ۶۴

تو اپنے پروردگار کے علم سے اترتا ہے اُس میں خاصیت موثّر نہیں ہوتی اور نہ اُسے اتارا جا سکتا ہے۔ ہاں! ارواحِ کواکب کو اسماء دبخورات، اور ان کی شکل سے اُتارا جا سکتا ہے کیونکہ یہ تنزّلِ معنوی ہے اور اُس کے لئے اِس میں خیالی صورتوں کا مشاہدہ ہوتا ہے، کیونکہ کواکب کی ذات کو آسمان سے اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا جا سکتا اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی شعاعوں کو عالم کون وفساد میں عارفوں کے نزدیک ان کے ساتھ عادت کی گئی تاثیرات کا ٹھکانہ بنایا ہے۔ جیسا کہ پانی پینے کے وقت پیاس کھانے کے وقت بھوک اور بارش اترنے کے ساتھ دخولِ فصل کے وقت دانے کی نباتات اور علیم حکیم

عزّوجلّ کا اُسے مصحفِ حکمت ودیعت کرنا تو اِن رجال کے لئے نازل شدہ کُتب، پاک صحیفوں اور تمام کلام باطن میں کھولا جاتا ہے، اور حروف و اسمار کی تنظیم اُن کی معانی کی جہت سے جو ان لوگوں کے علاوہ کے لئے نہیں ہوتی اختصاصِ الٰہی ہے۔

رجالِ حد کا تعارف

رہے رجالِ حد! تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے عالم ارواحِ ناریہ، عالم برزخ اور اور عالمِ جبروت میں تصرف کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جبر کے تحت ہے۔

کیا آپ اسے دُمدار ستاروں کے تسلط کے تحت مقہور نہیں دیکھتے اور یہ طائفہ وہ ہے جن میں سے شہاب ثاقب ہیں، چونکہ اُن کا قہر اپنی جنس کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ اِن رجال کے نزدیک رُوحوں کا اتارنا اور انہیں حاضر کرنا ہے۔ اور یہ رجالِ اعراف ہیں۔ جب کہ اعراف ایک دیوار ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ ہے، اُس دیوار کا باطن وہ ہے جس میں رحمت ہے اور اُس کا ظاہر وہ ہے جو اُس کا عذاب قبول کرتا ہے پس سعیدوں کے گھر اور شقیوں کے گھر کے درمیان اور دارِ رویت اور دارِ حجاب کے درمیان حد ہے۔

یہ رجال اُس دیوار کی معرفت کے ساتھ اسعد الناس ہیں اور اُن کے لئے ہر دو نقیضوں کے درمیان خطوطِ متوہمہ کا شہود ہے اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد کی مثل۔

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ۚ دونوں کے درمیان برزخ ہے دونوں بغاوت نہیں کرتے۔

الرحمن آیت ۲۰

چنانچہ یہ حد سے تجاوز نہیں کرتے اور یہ وہ رجالِ رحمت ہیں جو ہر چیز سے وسیع ہے پس اُن کے لئے ہر حضرت میں دخول و استشراف ہے۔

اور یہ اُن صفات کی معرفت رکھتے ہیں جن کے ساتھ موجوداتِ عقلیہ حسیہ سے ہر موجود کا اس کے غیر سے امتیاز واقع ہوتا ہے۔

رجالِ مطلع کا تعارف

رہے رجالِ مطلع! تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے اسمائے الٰہیہ میں تصرف کرنا ہے۔ پس یہ اس کے ساتھ اُن اسماء کو اُتارتے ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ چاہے اور یہ امر ان کے علاوہ دوسروں کے لئے نہیں اور یہ اس چیز کے ساتھ اس چیز کو اتار لیتے ہیں۔ جو رجالِ حد، رجالِ ظاہر اور رجالِ باطن تینوں کے زیرِ تصرف ہے۔ اور یہ رجالِ اعاظم اور اہلِ ملامت میں یہ ان کی مخفوت میں ہے اور ان پر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔

اِن میں سے ابو سعود وغیرہ ہیں پس ظہورِ عجز اور ترکِ عادات میں وہ اور تمام لوگ برابر ہیں۔ اور ان رجال میں ابو سعود کا امتیاز ہے بلکہ وہ ان میں بہت بڑے تھے۔ اور جو ہم نے بیان کیا ہے ابو البدر نے اُن سے بالمشافہ سنا ہے اُنہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رجال سے وہ بھی ہیں جو خاطر یعنی دل پر کلام کرتے ہیں اور وہ خاطر کے ساتھ نہیں ہوتا یعنی اسے اپنے ساتھی کا علم نہیں ہوتا اور نہ اس کے ساتھ تعریف کا قصد ہوتا ہے۔

جب عمر بزاز اور ابو البدر وغیرہ ہما نے ہمیں اس شیخ کے اوصاف بتلائے تو ہم نے اسے اس صنف عالی کے احوال سے جاری دیکھا، ابو البدر نے مجھے کہ وہ اکثر طور پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے اور میں نے یہ شعر ان کے سوا کسی سے نہیں سنا۔

وانبت لی مستنقع الموت رجله
وقال لها من دون أخمصك الحشر

اُس کا پاؤں موت کے چشمے میں ثابت ہے اور اُس کے لئے کہتا ہے
تیری ایڑی تلے حشر ہے۔

وہ کہتے ہیں پنجگانہ نماز انتظارِ موت کے سوا کچھ نہیں اور اس کلام کیلئے بڑا علم ہے ۔ اور کہا کرتے تھے مردِ خدا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوڑتے ہوئے پرندے کی طرح ہے ۔ جس کا مُنہ مشغول اور پاؤں دوڑ رہا ہے ۔ اور یہ تمام اللہ کے ساتھ رجال کے بہت بڑے حالات ہیں ۔ کیونکہ رجال میں سے بڑا آدمی وہ ہے جو ہر مقام کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جس کا وہ مستحق ہو، اور ممکن نہیں کہ محقق اس دنیا کے مقام سے وہ معاملہ کرے جس کا ذکر اُس شیخ نے کیا ہے۔

جب اس دار یعنی دنیا میں کسی شخص سے اس معاملہ کے خلاف ظاہر ہوتا ہے تو علم ہو جاتا ہے کہ پھر وہ اور ذات ہوگی اور لازماً وہ مامور ہوگی جس کے ساتھ اُس سے ظاہر ہوا اور وہ رسول اور انبیا علیہم السلام ہیں اور اُن کے بعض ورثاء کے لئے ایک وقت میں ایک امر ہوتا ہے اور وہ خفیہ تدبیر ہے کیونکہ یہ اُس مقامِ عبودیت سے علیحدہ ہوتا ہے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔

منزلوں کا راز

رہا منزل و منازل کا راز ؟ تو یہ حقائق اللہ تعالیٰ کا اپنے ماسوا تمام صورتوں میں تجلی کے ساتھ ظہور ہے اگر ہر چیز کے لئے اُس کی تجلی نہ ہوتی تو اُس چیز کا چیز نہ ہونا ظاہر نہ ہوتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے !

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ — جو چیز ہم کرنا چاہتے ہیں اُسے ہم کہتے ہیں ہو جا۔

النحل آیت ۴۰

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد فرمانا ہے، یعنی جب ہم اُس کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ اُس چیز کے پیدا کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی توجہ ہے۔ پھر فرمایا "اَنْ نَقُوْلَ لَہٗ کُنْ"، یعنی اُس کے لئے کہتے ہیں ہو جا تو حق تعالیٰ کے خطاب کو اُس چیز کے نفس کا سن لینا اُس چیز کا ہو جانا ہے۔ اور یہ متعدد منازل میں بمنزلہ ایک سریان کے ہے چنانچہ ان منازل میں ایک وجود کے ساتھ لا متناہی اعداد کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اور اگر اُس میں اُس کی عین کا وجود نہ ہوتا تو اعیانِ اعداد کا ظہور نہ ہوتا اور نہ اُن کے لئے اسم ہوتا۔

اگر اس منزلت میں واحد یعنی ایک اس اسم کے ساتھ ظاہر ہوتا اس عدد کے عین ظاہر نہ ہوتی اور اُس کی عین اُس کا اِسم کبھی ایک ساتھ جمع نہ ہوتے اور لا متناہی تک ایک، دو، تین، چار، پانچ کہا جاتا اور جو معین عدد سے واحد یعنی ایک کو ساقط کرتا ہے۔ اُس عدد کا اِسم زائل ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی حقیقت زائل ہو جاتی ہے۔

ایک ہی حفاظت کرتا ہے۔

واحد اعیانِ اعداد کے وجود کو تحفظ دیتا ہے۔ اور اپنے اسم کے ساتھ اُسے معدوم کرتا ہے۔ ایسے ہی جب آپ قدیم کہیں گے تو حادث فنا ہو جائے گا اور جب آپ اللہ کہیں گے تو عالم فنا ہو جائے گا۔ اور جب آپ خیال کریں گے کہ عالم اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے ہے۔ تو عالم کا وجود نہ ہوگا اور وہ فنا ہو جائے گا اور جب اللہ تعالیٰ کی حفاظت عالم میں ساری ہوگی تو عالم باقی اور موجود ہوگا۔

پس اُس کے ظہور اور تجلی کے ساتھ عالم کی بقا ہے اور اسی پر سہارے بعنا

کا طریقہ ہے اور یہی طریقہ نبوت ہے اور متکلمین اشاعرہ بھی اسی پر ہیں اور وہ الرحمن کی ذات کے لئے الدوام کے قائل ہیں۔ اور اس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف عالم کی اپنی بقا کے لیے ہر سانس میں محتاجی درست ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ علی الدوام ہمیشہ خالق ہے۔

اِن کے علاوہ جو اہلِ نظر میں سے ہیں اُن کے لیئے یہ مقام درست نہیں اور علمائے رسوم میں سے اہلِ نظر کی ایک جماعت نے مجھے خبر دی ہے کہ حکماء کے ایک طائفہ کو اِس امر کی واقفیت حاصل ہے۔ اور اُس نے ابنِ سید بطلیوسی کی کتاب میں اُس کا یہ مذہب دیکھا ہے جو اُس نے اِس فن پر تالیف کی ہے۔

وَاللہُ یقُولُ الحق وھو یھدی السبیل

الحمد للہ چھبیسویں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھبیسواں باب

اقطاب رموز کی معرفت اور طریق میں اُن کے اسرار و علوم کی تلویحات کا بیان

ألا ان الرموز دليل صدق	على المعنى المغيب فى الفؤاد
وان العالمين له رموز	والغاز ليدعى بالعباد
ولولا اللغز كان القول كفرا	وادّى العالمين الى العناد
فهم بالرمز قد حسبوا افعالوا	ماهراق الدماء وبالفساد
فكيف بنالو أن الامر يبدو	بلاستر يكون له استنادى
لقام بنا الشقاء هنا يقينا	وعند البعث فى يوم التنادى
ولكن الغفور أقام سترا	ليسعد با على رغم الاعادى

خبردار دلوں میں مخفی معنوں پر رموزِ دلیل صداقت ہیں۔

بے شک عالمین کے لئے رموز اور رغاز ہیں تاکہ بندوں کی دعوت دی جائے

اگر رغاز نہ ہوتا تو بات کفر ہوتی اور عالمین عناد کی طرف لوٹ جاتے۔

پس وہ رمز کے ساتھ گمان کرتے ہیں اور خون ریزی اور فساد کرنے کے لئے کہتے ہیں۔

ہمارے ساتھ کیسی بیتے گی کہ وہ امر ظاہر اور بے پردہ ہو گیا جس کے لئے سند ہوگی۔

ہمارے ساتھ یقیناً یہاں اور قیامت کے دن حشر کے وقت شقاوت اور بدبختی قائم ہو جاتی۔

ولیکن بخشنے والے نے پردہ کھڑا کر دیا تاکہ دشمن کے بالعکس ہمیں سعادت نصیب کرے۔

اللہ تعالیٰ کی مثالیں

اے مخلص دوست اللہ تعالیٰ آپ کی روح القدس سے مدد فرمائے جاننا چاہیئے اور آپ کو فہم عطا فرمائے کہ رموز اور غاز اس کی ذات کے لئے مراد نہیں اور مراد وہ ہے جس کے لئے رمز ہوتی ہے۔ اور جس میں معمہ ہوتا ہے۔ اور یہ قرآن مجید کے مقامات اور معتبر آیات سے ہیں۔ اور اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں آگاہ فرمایا ہے!

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ — ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں۔

سورہ حشر آیت ۲۱

پس امثال اپنی ذات کے لئے مطلوب نہیں اور یہ اس لیے آتی ہیں تاکہ اس سے اس امر کا علم ہو جائے جس کے لئے اس کی ضرب اور نصب ہے۔

جیساکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً

اس نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے اپنی سمائی کے مطابق پانی لے کر بہہ نکلے تو پانی کی سطح ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی اور جن چیزوں کو زیور یا دوسرا سامان بنانے کے لئے آگ میں دہکاتے ہیں ان سے بھی ایسے جھاگ اٹھتے اسی طرح اللہ حق اور

باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ پس میل کچیل کا جھاگ مٹ جاتا ہے۔

سورۃ الرعد آیت ۱۷

تو اُس جھاگ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے باطل کی طرح مقرر فرمایا جیسا کہ فرمایا!

"وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ" یعنی باطل مٹ جانے والا ہے پھر فرمایا!

وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ ط

جس میں انسان کا نفع ہے وہ زمین میں ٹھہری ہوئی ہے۔

الرعد آیت ۱۷

تو اس کی مثال حق کے لئے دی ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ مثالیں بیان فرماتے ہیں اور فرمایا!

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ

تو اے بصیرت والو اس سے عبرت حاصل کرو۔

الحشر آیت ۲

اِشاروں کی زبان

یعنی استعجاب و مسرت سے گزرتے ہوئے اُس کی طرف عبور کرو جس کا اس تعریف کے ساتھ ارادہ کیا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ

بے شک اس میں اہل البصار کے لئے عبرت ہے۔

آل عمران آیت ۱۳

وادی کو عبور کرنا اس وقت ہے جب گذر جاؤ ایسے ہی اشارہ ایماء ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ذکریا علیہ السلام کو فرمایا!

اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ط

لوگوں سے تین دن گفتگو نہ کریں مگر

یعنی اشارے سے کلام کریں اور ایسے ہی حضرت مریم علیہا السلام کے قصّہ میں آیا ہے " فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ "، یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف اشارہ کر دیا جب انھوں نے رحمان کے لئے خاموش رہنے کی منت مانی تھی۔

یہ علم بڑے لوگوں کا ہے۔

اِس علم کے لئے بڑے بڑے عالی رجال ہوتے ہیں اُن کے اسرار سے ازل و ابد کا راز، حال و خیال، رؤیا و برازخ اور ان کی مثل نسبتِ الٰہیہ کا علم ہے اور ان کے علوم سے حروف و اسماء کے خواص کا جاننا اور عالِمِ طبعی کی ہر چیز سے مرکب و مفرد کے خواص کا علم ہے۔ اور یہ طبیعتِ مجہولہ ہے۔

ازل کیا ہے؟

رہا رازِ ازل کا علم؟ تو جاننا چاہیئے کہ ازل نفیٔ اولیت سے عبارت ہے۔ جس کے لئے وہ اس کے ساتھ موصوف ہے۔ اور وہ وصف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے اُس کے الٰہ ہونے سے ہے۔ اور جب اللہ تبارک و تعالیٰ کے الٰہ ہونے کی بنا پر اُس سے اولیت کی نفی ہو گی تو وہ متکلم ہونے کی وجہ سے اس پر اسم کے ساتھ ازل سے ہے جس کے ساتھ اُس کی ذات موسوم ہے۔

پس وہ عالِم حی، مرید، قادر، سمیع، بصیر، متکلم، خالق، باری، مصوّر اور ملک ہے۔ اور ہمیشہ ان ناموں سے موسوم ہے۔ اور اُس سے اولیت کی قید کی نفی ہو گئی۔ تو سننے والے کا سننا اور دیکھنے والے کا دیکھنا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اعیانِ مشہودات ہم سے ہیں اور مبصرات معدوم غیر موجود ہیں اور وہ انہیں ازل سے دیکھتا ہے۔ جیسا کہ انہیں ازل سے جانتا ہے۔ اور ان کی تمیز و تفصیل ازل سے کرتا ہے۔ اور ان کے لئے وجودِ نفسی عینی میں عین نہیں بلکہ یہ مرتبۂ امکان میں اعیانِ ثابتہ ہیں۔

پس امکانیت ان کے لئے ازل سے جدید۔ اگر ان کے لئے یہ حال ہے اور ابد ان کی ذات کے لئے ہرگز واجب نہیں ہو گا۔

پھر ممکن کی طرف لوٹ آئے اور محال نہ تھے پھر ممکنہ کی طرف لوٹ آئے بلکہ وجودِ ذاتی کا وجوب اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ازلی ہے۔ ایسے ہی عالم کے لیے وجوبِ امکان ازلی ہے۔

ممکن معدوم ہو یا موجود ممکن ہے

پس اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اسماء کے مرتبہ میں تعریف و توصیف کیا گیا ہے۔ پس نسبتِ اول اس کے عین نسبتِ آخر اور ظاہر باطن ہے۔ اور نہیں کہتے کہ نسبتِ اول ایسے ہے۔ اور نہ نسبتِ آخر کے ساتھ کہا جائے گا۔ کیونکہ ممکن اپنے وجود میں واجب الوجود کے ساتھ مربوط ہے اور وجود میں اس کے عدم کا ارتباط اس کی محتاجی کی طرف ہے۔ کیونکہ اسے وجود دیا گیا تو وہ ہمیشہ اپنے امکان میں تھا اور اگر وہ معدوم تھا تو ہمیشہ اپنے امکان سے تھا۔

جیسا کہ ممکن پر اس کے عین کی وجود میں معدوم ہونے کے بعد اسے امکان سے زائل کرنے کی صفت داخل نہیں جو اس کی ذات کے لئے اس کے وجود کے وجوب کو زائل کر دے پس حق کا شعور نہیں ہوتا مگر اسی طرح اور نہ ممکن کا شعور کیا جا سکتا ہے۔

مگر اسی طرح اگر آپ نے اسے سمجھ لیا ہے تو آپ حدوث کے معنی اور قدم کے معنی جان لیں گے بعد ازاں جو چاہیں کہیں۔

اوّلیت و آخر کا مفہوم

عالم کی اولیت اور اس کی آخریت اضافی امر ہے۔ اگرچہ اس کے لئے آخر ہے۔ رہا وجود میں تو ارباب کشف کے نزدیک اس کے لئے ہر زمانے میں آخر فرد اور انتہا ہے۔ اور حسبانیہ نے اس پر موافقت کی ہے۔ جیساکہ اشارہ نے موافقت کی ہے۔ کہ عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتا۔

اوّل عالم سے اس نسبت کے ساتھ ہے۔ جو اس کے اوپر تعلیق ہوا۔ اور آخر عالم سے اس نسبت کے ساتھ ہے۔ جو اس سے پہلے پیدا ہوا ایسے ہی اول و آخر اور ظاہر و باطن کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسم کی معقولیت ہے۔

عالم متعدد ہیں اور حق تعالیٰ واحد ہے اور متعدد نہیں اور ہمارے لئے اس کا اول ہونا درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے مرتبے کی ہمارے مرتبے سے مناسبت نہیں اور ہمارا مرتبہ اس کی اولیت کو قبول نہیں کرتا۔ اور اگر ہمارا مرتبہ اس کی اولیت کو قبول کر لے تو ہم پر اسم اوّل محال کے لئے ہوگا۔ بلکہ ہم پر اس کی اولیت کے لئے اسم ثانی کا اطلاق ہوگا۔ اور ہم اس اللہ تبارک و تعالیٰ کے ثانی نہیں ہیں تو وہ ہمارے لئے اوّل نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس کی اولیت عین اس کی آخریت عیناً ہے اور اس کا ادراک زبردست مشکل ہے۔ جس شخص کو ان علوم الٰہیہ کے ساتھ انس نہیں جو نظر اور تجلی کے ساتھ عطا ہوتے ہیں۔ اس کا تصور اس بات کو جاننے سے

معذور اور قاصر ہے۔

ابو سعید خزاز نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو اجتماعِ ضدین کرنے سے پہچانا ہے پھر پڑھا!

ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ

ہم نے آپ کو رازِ ازل کے بارے میں بتا دیا ہے کہ وہ سلبی تعریف ہے، رہا رازِ ابد؟ تو وہ آخریت کی نفی ہے۔ کیونکہ جنت اور اس میں قیام نہایت کیلئے ہے۔ ایسے ہی اولیت موجوداتِ زمانیہ کی ترتیب کی نسبت کے ساتھ معقول موجود ہے۔

چنانچہ عالم اس اعتبارِ الٰہی کے ساتھ ہے اس میں اوّل وآخر نہیں کہا جائے گا اور دوسرے اعتبار کے ساتھ وہ دو مختلف نسبتوں کے ساتھ اول وآخر ہے۔ اور حق تبارک وتعالیٰ پر اس اطلاق کے بارے میں علماء باللہ کے نزدیک اختلاف پایا جاتا ہے۔

حال کا راز

رہا حال کا راز؟ تو وہ دائمیت ہے۔ اور اس کے لئے اوّل وآخر نہیں اور وہ ہر موجود کا وجودِ عین ہے، پس ہم نے آپ کو اُن بعض اسرار ورموز سے آگاہ کر دیا ہے۔ جنہیں رجال جانتے ہیں۔ اور بہت سے اسرار ورموز سے خاموشی اختیار کر لی ہے۔ کیونکہ اس کا دروازہ وسیع ہے۔ اور علم رؤیا برزخ اور نسبتِ الٰہیہ اسی قبیل سے ہے اور اس میں گفتگو کرنا باعثِ طوالت ہے۔

حروف و اسماء کی تاثیر

رہے حروف و اسماء میں ان رجال کے علوم ؟ تو جاننا چاہیئے کہ حروف کے لئے خواص ہیں۔ اور یہ تین اقسام پر ہیں ان میں سے حروفِ رقمیہ، لفظیہ اور مستحضرہ ہیں۔ مستحضرہ کے معنی وہ حروف ہیں جنہیں انسان اپنے وہم اور تخیل و تصور میں موجود کرتا ہے۔

اگر حروفِ رقمیہ یا حروفِ لفظیہ کو حاضر کرتا ہے تو وہاں حروف کے لئے دوسرا مرتبہ ہے۔ چنانچہ موجود کئے گئے الفاظ کے ساتھ وہ وہی کرے گا جو کتابت و تلفظ کیئے گئے حروف کے ساتھ کرتا ہے۔

رہے حروفِ تلفظ یعنی لفظی حروف ؟ تو یہ اسماء کے علاوہ کچھ نہیں ہوتے اور یہ اسماء کے خواص ہیں۔

رہے حروفِ مرقومہ یعنی تحریر کئے گئے حروف ؟ تو ان کے لئے اسماء نہیں ہوتے۔

اس عالم کے اصحاب میں حروفِ واحد کا اختلاف ہے۔ کہ آیا وہ کام کرتا ہے یا نہیں ؟ تو میں نے ان میں سے ان لوگوں کو دیکھا جو اس سے منع کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں۔

جب میں نے ان کے ساتھ اس مثل میں غور کیا تو انہیں اس میں ان کی اس غلطی پر آگاہ کیا جس کی طرف وہ گئے تھے۔ اور جو اس سے درست تھا۔ اور جو نقص تھا انہیں بتایا اور غلط اور درست مقام کی نشاندہی کی تو انھوں نے اعتراف کیا جیسا کہ دوسروں نے اعتراف کیا تھا۔

ورنہ حرفوں کی تاثیر بتاتا

میں نے اُن دونوں گروہوں کے لئے وہی کہا جس پر تمہیں مطلع کیا اور جو ہم نے تمہارے لئے بیان کیا اِس میں تم تجربہ کرو اُن لوگوں نے اس میں تجربہ کیا تو وہی اَمر پایا جس کا ہم نے ذِکر کیا تھا۔ تو وہ اس کے ساتھ خوش ہوئے۔

اگر میں نے اپنے آپ کے ساتھ مضبوط عہد نہ کیا ہوتا کہ میں حرف کی تاثیر ظاہر نہ کروں گا تو وہ اِس سے عجائبات کو دیکھتے۔

حرف کی تاثیر کب ظاہر ہوتی ہے؟

جاننا چاہیئے کہ حرفِ واحد یعنی اکیلا حرف خواہ مرقومہ ہو یا ملفوظہ برابر ہے۔ جب قاصد اس کے ساتھ عمل کے لئے رقم یا لفظ کی صُورت میں اُسے اپنے خیال میں حاضر نہیں کرتا تو وہ صرف عمل نہیں کرتا اور جب اُس کے ساتھ موجود ہوتا ہے تو عمل کرتا ہے۔ کیونکہ موجود ہونے والے حرف کا مرکب بولنے یا لکھنے سے ہوتا ہے۔ اور اکیلے حرف کے ساتھ موجود کرنے کی صُورت دونوں گروہوں سے غائب ہے۔

چنانچہ اکیلے حرف کے ساتھ دراثے عمل موجودگی کا اتّفاق ہُوا اور وہ موجودگی سے غافل رہا تو اُس نے عمل کی نسبت اکیلے حرف کے لئے کردی اور جیسے اکیلے حرف کے ساتھ تلفظ یا رقم کا حرف کی موجودگی کے بغیر اتفاق ہُوا اور اُس حرف نے کسی چیز کا عملی اثر ظاہر نہ کیا تو اُس شخص نے اِس سے رد کر دیا یعنی یہ حرف بے تاثیر ہے۔ اور ان میں سے کسی نے

بھی استحضار یعنی موجود ہونے کے معنی پر غور نہ کیا۔

یہ حروفِ مرکبہ مثال ہیں۔ جیسا کہ دو داؤ وغیرہ تھا پس جب ہم نے انہیں اس مثل پر خبردار کیا تو انہوں نے اس کا تجزیہ کیا اور اُسے درست پایا اور یہ عقلاً اور شرعاً علمِ ممقوت ہے۔

یہ علم اولیاء اللہ کا ہے

حروفِ نفطیہ کے لئے عمل میں کئی مرتبے ہیں اور بعض حروف بعض سے عملاً عام ہیں۔ پس داؤ عملاً حروفِ عام سے ہے کیونکہ اس میں تمام حروف کی قوت ہے اور ہاء حروف سے عملاً بہت چھوٹی ہے اور جو حروف سے ان دونوں کے درمیان ہے وہ اُن مراتب کے اعتبار سے عمل کرتا ہے۔ جو ہم نے کتاب "البادی والغایات" میں مقرر کئے ہیں۔ جس میں آیات کے عجائبات سے حروفِ معجم اُسے شامل ہیں۔

اس علم کا نام علم اولیاء ہے اور اس کے ساتھ کائنات کے اعیان کا ظہور ہوتا ہے۔ کہ آپ نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ارشاد "کُنْ فَیَکُوْنُ" میں آگاہ کیا ہے۔

ظہورِ کائنات حرفوں سے ہے۔

کائنات کا ظہور حروف سے ہے۔ اور اسی سے یہاں ترمذی نے اسے علم اولیاء قرار دیا ہے۔ اسی سے الیلے حرف کے ساتھ عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اقتدارِ الٰہی کے باوجود استعمال کئے ایک حرف غیبی اور دو ظاہر۔

جب کائن یعنی پیدا ہونے والا ایک ہو تو کاف اور نون کہا جاتا ہے اور اگر ایک پر زیادہ کرنا ہو تو تین حرف ظاہر ہوتے ہیں۔ تو یہ ان رجال کے علوم ہیں جن کا ذکر اس باب میں کیا گیا اس علم کے بہت سے جاننے والوں نے جدول بنائے ہیں۔ اور ان میں غلطی کی ہے جو درست نہیں۔

میں نہیں جانتا کہ انھوں نے یہ عمل قصداً کیا ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو اندھیرے میں چھوڑ دیا یا انھیں واقفیت نہ تھی کہ بتا آخر اس میں متقدم کے طریقے پر چلتا رہا اور اسی کے ساتھ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد اور دوسروں نے کہا ہے اور یہ وہ جدول ہے جو حروف کے طبائع کے بارے میں ہے۔

گرم	سرد	خشک	تر
ا	ب	ج	د
ھ	و	ز	ح
ط	ی	ک	ل
م	ن	س	ع
ف	ص	ق	ر
ش	ت	ث	خ
ذ	ض	ظ	غ

گرم سرد اور خشک و تر حروف

ان میں سے ہر وہ حرف جو چار یعنی گرم کے جدول میں واقع ہے۔ وہ گرم ہے

اور جو بارد یعنی سرد کے جدول میں واقع ہے وہ سرد ہے اور ایسے ہی خشکی اور تری کا معاملہ ہے اور میں نے ہر عمل میں اس ترتیب کو درست نہیں دیکھا بلکہ اتفاق کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اعداد و وفق ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ ان میں سے ایک خاصیت ان کے حروف ہونے سے نہیں بلکہ ان کے لئے خاصیت ان کی اشکال ہونے سے ہے پس جب اشکال کی ذوات ہوں گی شکل کی خاصیت ہوگی۔ اس لئے قلموں کے اختلاف سے ان کا عمل مختلف ہو جاتا ہے۔

حروفِ تحریر زائل ہو سکتے ہیں

یہ حروفِ رقمیہ؟ تو ان کی شکل آنکھ کے ساتھ محسوس کی جاتی ہے جب اُن کی ذوات اور اُن کی ارواح کی صحبت اور اُن کی حیاتِ ذاتیہ پائی جائے چنانچہ حرف کی خاصیت اُس کی شکل اور اس کی روح کے ساتھ اُس کی ترکیب کے ساتھ ہوگی ایسے ہی شکل دو یا تین یا زیادہ حرفوں سے مرکب ہوتی ہے شکل کے لئے دوسری روح ہوتی ہے اور وہ روح نہیں ہوتی۔ جو حرف کے لئے اُس کی انفرادیت پر ہوتی ہے۔

کیونکہ یہ روح چلی جاتی ہے اور اُس کے ساتھ حرف کی زندگی باقی رہتی ہے اس لئے وہ ایک شکل کو سوائے ایک روح کے تدبیر نہیں کرتا اور حرفِ واحد کی یہ روح روحوں کے ساتھ برزخ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شکل کی موت اُس کے زائل ہونے اور مٹ جانے سے ہوتی ہے اور یہ وہ دوسری شکل ہے جو دو یا تین حرفوں سے مرکب ہو یا وہ حرفِ اول کی عین نہ ہو اور وہ جو مرکب نہ ہو کیونکہ عمر زائد عین نہیں اگرچہ اُس کی مثل ہے۔

حروفِ لفظی زائل نہیں ہوتے

رہے حروفِ لفظیہ؟ تو یہ ہوا میں شکل ہو جاتے ہیں اس لئے وہ اس صورت پر سماعت کے ساتھ متصل ہوتے ہیں جس صورت کے ساتھ متکلم کا نطق ہوتا ہے چنانچہ جب یہ ہوا میں شکل ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ رُوحیں قائم ہو جاتی ہیں۔ اور ان حروف کو ہوا زائل نہیں کرتی۔ اور ان پر ان کی شکلیں ٹھہرائے رکھتی ہے۔

اگرچہ ان کا عمل ختم ہو جائے کیونکہ ان کا عمل اُس وقت ہوتا ہے جب پہلے ہوا میں شکل ہوں بعد ازاں یہ تمام اُمتوں کے ساتھ ملحق ہو جاتے ہیں تو ان کا، شغل اپنے رب کی تسبیح ہوتا ہے اور بلندی کی طرف چڑھتے ہیں۔ طیب کلمات اوپر چڑھتے ہیں اور کلمہ کی شکل میں عین وہی ہوتی ہے جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تسبیح پڑھنے والے کی ہوتی ہے۔ اور اگر کفریہ کلمہ ہو تو اس کا وبال اس متکلم پر لوٹ آتا ہے جس نے یہ کلمہ کہا نہ کہ ان حروف پر اس لئے شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے!

ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ ما لا یظن ان تبلغ ما بلغت یہوی بہا فی النار سبعین خریفا

بے شک انسان ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ اس کی بات وہاں تک پہنچے گی جہاں پہنچ گئی جس کے ساتھ وہ ستر سال جہنم میں چلا جاتا ہے۔

سزا متکلم کو ہے کلمات کو نہیں

عقوبت اور سزا لفظ کہنے والے کے لئے اس سبب کے ساتھ مقرر کی جاتی

ہے۔ اور یہ انہیں یعنی لفظوں کو پیش نہیں آتی۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا وہ کلام جو مضمون میں رقم ہوتا ہے اس کی تعظیم اور تمجید و تقدیس کی جاتی ہے اور اُسے اللہ تعالیٰ کی قربت کی جہت سے پڑھا جاتا ہے اور اس میں وہ تمام جو یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق میں کفر اور سب و شتم کیا ہے ان کفریہ کلمات کا وبال اس کے قائل پر لوٹتا ہے اس کے دروازہ پر کلمات باقی رہتے ہیں جو قیامت کے دن کہنے والوں کا عذاب یا اُن کی نعمتوں کے متولی ہوں گے۔

حروفِ لفظیہ زندہ رہتے ہیں

اِن حروفِ ہوائیہ لفظیہ کو حروفِ رقمیہ کے بالعکس اِن کے وجود کے بعد موت کا سامنا نہیں ہوتا کیونکہ حروفِ رقمیہ اور کلمیہ رقمیہ یعنی تحریر کردہ حروف و کلمات تغیر و زوال کو قبول کر لیتے ہیں اِس لئے یہ قبول کرنے کے محل میں ہیں اور اشکال لفظیہ ایسے محل میں ہیں جو اسے قبول نہیں کرتے اسی وجہ سے ان کے لئے بقا ہے۔

لیکن وہ تمام جو کلامِ عالم سے ملفوظ ہے اور اہلِ کشف اسے قائم صورتوں میں دیکھتے ہیں اور حروفِ مستحضرہ یعنی متصورہ حروف بھی ایسے ہی باقی ہیں کیونکہ اِن کی اشکال کا وجود برزخ میں ہے حس میں نہیں اور ان کا فعل تمام حروف سے زیادہ قوی ہے۔

حروف کی خاصیت کا ظہور

لیکن جب ان کے استحضار یعنی موجودگی کا تسلط مستحکم ہو جاتا ہے اور

اُس کے لئے مستحضر یعنی ذہن میں موجود لفظ کے لئے اتحاد ہو جاتے اور اس میں اس کے علاوہ کے لئے گنجائش نہ ہے - اور اُس کی جو خاصیت ہے اسے وہ جانتا ہو۔ یہاں تک کہ اُسے خیال میں موجود کرلے تو اس کے اثر کو دیکھے گا پس فعل کی یہ نسبت ہمت کے ساتھ ہوتی ہے اگرچہ اُسے نہ جانتا ہو یہاں تک کہ وُہ خیال جو اُسے عطا کیا گیا ہے کیونکہ وہ اس کے وجود میں واقع ہو جاتا ہے - اور اسے اِس کا علم نہیں ہوتا۔

ایسے ہی ہر مرتبہ میں تمام حروف کی شکلیں ہیں اور یہ خیال میں موجود کیے گئے حرف کے ساتھ جس کا اسے علم نہیں ہوتا ہمت اور صدق سے تعبیر ہوتی ہیں اور ایسے ہوتا نہیں ہے

اگرچہ خیال میں حاضر کئے گئے حرف کے لئے ہمت رُوح ہوتی ہے مگر متصوّر حرف کی عین شکل نہیں ہوتی اِس حضرت میں تمام لفظی اور تحریری حروف عام ہیں۔ جب آپ خواصِ اشکال کو جان لیں گے تو اس کے ساتھ علمی طور پر کتا بتاً یا تلفظاً فعل واقع ہوگا اور اگر انفعال کی ماہیت کے ساتھ ارتباط کا تعین نہیں ہوگا تو اُس کا علم نہیں ہوگا۔

قرآن مجید کی آیت کے اثرات

ہم نے ایک شخص کو قرآن مجید کی آیت پڑھتے دیکھا اور اُسے خبر نہ تھی تو اس نے دورانِ تلاوت میں عجیب وغریب اثر دیکھا وہ ایک ذہین آدمی تھا اُس نے جلد ہی تلاوت کی طرف رجوع کیا تاکہ اُس آیت کو دیکھے جس آیت کے ساتھ یہ اثر مختص تھا پس اُس نے پڑھنا شروع کیا اور نظر رکھی جب وُہ اُس آیت پر پہنچا جس کا یہ اثر تھا تو اس کے فعل کو دیکھ کر آگے گزر گیا تو اس

اثر کو نہ پایا پھر واپس لوٹ کر اُس آیت کو بار بار پڑھا یہاں تک کہ اُسے متحقق ہو گیا اور اُس نے اِس کے انفعال و تاثیر کو اخذ کر لیا اور جب کبھی اِس انفعال کو دیکھنے کا ارادہ کرتا ہے اِس آیت کی تلاوت کرتا تو اُس کے لئے اُس کا اثر ظاہر ہوتا۔

اور یہ علم فی نفسہٖ عجیب ہے مگر اِس سے سلامت رہنا عزیز ہے چنانچہ اِس کی طلب کو ترک کرنا اُولیٰ ہے کیونکہ یہ وہ علم ہے جس کے ساتھ منجملۂ اولیاء اللہ کا اختصاص ہے۔

اگرچہ اِس علم میں سے بہت کم دُوسرے لوگوں کے پاس بھی ہے لیکن وہ صالحین کے علاوہ طریق سے حاصل کرتے ہیں اِس لئے عوام الناس میں جس کے پاس یہ علم ہوتا ہے وہ شقی اور بدبخت ہوتا ہے اور سعادت مند نہیں ہوتا اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عُلماء باللہ کے زمرہ سے کرے اور اللہ ہی حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

الحمد للہ چھبیسویں باب کا ترجمہ ختم ہوا۔

صاھر حسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستائیسواں باب

" مَنْ فَقَدْ نَوَيْتُ وِصَالَكَ " کے اقطاب کی معرفت کا بیان یہ منزل عالم نورانی سے ہے "

ولولا النور ما اتصلت عيون	بعين المبصرات ولا رأتها
ولولا الحق ما اتصلت عقول	باعيان الامور فادركتها
اذا سئلت عقول عن ذوات	تعد مغايرات أنكرتها
وقالت ما علمنا غير ذات	تمد ذوات خلق أظهرتها
هي المعنى ونحن لها حروف	فهما عينت أمرا عنتها

اور اگر روشنی نہ ہوتی تو آنکھیں دیکھنے والوں کی عین سے متصل نہ ہوتیں اور نہ اُسے دیکھ پاتیں۔

اور اگر حق نہ ہوتا تو اُمور کے اعیان کے ساتھ عقلیں متصل نہ ہوتیں کہ اُن کا ادراک کرسکیں۔

جب عقلوں سے ذوات کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنھوں نے ذوات کو مغائرات میں شمار کرکے انکار کردیا۔

اور کہا ہمیں اُس ذات کے علاوہ کا علم نہیں جو مخلوق کی ذوات کی مددگار اور اُنہیں ظاہر کرنے والی ہے۔

یہ معنی ہیں اور ہم اُس کے حروف ہیں پس متعین امر اُن کی تکلیف کا باعث ہے۔

لہ : نماز پڑھ بےشک میں نے محبت کی تیرے وصال کی یا یہ کہ وصال طلب کر میں نے تیرے وصال کی نیت کی ہے

عشق اوّل در دلِ معشوق کی مثال

اے محبوبِ دوست اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی عنایت کے ساتھ آپ کی قدر فرمائے جاننا چاہیئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ — عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے اللہ محبّت کرتا ہے اور وہ اُس سے محبّت کرتے ہیں۔

المائدہ آیت ۵۴

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کی محبّت پر اپنی محبّت کو مقدّم رکھا اور فرمایا!

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ — میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارے تو وہ میری اطاعت کریں

البقرہ آیت ۱۸۶

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری دُعا کے قبول ہونے کو مقدم رکھا ہماری دُعا کی قبولیت پر جب ہم دعا کریں اور جب وہ ہمیں بلائے اور قبولیت بندہ دل سے مقرّر کی اس لئے کہ وہ اجابت سے زیادہ پہنچی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کو قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں جب وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے اُس کی طرف دُعا کرے اور یہ امور خواہش، نفس، شیطان اور دنیا ہیں اس لئے قبول کرنے کا حُکم دیا، کیونکہ استفعال کا صیغہ مبالغہ میں افعال کے صیغہ سے زیادہ سخت ہے" اور استخراج سے اخراج کہاں ہے۔

خدا مدد کرتا ہے مدد مانگتا نہیں

یہی وجہ ہے کہ کائنات اپنے افعال میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد طلب کرتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ پر محال ہے کہ وہ مخلوق سے مدد طلب کرے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری تعلیم کے لئے اس باب سے ہمیں فرمایا کہ ہم! "وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کہیں یعنی ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

چنانچہ اس باب میں کہا! "صَلِّ فَقَدْ نَوَیْتُ وِصَالَکَ"۔ یعنی نماز پڑھو میں نے تیرے وصال کی نیت کی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارادات کو مقدم کیا گیا تو فرمایا صَلِّ، جب تو وصل میں تعمیل کرے گا تو یہ تیرے ساتھ عین اس کا وصل ہے۔ اس لئے اُسے عمل کی بجائے نیت قرار دیا اور فرمایا! فقد نویت

خُدا بندے سے بڑھ کر قریب ہوتا ہے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے!

یقُولُ اللّٰہُ تَعَالیٰ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ ذِرَاعًا الحدیث۔ — اللہ تبارک نے فرمایا! جو شخص میری طرف ایک بالشت آتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں

اس مخصوص قرب کا مرجع اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف اعمال واحوال سے تقرب حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ عام قرب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ — اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ق آیت ۱۶

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ — اور ہم تو تمہاری جان سے بھی زیادہ قریب ہیں مگر تم جانتے نہیں ۔

الواقعہ آیت ۸۵

پس قُرب کو ہاتھ سے تشبیہہ دے کر دُوگنا کر دیا کیونکہ ہاتھ بالشت سے دُوگنا ہوتا ہے ۔ یعنی اُس کا فرمان ہے حق اور یہ قرب ہے پھر اُس کی طرف بالِشت کی قُربت ہے تو تجھ پر ظاہر ہوگا کہ تُو نے اُس کی طرف قُربت حاصل نہیں کی مگر اُس کے ساتھ کیونکہ اگر وہ تجھے نہ بلاتا اور تیرے لئے قُربت کا راستہ بیان نہ کرتا اور اس میں تیری پیشانی کو اخذ نہ کرتا تو تیرے لئے ممکن نہ تھا کہ تو اُس راستے کو جان لیتا جس سے اُس کی قُربت حاصل ہوئی ہے اور اگر جان بھی لیتا تو تیرے لئے طاقت اور قوت نہ تھی مگر اس کے ساتھ

چُونکہ تقرب سلوک اور اس کی طرف سفر کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اس لئے نُور کی صفت میں سے ہے کہ اُس کے ساتھ راستہ دیکھا جا سکے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے !

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط — وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تا کہ تم اُن سے خشکی اور تری کی اندھیریوں میں راستہ پاؤ

الانعام آیت ۹۷

بَر یعنی خشکی کا سلوک ظاہری ہے جو اعمال بدنیہ کے ساتھ تعلق رکھتا اور بحر یعنی تری کا سلوک باطنی معنوی ہے جس کا تعلق اعمالِ نفسیہ سے ہے ۔

یہ معارف اکتسابی ہیں

اِس باب کے اصحاب کے معارف وہبی نہیں اکتسابی ہیں اور اُن کا کھانا

اُن کے قدموں کے نیچے ہے یعنی اُن کے لئے اُن کے کسب سے حاصل ہوتا ہے اور
اس کے اصُول میں ان کا اجتہاد ہے اور اگر اُن کے لئے حق تعالیٰ کا ارادہ نہ ہوتا تو
انہیں توفیق نہ ہوتی اور نہ وہ عمل کر سکتے جب انھیں معنیٰ کے ساتھ دُور ہٹایا اور انھیں
امر کے ساتھ بلایا تو اُنہیں اُس اسباب کے استعمال سے جسے انھوں نے حضرتِ قرب
سے وصُول کا طریق مقرر کیا اُس کے وصول سے محروم کردیا۔ اور اس کے لئے انھیں
بشارت دیتے ہوئے فرمایا! "صَلِّ فَقَدْ نُوِيْتُ وِصَالِكْ"

نماز میں منزلیں ہیں

اُن کے لئے عنایت سبقت لے گئی تو وہ چلنے لگے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں
اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز میں جُوتے پہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ بیٹھنے والا جوتا نہیں
پہنتا اور بے شک یہ چلنے والے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس میں دلیل یہ ہے کہ نماز
پڑھنے والا اپنی نماز میں اور اُن آیات میں اپنے پروردگار کی مناجات میں جن میں وُہ
منزل منزل مناجات کرتا ہے ہر آیت منزل اور حال ہے اور اُن کے لئے فرمایا!

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ — اے اولادِ آدم ہر نماز کے وقت خود کو آراستہ کرو۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہمیں جوتوں سمیت نماز
پڑھنے کا حکم ہوا تو یہ نماز پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبردار کیا گیا ہے کہ
وہ اپنی نماز میں قرآن مجید کی سورتوں سے جو تلاوت کرتا ہے منزلوں کی طرف چلتا
ہے کیونکہ لغت میں ان سورتوں کا نام منازل ہے نابغہ نے کہا ہے!

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَعْطَاكَ سُورَةً
تَرَى كُلَّ مَلْكٍ دُونَهَا يَتَذَبْذَبُ

حضرت موسیٰ کا نعلین اُتارنا

سورت سے مراد منزلت ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا! "اخلع نعلیک" یعنی اپنی نعلین اتار دیں آپ اپنی منزل کو پہنچ گئے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن سے بغیر واسطہ کے اور بغیر ترجمان کے کلام فرمایا اس لئے ہمارے لئے اس تعریف میں مصدر کے ساتھ تاکید فرمائی پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا!

وکلم اللہ موسیٰ تکلیما — اور اللہ نے موسیٰ سے خود کلام کیا۔

النسا آیت ۱۶۴

اور جو منزل تک پہنچ جاتا ہے وہ نعلین اُتار دیتا ہے۔ تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ جوتے سمیت نمازی کا کیا مرتبہ ہے اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ نماز میں مناجات کے کیا معنی ہیں۔ اور یہ اُس کلام کے معنی نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئے کیونکہ نمازی کے حق میں فرمایا کہ وہ مناجات کرتا ہے اور مناجات نفر قالو کا فعل ہے تو نعلین پہننا ضروری ہوا کہ نمازی دو حقیقتوں کے درمیان متردد ہوتا ہے اور تردد دو عملوں کے درمیان چلنے والے کو دونوں کے درمیان نعلین پہننے کے لفظ کے ساتھ معنی کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔

نماز کی تقسیم

اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد دلالت کرتا ہے۔ جس کی ترجمانی حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرتے ہوئے فرمایا!

قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی نصفین فنصفھا لی ونصفھا لعبدی — میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کیا ہے پس نصف میرے لئے اور نصف میرے بندے کے لئے۔

الحدیث

پھر فرمایا! بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العٰلمین تو الحمد للہ رب العٰلمین کے قول میں اُس کا وصف اُس کی ذات کے ساتھ ہے جسے اُس کا خالق اور مناجات کرنے والا دونوں سُنتے ہیں۔

پھر بندہ اپنے قول کی منزل سے اپنی سماعت کی منزل کی طرف چلتا ہے تاکہ اس قول پر اللہ تعالیٰ کے جواب کو سُنے اور یہی وہ سفر ہے۔ پس اس لئے وہ نعلین پہنتا ہے تاکہ دونوں جوتوں کے ساتھ اُس راستے پر چلے جو ان دونوں منزلوں کے درمیان ہے۔

نماز میں منزلیں طے کرنا

چنانچہ جب وہ اپنی سمع کی منزل کی طرف آغازِ سفر کرتا ہے تو حق تعالیٰ اُس کی بات سُن کر اُس کے لئے فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری تعریف کی ہے پس وہ سمع کی منزل سے اپنے قول کی طرف روانہ ہوتا ہے تو کہتا ہے الرَّحمٰن الرَّحِیم، جب فارغ ہوتا ہے تو وہ سمع کی منزل کی طرف روانہ ہوتا ہے جب وہ اس منزل پر اترتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کی بات سُن کر اُس کے لئے فرماتا ہے میرے بندے نے مجھ پر میری ثناء کہی، تو ہمیشہ وہ اپنی مناجات میں قول سے تردّد کرتا رہتا ہے۔

پھر اُس کے لئے نماز میں حالتِ قیام سے دُوسری روانگی اُس کے رکوع کی حالت کی طرف ہے۔ تو صفتِ قیومیہ سے صفتِ عظمت کی طرف روانگی ہوتی ہے تو کہتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ — پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا اور اُس کی حمد ہے۔

پھر اُٹھتا ہے تو یہ مقامِ تعظیم سے مقامِ نیابت کی طرف روانگی ہے تو کہتا ہے "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ"، یعنی اللہ تعالیٰ سنتا ہے جو اُس کی حمد کرتا ہے۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے! کہ اللہ تبارک وتعالے اپنے بندے کی زبان پر فرماتا ہے "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" تو کہو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" یعنی اے ہمارے رب تیرے لئے حمد ہے"، چنانچہ اسی لئے ہم نے رکوع سے سر اٹھانے کو حق کی طرف سے نیابت او قیومیت کی طرف رجوع کرنا مقرر کیا ہے۔

جب سجدہ کرتا ہے تو رفعتِ الٰہیہ میں عظمت مندرج ہو جاتی ہے۔ تو سجدہ کرنے والا کہتا ہے سُبحانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ وَبِحَمْدِہٖ۔ کیونکہ سجود بلندی کی نقیض ہے جب سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے لئے بلندی کو خالص کر لیتا ہے تو پھر سجدے میں سر اُٹھا لیتا ہے اور سیدھا ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی — رحمٰن نے عرش پر غلبہ فرمایا۔

طٰہٰ آیت ۵

پس بندہ کہتا ہے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ۔

اے رب مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے راستہ دکھا اور مجھے رزق عطا فرما اور مجھے اجر عطا فرما اور مجھے عافیت عطا فرما اور مجھ سے درگزر فرما۔

نماز میں نعلین کیوں نہیں پہنتے؟

تو نماز میں یہ تمام فعل منزلیں اور چشمے ہیں وہ یعنی نمازی ایک حال سے دوسرے

حال کی طرف سفر کرتا ہے تو جس کا حال دائمی سفر ہے۔ اُسے کیسے نہ کہا جائے کہ وہ نعلین پہن لے یعنی اپنی سیر میں کتاب و سنّت سے استعانت چاہو اور یہ ہر نماز کی زینت ہے۔

کیونکہ نماز کے احوال اور جو اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام سے طاری ہوتا ہے۔ اور جو اس میں غوامض و دقیق آیات میں شُبہ سے تلاوت کیا جاتا اور جو اس میں تعرّض ہوتا ہے یہ اُس سے ہے۔

نعلین کیا ہے؟

انسان نماز میں ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنا قبلہ مقرر کرتا ہے تو اسے پالیتا ہے تو یہ سب کچھ بمنزلہ راستے کے کانٹوں اور خس و خاشاک کے ہے اور بالخصوص راستہ تکلیف دہ ہے۔ اس لئے نعلین پہننے کا حکم ہوا تاکہ دونوں پاؤں کے ساتھ اُس اذیت سے محفوظ رہے جس کا ہم نے ذکر کیا سالک کے دونوں پاؤں اُسکے ظاہر اور باطن سے عبارت ہیں لہٰذا ہم نے دونوں کو قرآن سنّت قرار دیا ہے۔

حضرت موسیٰ نے نعلین کیوں اتارے؟

رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نعلین تو وہ دونوں یہ نہیں کیونکہ اُن کے لئے اُن کے رب نے فرمایا!

اخلع نعلیک انک بالواد المقدس — آپ جُوتے اُتار لیں بے شک آپ پاک وادی میں ہیں۔

ہم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نعلین مردار گدھے کے چمڑے سے بنے ہوئے تھے تو ان میں تین اسماء جمع تھیں۔

ایک یہ کہ وہ بہرہ تھا اور وہ ظاہر امر تھا یعنی آپ ہر احوال میں ظاہر کے ساتھ نہ کہ رہیں۔

دوسری یہ کہ گدھے کی طرف بلادت و حماقت منسوب ہے۔

تیسری یہ کہ وہ مرا ہوا اور ناپاک تھا اور موت جہل ہے۔ جب تو مرا ہوا ہو گا تو اُس کا شعور نہ کر سکے گا جو تو کہے گا اور جو تجھ سے کہا جائے گا۔

اور مناجات کرنے والا لازماً اس صفت کے ساتھ ہوتا ہے کہ جو وہ کہے اور اُس سے کہا جائے اُس کا شعور رکھتا ہو کلام کے مواقع کے ساتھ زندہ دل، ذہین اور اُن معانی میں غوطہ لگانے والا ہو اور جس کے ساتھ مناجات کر رہا ہے، اُس کے ساتھ قصیدہ کو جانتا ہو پس جب نماز سے فارغ ہو تو حاضرین کو سلام کہے وہ سلام جو اپنے رب کے پاس سے اپنی قوم کے پاس تحفہ لے کر آیا تھا۔

ہم نے آپ کو نماز میں ظاہر امر میں نعلین پہننے کی مراد بتا دی ہے اور اُس مراد سے بھی آگاہ کر دیا ہے جو راہِ خدا پر چلنے والے عارفوں کے نزدیک ہے

نماز نور ہے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صلوٰۃ نور ہے تو یہ لوگ محمدی موسوی ہیں انہیں نور کی زبان کے ساتھ بُعد کے درخت سے منسوب کیا جاتا ہے جو مصباح یعنی چراغ کے مشابہ ہوتا ہے وہ نور ظاہر ہے جسے تاثیرِ جہات سے منزہ خطِ اعتدال میں زیتون کے مبارک درخت کے تیل میں نور باطن امداد دیتا ہے۔

تیل چراغ کا مددگار ہے

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے درخت سے کلام ہوا تھا تو وہ نورٌ علیٰ نورٌ ہے یعنی نورٌ من نورٍ تو مِن کا لفظ علیٰ سے بدل گیا جیسے قرینۂ حال کے

ساتھ سمجھا جا سکتا ہے اور کبھی علی اُس کے دروازے پر ہوتا ہے کیونکہ چراغ کی روشنی ظاہر میں حسی طور پر تیل کی روشنی پر بلند ہوتی ہے۔ اور باطنی طور پر تیل چراغ کی امداد کرتا ہے۔

اگر تیل کی رطوبت چراغ کی مددگار نہ ہو تو چراغ کو یہ دوام حاصل نہ ہو ایسے ہی علم کو تقوے کی امداد حاصل ہوتی ہے جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ان ارشادات میں ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ — اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے

البقرہ آیت ۲۸۲

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا — اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو تمہارے لئے فرقان مقرر کر دے گا

الانفال آیت ۲۹

اس کے قطبوں کے راز

یہ علم الٰہی قطع نہیں ہوتا کیس تیل کی روشنی تیل میں پوشیدہ ہے جو اس میں محمول ہے اور اس سے چراغ کے نور کی بقاء کے لئے رقائق غائب سے رقیقہ میں لطیف معنی کا سریان ہے۔

اس مقام کے قطبوں کے لئے بہت سے راز و اسرار ہیں جن میں سے سر امداد سرِ نکاح، سرِ اعضاء، سرِ غیرت، اور سرِ عنین ہے اور عنین وہ ہے جو نکاح کے ساتھ قائم نہ ہو سکے اور سرِ دائرۂ زمہریر، اور سراب میں سرِ وجودِ حق، سرِ حجابات الٰہیہ پرندوں اور حیوانات کے نطق کا راز، سرِ بلوغت اور سرِ صدیقین۔

"واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل"

الحمد للہ ستائیسویں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اٹھائیسواں باب

اَلم ترکیف کے اقطاب کی معرفت کا بیان

العلم بالکیف مجهول ومعلوم — لكنه بوجود الحق مرسوم

فظاهر الكون تكييف و باطنه — علم يشار اليه فهو مكتوم

من أعجب الامر أن الجهل من صفتي — بما لنا فهو في التحقيق معلوم

وكيف أدرك من بالعجز أدركه — وكيف أجهله والجهل معدوم

قد حرت فيه وفي أمري ولست أنا — سواه فالخلق ظلام ومظلوم

ان قلت اني يقول الان منه أنا — أو قلت انك قال الان مفهوم

فالحمد لله لا أبغي به بدلا — واهاً الرزق بالتقدير مقسوم

علم کیف کے ساتھ مجہول و معلوم ہے لیکن وہ وجودِ حق کے ساتھ موسوم ہے
کائنات کا ظاہر کیف اور اس کا باطن علم ہے۔ اس کی طرف وہ اشارہ کیا جاتا ہے
جو چھپا ہوا ہے۔

تعجب خیز امر ہے کہ جہل میری وہ صفت ہے جسے ہم نہیں جانتے اور وہ تحقق میں
معلوم ہے۔

میں اُس کا ادراک کیسے کروں جس کا ادراک عجز سے ہوتا ہے اور اس کا علم
کیسے نہ حاصل کروں جب کہ جہل معدوم ہے۔

یقیناً میں اس میں اور اپنے امر میں متحیر ہوں اور میں اس کے سوا نہیں ہوں
پس مخلوق تاریکیاں اور ظلمتیں ہیں۔

اگر میں کہتا ہوں اَنَا یعنی میں ہوں تو وہ کہتا ہے کہ میں اس وقت اُس سے ہوں

یا میں کہوں انک یعنی تُو ہے تو فرمایا اس وقت مفہوم ہے۔
پس الحمدللہ میں نے اس کے بدلہ کے ساتھ تجاوز نہیں کیا اور بے شک رزق تقدیر کے ساتھ مقسوم ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کیسے سوال کریں ؟

جاننا چاہیئے کہ اُمہات مطالب چار ہیں اور ان میں سے ھَل وجُود سے سوال ہے اور مَا اُس حقیقت سے سوال ہے جس سے ماہیت کو تعبیر کیا جاتا ہے اور کَیفَ حال سے سوال ہے اور لِمَ علّت اور سبب سے سوال ہے۔ اور اس میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ کہ ان میں سے کون سا امر درست ہے جس کے ساتھ حق تعالیٰ سے سوال کیا جائے تو کلمہ ہَل پر انھوں نے اتفاق کیا ہے کیونکہ اس کے ساتھ حق تعالیٰ سے سوال کا تصوّر کیا جا سکتا ہے۔
ان میں سے جو باقی اُمہاتِ مطالب ہیں اُن میں اختلاف کرتے ہیں چنانچہ اُن میں سے بعض لوگ منع کرتے ہیں اور بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور ان میں سے جو منع کرتا ہے وہ فلسفی ہے۔ اور ایک گروہ سے ایک جماعت نے اِسے عقلاً منع کیا ہے۔ اور ایک جماعت نے اسے شرعاً منع کیا ہے۔

خُدا مرکّب نہیں

رہی اُن کی عقلاً منع کرنے کی صورت ؟ تو یہ مَا کے مطلب میں کہتے ہیں کہ وہ ماہیت سے سوال کرتا ہے۔ تو وہ سوال حد سے ہے۔ اور حق سبحانہٗ تعالیٰ لامحدود ہے۔ کیونکہ حد جنس اور فصل سے مرکب ہے۔
اور یہ امر حق تعالیٰ کے حق میں منع ہے کیونکہ اُس کی ذات اُس امر سے غیر مرکب

ہے۔ جس میں اشتراک واقع ہو جب کہ اُس کے ساتھ شراکت جنس میں ہوگی اور اِس اَمر میں امتیاز واقع ہے اور وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ اور مخلوق ہے جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور عالم کے درمیان اور صانع اور مصنوع کے درمیان نہ مناسبت ہے نہ مشارکت ہے نہ جنس ہے اور نہ فصل ہے۔

جو شخص عقلاً جائز اور شرعاً منع کرتا ہے اُس کا کہنا ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ حد جنس اور فصل سے مرکب ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اُس اَمر کے ساتھ سوال کرنا ہے جس سے اُس کی اُس حقیقت کے ساتھ سوال کیا جائے جس کا علم طلب کیا جاتا ہے۔ اور لازماً ہر معلوم یا مذکور کے لیے حقیقت ہے جو فی نفسہٖ کے لئے اُس پر برابر ہے۔ خواہ اُس کے لئے اُس حقیقت پر اس میں اشتراک واقع ہو یا حقیقت پر اُس کے لیے اُس میں اشتراک واقع نہ ہو۔

پس سوال اُس سے ہے جس کے ساتھ متصوّر ہو لیکن شریعت اس کے ساتھ وارد نہیں پس ہم نے اِس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوال کرنا منع کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" یعنی اُس کی مثل کوئی چیز نہیں۔

کیفیت کے ساتھ سوال

رہا اُن کا کیفیت کے متعلق سوال کرنے سے منع کرنا؟ تو یہ سوال کیف کے ساتھ ہے۔ اور اِس میں بھی وہ لوگ دو قسموں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔

چنانچہ ان میں سے ایک گروہ ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کیلئے کیفیت نہیں کیونکہ حال امرِ معقول اُس کی ذات ہونے پر زائد ہے اور جب امرِ وجودی اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہوگا تو دو ازلی ذاتوں کے لیۓ واجب الوجود کے

دُخود کا مطالبہ کرے گا جب کہ اس محال پر دلیل قائم ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اپنی ذات کے لئے کوئی واجب نہیں۔

تو کیفیت عقلاً محال ہے۔

اور جو کہتا ہے کہ اُس کے لئے کیفیت ہے۔ ولیکن میں اسے نہیں جانتا تو یہ شرعاً ممنوع ہے نہ کہ عقلاً کیونکہ ہمارے نزدیک کیفیاتِ معقولہ سے خارج ہے پس اُسے نہیں جانتے اور بے شک فرمایا! لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ" یعنی ہر اُس امر میں جو اُس کی طرف منسوب ہے اور جسے اُس نے اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے کہا کہ وہ اُس امر پر ہے جیسے حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اگر لفظ میں اشتراک واقع ہو تو معنی مختلف ہیں۔

لفظِ لِمَ کے ساتھ سوال کرنا۔

رہا لِمَ کے ساتھ سوال؟ تو یہ بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے افعال کے لئے علتیں نہیں اس لئے کہ علت فعل کا موجب ہوتی ہے۔ تو حق تبارک وتعالیٰ موجب کے تحت داخل ہوگا۔ اور اس کی ذات پر یہ فعل زائد واجب ہوگا اور اس کے علاوہ دوسروں نے ابطال کیا ہے۔ کہ لِمَ یعنی کیوں کا اطلاق شرعاً اس کے فعل پر نہیں ہوتا۔

اس کے ساتھ کہا کہ اُس کی طرف وہ امر منسوب نہ کرو جو اُس نے اپنی ذات کی طرف خود منسوب نہیں کیا۔

تو میرا یہ قول کہ یہ عمل شرعاً نہیں اور جب ہم نے اس کے شرعاً منع ہونے پر سب ذکر کیا ہے۔ اس کی نہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وارد ہو چکی ہے اور یہ تمام کلام مدخول ہے اس سے صحت وفساد کے ساتھ تخلیص یعنی خلاصی واقع نہیں ہوتی

مگر عظیم طوالت کے بعد اور یہ وہ طریقہ ہے جس کا ذکر ہم نے منع سے کیا ہے۔

جن علماء نے جائز کہا

رہا! علماء کا ان مطالب کے ساتھ اس سے حق تعالیٰ کے متعلق سوال کو جائز کہنا تو یہ علماء اہلِ شریعت ہیں اور ان میں سے ان کی اجازت کا سبب اس لئے ہے کہ یہ کہتے ہیں شریعت نے ہمیں جس چیز سے روکا ہے ہم اُس سے رک گئے ہیں اور ہم پر اس میں غور و خوض واجب نہیں اور جس امر میں منع نہیں کیا گیا اور نہ ہی وہ واجب ہے تو وہ معاف ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اُس میں کلام کریں اور اگر نہ چاہیں اُس سے خاموش رہیں۔ اور اُس سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر فرعون کو اُس کے سوال سے منع نہیں کیا جو اُس نے کیا تھا کہ "وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ"، یعنی رب العلمین کیا ہے؟ بلکہ جنابِ الٰہی سے اُس کے لائق جواب دیا۔

اگر سوال کے مطابق جواب واقع نہیں ہوا تو یہ اصطلاح قائم کرنے والے کی اصطلاح کو لازم ہے۔ کہ وہ اس کے ساتھ ماہیتِ مرکبہ کے علاوہ سوال نہیں کر سکتا۔

اور اصطلاح اس جواب پر ہے کہ اُس شخص کے لئے ائمہ کے ساتھ جواب نہیں ہو گا جو مَا کے ساتھ سوال کرتا ہے۔ اور یہ اصطلاح مخالفت کرنے والے کو لازم نہیں تو اس صیغہ کے ساتھ اس سوال کا اطلاق اُس پر منع نہیں کیونکہ الفاظ اپنی ذات کے لئے مطلوب نہیں اور یہ اس لئے مطلوب ہوتے ہیں کہ اُن معانی پر دلالت کریں جو اُن کے لئے وضع ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ وضع کے حکم کے ساتھ ہیں اور جو الفاظ ہر طائفہ نے مَا کے مقابلہ میں وضع کئے ہیں دوسرے طائفہ نے وہ وضع نہیں کئے پس یہ اختلاف عبارت میں ہو گا۔ نہ کہ حقیقت میں اور خلاف کا اعتبار نہیں مگر معانی میں

کیفیت میں اجازت دینے والے

رہا یہ امر کہ انھوں نے "اللہ تبارک وتعالیٰ" کی کیفیت میں اجازت دی ہے تو اُن کی یہ اجازت مَا کے ساتھ سوال کرنے کی مثل ہے۔ اور وہ اِس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِس ارشاد سے حجت پکڑتے ہیں۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ
الرحمٰن آیت ۳۱

اے جنوں اور انسانوں ہم عنقریب تمہیں فارغ کر دیں گے۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہے اور آنکھیں ہیں۔ اور ہاتھ ہے اور اس کے ہاتھ میں میزان ہے جسے نیچے اُوپر کرتا ہے اور یہ تمام کیفیات ہیں اگرچہ اِس میں عدم شبہ کے لئے غیر معروف ہیں۔

لِمَ کے ساتھ اجازتِ سوال دینے والے

رہا اُن کا لِمَ کے ساتھ سوال کی اجازت دینا؟ تو یہ سوال عِلّت سے ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

تو لیعبدون کا لام عِلّت اور سبب ہے۔ کیونکہ اِس میں اُس کے سوال کا جواب ہے جو کہے لِمَ خَلَقَ اللّٰهُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ "یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو کیوں پیدا کیا؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس سائل کے لئے فرمایا" لِيَعْبُدُوْنَ، یعنی میری عبادت کریں۔

پس جو مُدّعی اِن عبارات کے اطلاق میں منع کرتا ہے۔ تو اُس پر دلیل کے ساتھ

بات کرنا واجب ہے۔ چنانچہ تمام متشرع جائز کہنے والوں اور منع کرنے والوں کو کہا جائے گا۔ آپ نے جو سب کچھ کہا ہے وہ صحت کو نہیں پہنچتا اور آپ نے منع اور جواز میں جو چیز بیان کی ہے اس میں تمہارا اپنا دخل ہے باوجود اس کے کہ آپ متشرع ہیں آپ کو منع یا جواز میں توقف بہتر تھا۔

غیر شرعی لوگوں کا باعث کرنا

یہ ہے حکماء سے غیر شرعی لوگ تو اُن کے ساتھ اس میں غور و خوض کرنا جائز نہیں۔ ہاں! اگر شریعت میں یہ مباح ہو یا اُسے واجب کہا گیا ہو تو غور کر سکتے ہیں اور اگر شارع علیہ السلام اِس میں غور و خوض کے متعلق وارد نہیں ہُوا تو اس میں اُن کے ساتھ بحث و تمحیص میں کوئی راستہ نہیں۔ پس اِس کے متعلق حکم میں توقف کیا جائے اور اس میں خوض اور بحث کرنے والے کے حق میں نہ صحیح کا حکم دیا جائے گا نہ وہ غلطی پر ہے۔ ایسے ہی اُس کے حق میں ہے جس نے بحث چھوڑ دی ہے۔ کیونکہ شریعت کے سلاوہ حکم نہیں اِس کے جواز میں لفظ کہا جائے یا نہ کہا جائے، یہ اطاعت ہو گی یا نافرمانی

خدا تعالیٰ سے مشابہت نہیں ہو سکتی

اے دوست ہم نے آپ کے لئے ان مطالب میں لوگوں کے مآخذ تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔

رہا اِس میں نفع بخش علم ؛ تو اِس میں مَیں یہ کہوں گا کہ جیسے اللہ تعالیٰ سبحانہ کی کسی چیز سے مشابہت نہیں ایسے ہی اشیاء میں مشابہت نہیں اور معنی کے طریق سے تشبیہ کی نفی اور تنزیہہ کے اثبات پر عقلی اور شرعی دلیل قائم ہو چکی ہے اور کوئی اَمر باقی نہیں مگر اللہ تبارک و تعالیٰ پر اُس لفظ کے اطلاق میں جس کا اُس پر اطلاق

ہمارے لئے قرآن مجید یا اُ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر مباح قرار دیا جا چکا ہے۔

رہا اُس پر اس کا اطلاق! تو یہ اُس اَمر سے خالی نہیں کہ اس اطلاق کے ساتھ وہ عبد مامور ہوگا تو اِس کا یہ اطلاق کرنا اطاعت اور فرض ہے اور یہ لفظ کہنے والا ماجور و مطیع ہوگا۔

اِس کی مثل تکبیرِ تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا اور یہ لفظ اُس کا وزن ہے جو مفاضلت کا اقتضا کرتا ہے۔ اور وہ سبحانہ تعالیٰ مفاضل ہیں" یعنی تفضیل میں اُس کے مقابلہ میں اور کوئی موجود ہی نہیں کیونکہ اکبر اصغر کے مقابلہ میں ہوتا ہے؛

رہا اختیار دیا جا" تو یہ لفظ کہنے والے کے حسب قصد اور اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حسبِ حکم ہوگا"۔ اور جب ہم اِس کا اطلاق کریں گے تو انسان اِس امر سے خالی نہ ہوگا۔ کہ اِس کا اطلاق کرے اور اِس اطلاق میں اُس کی ذات اِس کے اُس معنیٰ و مفہوم کے ساتھ ہو جو اُس سے وضع میں اِس زبان کے ساتھ ہیں۔

شرعی حکم سے اِطلاق کیسے ہوگا؟

یا اِس کا اطلاق نہیں کرے گا مگر شرعی حکم سے اِس میں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی مراد ہے اُس تصوّرِ معنیٰ کے بغیر ہے جو اِس زبان میں اُس کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اہلِ فارسی جو عربی زبان کو نہیں جانتا اور وہ تلاوتِ قرآن پاک کرتا ہے۔ اور اُس کے معنے کو نہیں جانتا تو اُس کے لئے تلاوت کا اجر ہے۔

ایسے ہی عرب کا رہنے والا قرآن و سنّت سے اُس لفظ کے مشابہ کو تلاوت کرتا ہے "جس کا معنیٰ دوسرا ہے۔" یا اُن کے ساتھ اپنے رب کا ذِکر اللہ تعالیٰ کی اُس مراد پر کرتا ہے جس میں وہ اپنی کسی مخصوص کردہ ذات کی طرف نیلان نہیں۔

کرنا۔

کیونکہ تنزیہہ اور نفی تشبیہ اُس سے طلب کرتی ہیں کہ اِن آیات کی تلاوت کے وقت اُس کے وہم کے ساتھ توقف ہو۔

خُدا کی طرف لوٹا دو

بندے کے حق میں بہتری اور سلامتی یہی ہے کہ وہ ان الفاظ کا اطلاق اللہ تبارک وتعالیٰ کی اُس کی اپنی مراد کی طرف لوٹا دے مگر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے اِس پر مطلع فرمادے۔

ان الفاظ کی مُراد کیا ہے؟ اِس سے نبی، ولی، مُحدث یا مُلہم جانتا ہے، جو اس میں اُس کے رب کی طرف سے اُس پر ظاہر ہوا یا الہام ہوا یا کلام کیا گیا تو یہ اُس کے لئے مُباح بلکہ اُس پر واجب ہے۔ کہ اُس مفہوم کا اعتقاد رکھے۔ جو اُسے الہام کیا گیا یا گفتگو میں بتایا گیا۔

آیات متشابہات آزمائش ہیں

جاننا چاہیئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آیات متشابہات کا نزول بندوں کی آزمائش کے لئے ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے بندوں کی نصیحت کے متعلق خبر پہنچائی ہے۔ اور انہیں متشابہات کے حکم کے ساتھ اتباع کرنے سے منع فرمایا یعنی وہ اس پر کسی چیز کے ساتھ حکم نہ دیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا ان کی تاویل کو کوئی نہیں جانتا ہاں اگر علمائے راسخین کو ان کا علم ہے تو وہ اللہ تبارک کے اعلام سے ہے نہ کہ اُن کے فکر و اجتہاد سے"، اِس لئے کہ یہ بہت بڑا امر ہے جس کا مُستقل ادراک بغیر اخبارِ الٰہی کے عقول نہیں

کر سکتے۔ پس تسلیم کر لینا بہتر ہے۔ اور تمام تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں۔

الم تر کیف میں کیفیت

رہا ارشادِ خداوندی اَلَم تَرَ کَیفَ ؟ تو نظر کا اطلاق کیفیات پر ہے اس لئے کہ اس کے ساتھ بدیہی مراد مکیفات ہے۔ تکییف نہیں کیونکہ تکییف اس حالتِ معقولہ کی طرف راجع ہے جس کی نسبت مکیف کی طرف ہے اور وہ یعنی مکیف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔ اور اشیاء کی ایجاد کے وقت ان کے ساتھ قدرتِ الہیہ کے تعلق کا کوئی شاہد نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے!

مَا اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرتے وقت ان کو گواہ نہیں بنایا۔
الکھف آیت ۵۱

پس کیفیاتِ مذکورہ وہ ہیں جن کی طرف ہمیں نظر کرنے کے ساتھ امر ہوا ہے نہ کہ ان کیفیتوں میں گفتگو کرنے کا اور یہ اس لئے ہے کہ تاکہ ہم اس سے عبرت پکڑیں اور ان کے لئے دلالت ان کی کیف سے ہے یعنی ان میں کیفیات موجود موجود ہے۔ اور یہ وہ ہیئتیں ہیں جن پر مخلوقات مکیفات ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیا گیا ہے۔
الغاشیہ آیت ۱۷

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ اور وہ پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے نصب کئے گئے ہیں
الغاشیہ آیت ۱۹

اور اس کے علاوہ بھی فرمایا ہے اور ان کی موجودگی کے بغیر ان کا دیکھنا درست نہیں پس اس کی طرف دیکھیں کہ ان کی ہیئتوں کا اختلاف کیسے ہے؟

اور اگر کیف کے ساتھ حالتِ ایجاد مُراد ہے تو یہ نہیں فرمایا کہ اس کی طرف دیکھیں کیونکہ وہ موجود نہیں۔

معلُوم یہ ہُوا

پس ہم نے جان لیا کہ کیفَ مطلوب رویت اشیاء کے منافی ہے اور یہ وہ نہیں جس کا اس کے ساتھ وہم ہوتا ہے جس کا اُسے عِلم نہیں۔

کیا آپ نے دیکھا کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی مراد جب نظر سے فکر ہوتی ہے تو اُس کے قریب حرفِ فِی کو کر دیتا ہے اور کیفَ کو اس لفظ کا ساتھی نہیں بنایا پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کو نہیں دیکھا

اعراف آیت ۱۸۵

اِس میں یَنْظُرُوْا کے معنی یفکروا ہیں تو جان لیں کہ یہ اپنی ذات کے ساتھ قائم نہیں بلکہ اُسے دُوسرے نے قائم کیا۔ اور یہ نظر ہے۔

اور اِس سے اُس نظر کی مثل اعیان کا وجود لازم نہیں آتا جو پہلے بیان ہُوئی۔

آنکھ سے نہیں فِکر سے دیکھیں وہ مشابہ نہیں

انسان اپنی فِکر کے ساتھ نظر کرنے کا مکلّف ہے نہ کہ اپنی آنکھ کے ساتھ ملکوت سے وُہ جو غیب ہے اور وُہ جو حاضر ہے تو ہمیں حرفِ فِی کے ساتھ ہرگز امر نہیں کیا گیا مگر مخلوقات میں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں تاکہ اس پر اِس کے ساتھ استدلال کریں کہ وہ مخلوق کے مشابہ نہیں۔ کیونکہ اگر وہ اِس کے مشابہ ہوتا تو اس پر مشابہت کے لحاظ سے وہ امر جائز ہوتا جو مخلوق پر جائز ہے اور یہ

امروفسادوں میں سے ایک کی طرف لے جائے گا۔

اوّل یہ کہ وہ جمیع وجوہ سے مخلوق کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور یہ محال ہے اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ یا بعض وجوہ سے مشابہ ہوتا ہے اور بعض سے مشابہ نہ ہوتا ہو اس طرح اس کی ذات دو امروں سے مرکب ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی ذات میں ترکیب محال ہے پس تشبیہہ محال ہے۔ اور جو کلام اس باب کے لائق ہے اس کو مجموعی طور پر ایک باب میں وارد کرنے میں معذوری ہے۔ اس لئے کہ کمزور افہام کے لئے اس میں دقائق کا سمجھنا دشوار ہے ولیکن ہم نے اس کتاب کے ابواب میں اس مسئلہ کو بکھیر دیا ہے پس آپ اس کتاب کے ابواب میں اس باب کے پورے مجموعہ کو پڑھیں گے تو جان لیں کہ بالخصوص جہاں آپ کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلّی کا مسئلہ واقع ہو تو وہاں توقف کریں اور اس بات کو دیکھیں جو ہم نے آپ کے لئے اس باب کے لائق ذکر کی ہے تو اسے پالیں گے۔

قرآن مجید کیفیات سے بھرا ہوا ہے کیونکہ کیفیات احوال ہیں اور ان میں سے مکیف کے لئے احوال ذاتی بھی ہیں اور غیر ذاتی بھی۔ ان کا حکم مکیف کے حکم کے برابر ہے مکیف اپنی کیفیت میں مکیف سے استدعا کرے یا اپنی تکییف کے لیے مکیف سے استدعا نہ کرے بلکہ اس کی یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی کیفیت عین اس کی ذات ہے اور اس کی ذات غیر کو طلب نہیں کرتی کیونکہ وہ اس کی ذات کے لئے ہے ایسے ہی یہ اس کی کیفیت ہے کیونکہ وہ اس کی عین ہے اور اس کی غیر نہیں اور نہ اس پر زائد ہے پس اس پر غور کریں اور اللہ تبارک وتعالیٰ حق کہتا ہے اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

الحمد للہ اٹھائیسویں باب کا ترجمہ تمام ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُنتیسواں باب

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راز اور اہلِ بیت سے اُن کے الحاق کی معرفت میں اور اُن کے وارث ہونے والے اقطاب اور اُن کے اسرار کا بیان

العبد مرتبط بالرب لیس له	عنه انفصال یری فعلا وتقدیرا
والابن انزل منه فی العلی درجا	قد حرّر الشرع فیه العلم تحریرا
فالابن ینظر فی أموال والده	اذ کان وارثه شحا وتقتیرا
والابن یطمع فی تحصیل رتبته	وان یراه مع الاموات مقبورا
والعبد قیمته من مال سیده	الیه یرجع مختارا ومجبورا
والعبد مقداره فی جاه سیده	فلا یزال بستر العز مستورا
الذل یصحبه فی نفسه أبدا	فلا یزال مع الانفاس مقهورا
والابن فی نفسه من أجل والده	عز فیطلب توقیرا وتعزیرا

عبد رب کے ساتھ مربوط ہے اُس کے لئے انفصال اور علیحدگی نہیں وہ فعل اور تقدیر میں دیکھتا ہے۔

بیٹا بلندی درجات میں باپ سے نیچے ہوتا ہے۔ شریعت نے اس علم میں تحریر رقم کی ہے۔

بیٹا اپنے باپ کے اموال میں دیکھتا ہے جب اُس کا وارث کنجوسی اور بخل سے کام لے۔

بیٹا باپ کے حصول کا لالچ کرتا ہے۔ اگرچہ اُسے قبر میں مُردوں کے ساتھ دیکھتا ہے۔

عَبد کی قیمت اُس کے آقا کے مال سے ہوتی ہے وہ مختاری و مجبُوری میں اُسی کی طرف رجُوع کرتا ہے۔

عَبد کی قدر و قیمت اُس کے آقا کے جاہ و مرتبہ میں ہوتی ہے تو وہ ہمیشہ عزت کے ستر میں مستوُر رہتا ہے۔

اُس کے نفس میں اُس کی صُحبت کا عِلم ہمیشہ رہتا ہے اور وہ انفاس کے ساتھ ہمیشہ ملغوب رہتا ہے۔

بیٹا اپنی نفسہٖ اپنے باپ کی عزت سے ہوتا ہے پس وہ عزت و توقیر طلب کرتا ہے۔

مخلوق سے کِنارہ کشی

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے جاننا چاہئے کہ ہم سے حضرت امام جعفر صادق کی حدیث روایت کی گئی جو اُنھوں نے اپنے باپ حضرت امام محمد باقر بن علی سے انھوں نے اپنے باپ علی بن حُسین سے اُنھوں نے اپنے باپ حسین بن علی سے انھوں نے اپنے والدِ گرامی علی ابنِ ابی طالب علیہم السّلام سے اور اُنھوں نے حضُور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا!

"مولیٰ القوم منھم۔ یعنی قوم کا مولیٰ قوم سے ہوتا ہے۔

الحدیث

اور ترمذی نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے حدیث کی تشریح کی کہ آپؐ نے فرمایا!

اَہلُ القرآن ھم اہل اللہ وخاصۃ، اہلِ قرآن اہل اللہ اور اُس کے خاص لوگ ہیں۔

الحدیث

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کے حق میں" ابلیس" سے فرمایا!

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ الحجر آیت ۴۲ میرے بندوں پر تیرا تسلط نہیں ہوگا

ہر وہ اللہ کا بندہ جس پر مخلوق کا حق ہوگا اُس حق کے مطابق اُس کی اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے عبودیت ناقص ہوگی کیونکہ یہ مخلوق اُس سے اپنا حق طلب کرے گی اور اُس کا اِس عبد پر تسلط ہوگا تو یہ شخص محض اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص بندہ نہیں ہو اور یہ وہ امر ہے جس کی طرف مخلوق سے انقطاع کرنے والے منقطعین رجوع کرتے ہیں اور خود پر سیر و سیاحت اور جنگلوں اور دریاؤں کے کناروں پر رہنا لازم کر لیتے ہیں اور لوگ سے فرار حاصل کر کے حیوانیت کے ملک سے نکل جاتے ہیں اِس لئے کہ وہ تمام کو ان حُریّت اور آزادی چاہتے ہیں۔

جب میں نے دُنیا سے انقطاع کیا

میرے ایام سیاحت میں مجھ سے ایک بڑی جماعت کی ملاقات ہُوئی اُس زما سے مجھے اِس میں یہ مقام حاصل ہُوا کہ میری ملکیت میں ہرگز کوئی حیوان نہیں تھا بلکہ میر پاس کپڑا بھی نہیں تھا جسے میں پہن لیتا، کیونکہ میں کپڑا نہیں پہنتا تھا مگر اُس معیّن شخص سے لے کر پہنتا تھا جو مجھے عاریتاً دے کر اُس میں تصرف کی اجازت دے دیتا۔

اور وہ زمانہ جس میں کوئی چیز میری ہوتی ہے اُس وقت میں اُس حال سے نکل جا ہوں۔

مگر یہ کہ اُس چیز کو ہبہ کر دوں یا آزاد کر دوں اگرچہ میں اُسے آزاد کر دیتا ہوں یہ مقام مجھے اُس وقت حاصل ہُوا جب میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے مخصوص عبودیت کے تحقق کا ارادہ کیا مجھے کہا گیا کہ یہ مقام تیرے لئے درست نہیں

یہاں تک کہ تجھ پر کسی کی محبت قائم نہ ہو۔

میں نے کہا اگر اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے بھی محبت قائم نہ ہو۔ مجھے کہا گیا یہ تیرے لئے کیسے درست ہے کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے محبت قائم نہ ہو۔

میں نے کہا محبتیں انکار کرنے والوں پر قائم ہوتی ہیں نہ کہ اعتراف کرنے والوں پر، اور محبتیں دعویٰ کرنے والوں اور حصّہ لینے والوں پر قائم ہوتی ہیں نہ کہ اُس پر جو کہتا ہے میرا کوئی حق اور حصّہ نہیں۔

اہلِ بیت کو پاک کر دیا گیا ہے۔

حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محض محض اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو پاک فرمایا اور آپ کے اہلبیتِ کرام کی تطہیر فرمائی اور اُن سے ہر رجس کو دُور فرما دیا اور رجس وہ ہے جو انھیں معیُوب کرتا ہے۔ کیونکہ عربوں کے نزدیک رجس قذر کو کہتے ہیں۔ ایسے ہی فراءُ نے کہا ہے!! اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے!

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۔ سوائے اس کے نہیں کہ اہلبیت اللہ تو بس چاہتا ہے کہ تم سے رجس کو دُور کر کے تمھیں خوب خوب پاکیزہ فرما دے

حزاب آیت ۳۳

پس اہلبیت کی طرف پاک النسان کی اضافت ہوگی۔ اور لازم ہے کہ یہ مضاف اُن کی طرف اُن سے مشابہت رکھنے والے کے لئے ہو اور وہ اپنی ذوات کے لئے نسبت اور اضافت قبول نہیں کرتے مگر جس کے لئے طہارت اور تقدیس کا حکم ہو۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا اعزاز

تو یہ شہادت حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے طہارت، وعصمت اور حفاظتِ خداوندی کا ہونا ہے حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں فرمایا ! سلمانؓ ہمارے اہلبیت سے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلبیت کی طہارت اور ان سے رجس کو دور کرنے کی گواہی دی ہے۔ اب جب کہ اہلبیت کرام کی طرف سوائے پاک اور مطہر کے نسبت واضافت نہیں ہو سکتی تو اسے اکیلی اضافت کے ساتھ عنایتِ الٰہی حاصل ہو گئی۔

اہلبیت کے گناہ بخش دیئے گئے ہیں

اہلبیت کے نفس میں نیز اکیا گمان ہے ؟ وہ پاک ہیں بلکہ وہ عین طہارت ہیں۔ اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلبیت کرام کو اپنے ارشاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک کیا ہے۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ — تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے اور پچھلے ذنب سے بری کر دے

الفتح آیت ۲

گناہ سے زیادہ اور کون سا میل کچیل اور غلاظت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مغفرت کے ساتھ پاک فرما دیا۔

ذنب کا معنی گناہ بھی ہے اور الزام بھی یہاں الزام ہی مناسب تھا مگر شیخ ابنِ عربی نے گناہ کے معنوں میں لیا ہے واللہ اعلم

وہ امر جو ہماری طرف ذنب کی نسبت سے ہے اگر حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقع ہو تو وہ صورتاً ذنب ہو گا یہ کرعبنی میں کیونکہ اس پر اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے اور شرعاً ہماری طرف سے حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

پس اگر اس کا حکم ذنب کا حکم ہوتا تو آپ کے لئے ذنب مذمت کے معنوں میں ہوتا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کی تصدیق نہ ہوتی۔

لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا — اے اہلِ بیت تم سے رجس کو دور کر کے خوب خوب پاکیزہ فرما دے۔

الاحزاب آیت ۳۳

اہلبیت بخشے ہوئے اُٹھائے جائیں گے

اس میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد پاک سے قیامت تک تمام شرفاء سادات اس آیت کے حکم سے غفران میں داخل ہیں اور وہ جو حضرت سلمان فارسیؓ کی مثل ہیں۔ پس اہلِ بیت کرام اللہ تبارک وتعالیٰ کے اختصاص وعنایت سے حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف کے لئے پاک اور مطہر ہیں اور اہلِ بیت کے لئے اس شرف کا حکم دارِ آخرت میں ظاہر ہو گا، اس لئے کہ وہ بخشے ہوئے اٹھائے جائیں گے۔

اگر اہلبیت پر حد قائم ہو۔

رہا دُنیا میں ان میں سے جس پر حد قائم کی جائے؟ جیسا کہ تائب جب حاکم کو اُس کا امر پہنچے کہ اُس سے زنا، سرقہ یا شراب پینا سرزد ہوا ہے تو اُس پر مغفرت

کے متحقق ہونے کے باوجود حد قائم کی جائے گی جیسا کہ عزت اور اس کی امثال اور اس کی مذمت جائز نہیں اور ہر مسلمان کا حق ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نازل فرمودہ اس حکم کی تصدیق کرے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۝ الاحزاب آیت ۳۳	اے اہلبیت اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے رجس کو دور کر کے تمہیں خوب پاکیزہ تر فرما دے۔

مومن کیا کرے؟

مومن کو چاہیئے کہ اہل بیت کرام سے صادر ہونے والے تمام امور میں یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں معاف فرما دیا ہے اور کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان کے ساتھ مذمت اور برائی کو ملائے اور اسے عیب لگا کر اس سے رخ پھیر لے جن کی طہارت اور اس کے گناہوں کو دور کرنے کی گواہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے دی ہو اور یہ اعزاز اس عمل کے ساتھ نہیں جو انھوں نے کیا اور نہ کسی کی خیر اور بھلائی کی بنا پر ہے جو انھوں نے کی بلکہ ان کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنائت نے سبقت کی ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝	یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔

حضرت سلمانؓ فارسی بھی پاک ہیں

جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وارد ہونے والی خبر

درست ہوگی تو اُن کیلئے یہی درجہ ہے۔ کیونکہ اگر حضرت سلمانؓ ظاہر شرع میں کسی معیوب امر پر ہوں اور ان کے عامل کے ساتھ مذمت اور برائی لاحق ہو تو اس کا مضاف اُس اہلبیت کی طرف ہوگا جس سے رجس کو دُور نہیں کیا اور اہلِ بیت کے لئے اُس سے اُسی قدر رہوگا جو اُن کی طرف مضاف ہوا اور وہ نفس کے ساتھ پاک ہیں۔

تو بلاشک سلمانؓ ان سے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اولاد کو یہ عنائت لاحق ہوگی جیسا کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کی اولاد و عقب اور اہلبیت کرام کے موالی کو لاحق ہوگی کیونکہ اے دوست اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔ اور حب اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک مخلوق کی منزلت اس مشابہت کے ساتھ ہوگی تو اُن سے منسوب ہونے والا اُن کے شرف کے ساتھ مشرف ہو جائے گا۔ اور اُن کا شرف اُن کی ذات کے لئے نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں برگزیدہ فرما کر شرف کا حلّہ پہنایا ہے۔

جو خدا سے منسوب ہو جائے

اے دوست وہ شخص کیسا ہوگا جو اُس ذات کی طرف منسوب ہو جس کی ذات کے لئے حمد و تعریف اور شرف و مجد ذاتی ہے پس وہ سبحانہٗ تعالیٰ بزرگی والا ہے۔ اُس کے بندوں سے جو لوگ اُس کی طرف منسوب ہیں وُہ اُس کے بندے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر آخرت میں مخلوق میں سے کسی کا تسلط اور غلبہ نہیں ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ابلیس لعین کو فرمایا!

"عَن عِبَادِیْ" یعنی جو میرے بندے ہیں" پس انھیں اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا! لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ" یعنی اُن پر تیرا غلبہ اور تسلط نہیں ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاک ذات کی طرف منسوب ہونے سے قرآن مجید میں نہیں پائے جاتے مگر جو بطورِ خاص سعید اور خوش قسمت ہیں جب کہ دوسروں کے حق میں عباد کا لفظ آیا ہے۔ پس تیرا معصومین ومحفوظین کے ساتھ کیا گمان ہے جو اپنے آقا کی حدود کے ساتھ اُس کے مراسم کے پاس قائم اور ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پس ان کا شرف اعلیٰ واتم ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اس مقام کے قُطب ہیں اور اقطاب میں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے مقام اہلبیت کے شرف کی وراثت پائی۔

اللہ تعالیٰ کے اُس کے بندوں پر حقوق اور بندوں پر جو اُن کے اپنے اور دُوسری مخلوق کے حقوق ہیں کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور ان حقوق کی ادائیگی میں لوگوں سے زیادہ طاقتور تھے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے!

"لَوْ کَانَ الْاِیْمَانَ بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِنْ فَارِسْ" یعنی ایمان ثریا پہ پہنچ جائے تو فارس کے مرد اتار لیں گے۔

الحدیث

اور اس میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے اور اس حدیث میں آپ کا دُوسرے کواکب کے بالعکس ثریا کے ذکر کی تخصیص فرمانا سبعہ صفات کا اثبات کرنے والوں کے لئے بدلیت ہے کیونکہ وہ سات ستارے ہیں۔

تو اس پر غور کریں۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اہل بیت میں شامل کرنا اور اُن کے مُعاہدے کی ادائیگی کرنا حضرت

سلمانؓ فارسی کے لئے باعثِ مسرت تھا۔ اس میں عجیب نقطہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سلمانؓ فارسی حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آزاد کردہ ہیں اور آزاد کردہ غلام انہیں لوگوں سے ہوتا ہے جن کا غلام ہوتا ہے اور تمام لوگ حق تعالیٰ کے موالی اور غلام ہیں اور اُس کی رحمت ہر چیز پر وسیع ہے اور ہر چیز اُس کی عبد اور غلام ہے۔

اہلِ بیت کی برائی کسی حال میں نہ کرو

آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہلِ بیت کی قدر و منزلت بیان ہو چکی ہے۔ اس کے بعد مسلمان کو حق نہیں پہنچتا کہ اُن سے واقع ہونے والے امُور پر ان کی مذمت کرے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں پاکیزہ فرما دیا ہے پس اُن کی مذمت کرنے والے کو جان لینا چاہیے کہ یہ مذمت کرنا اُسی کی طرف لوٹ آئے گا۔

اہلِ بیت کا ظلم ظلم نہیں تقدیرِ الٰہی ہے

اگر اہلِ بیت کرام اُس پر ظلم کریں تو یہ ظلم اُس کے اپنے گمان میں ہوگا نہ کہ نفس الامر میں اگرچہ ظاہر شریعت میں یہ ظلم کے حکم میں ہو بلکہ درحقیقت اہلِ بیت کا ظلم ہم پر تقدیروں کے جاری ہونے کے مُشابہ ہے کہ تقدیرِ الٰہی نے ہمارے جان و مال کو ڈبو دیا یا جلا دیا اور اس کے علاوہ جو مُہلک امُور واقع ہوتے ہیں پس کسی کے دوستوں سے کسی کا جل جانا یا فوت ہو جانا یہ اُس کی اپنی ذات پر مصیبت نازل ہونا اور یہ سب کچھ اُس کی غرض کے موافق ہیں تاہم اُس کے لئے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اُس کے فیصلے کی مذمت کرے بلکہ اُس کا حق ہے کہ ان کو سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے خوشی سے قبول کرے

اِسی میں خیر ہے

اگر اس مرتبہ سے گر جائے تو صبر کے ساتھ اور اگر اس مرتبہ سے بلند ہو جائے تو شکر کے ساتھ کام لے کیونکہ اس مرتبہ کو طے کرنے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس مصیبت اُٹھانے والے کو نعمتیں عطا کی جاتی ہیں - اور جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ خیر نہیں - کیونکہ اس کے علاوہ بے قراری ناراضگی عدم رضا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں سوئے ادبی پائی جاتی ہے -

ایسے ہی مسلمان کا حق ہے کہ اُس پر اہلِ بیت کرام کی طرف سے جو تمام امور اُس کے جان و مال اور اہل و اقرباء کے سلسلہ میں طاری ہوں اُن تمام کو تسلیم و رضا اور صبر کے ساتھ قبول کرے ، اور اُن کے ساتھ ہرگز ہرگز مذمت اور بُرائی کو ملحق نہ کرے -

اگرچہ اُن پر شریعت کے مقرر کردہ احکام عائد ہوتے ہیں اور اس امر میں کوئی قدح نہیں بلکہ یہ مقدرات کے جاری ہونے کی طرح جاری ہیں

اور ہم نے جو اُن کی مذمت کے متعلق منع کیا ہے تو وہ اس لئے ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن امور کے ساتھ انہیں ہم سے الگ کر دیا ہے - جن میں ہمارے لئے اُن کے ساتھ قدم نہیں -

خدا نے اہلِ بیت کی بُرائی نہیں کی

رہا شرعی حقوق کی ادائیگی کرنا تو یہ ایسے ہیں - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہودیوں سے قرض لیتے تھے اور جب وہ اپنے حقوق طلب کرتے تھے تو آپ ممکن حد تک احسن طریقہ سے ادا کرتے اور اگر یہودی اس پر اپنی بات

لبی کرنا تو آپ فرماتے صاحب حق کو بات کرنے کا حق ہے۔ اور حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اگر فاطمہؑ بنت محمدؐ چوری کرتیں تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہے احکام کو دفع کرنا ہے جیسا چاہے دفع فرمائے اور جو نسے حال میں چاہے کرے تو یہ حقوق اللہ ہیں اور باوجود اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہلِ بیت کرام کی مذمت نہیں کی اور ہمارا کلام ہمارے اپنے حقوق کے بارے میں ہے اور اس چیز کے بارے میں ہے جو ہماری ہے کہ اُس کے ساتھ لوگوں سے مطالبہ کریں، پس ہمیں اختیار ہے کہ چاہیں تو ہم لیں اور چاہیں تو چھوڑ دیں جب کہ چھوڑ دینا بالعموم افضل ہے۔

یہ عام لوگوں کی بات ہے۔ تو اہلِ بیت کرام سے کیسا سلوک کرنا چاہیے اور جب ہمیں کسی کی بھی مذمت کا حق نہیں پہنچتا تو اہلِ بیت کی مذمت کیسے جائز ہوگی، جب ہم اپنے حقوق کے طلب کرنے پر اُتر آتے ہیں اور ان سے اس میں درگذر کر لیتے ہیں یعنی اس میں جو ہمیں جو تکلیف پہنچی تھی تو اس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک ہمارے لئے عظیم ہاتھ اور قربت کی جگہ ہے۔ کیونکہ حضور نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے امر سے کچھ مطالبہ نہیں فرمایا مگر اپنے اقربا کی محبت و مودت طلب کی ہے اور اس میں صلہ رحمی کا راز ہے۔

اور جو شخص اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ سوال قبول نہیں کرتا جس سوال کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ تو وہ کل قیامت کے دن کس منہ سے آپؐ سے ملاقات کرے گا۔ یا آپؐ کی شفاعت کی اُمید رکھے گا اور جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب کردہ اپنے قرابت داروں کی مودت کا حق ادا نہیں کیا تو وہ آپ کے اہلِ بیت کرام کی مودت کا حق کیسے ادا کرے گا۔

مودّت کا تقاضا یہ ہے

اہلِ بیت کرام آپ کے خاص اقربا ہیں پھر آپ نے لفظِ مودّت ارشاد فرمایا ہے۔ اور یہ محبت پر ثابت قدم رہتا ہے کیونکہ جب کسی کے دل میں مودّت ثابت ہو گی تو وہ ہر حال میں اس کے ساتھ ہو گی اور جب ہر حال میں مودّت اس کے ساتھ ہو گی تو وہ اہلِ بیت سے اپنے اس حق کا مواخذہ نہیں کر سکتا جو اس کے حق میں اُن کی طرف سے طاری ہوا ہو گا اور وہ اپنے مطالبے کو محبت اور ذاتی ایثار کی وجہ سے چھوڑ دے گا۔

ایک سچے محب کا قول ہے کہ محبوب جو کچھ بھی کرتا ہے وہ محبوب ہوتا ہے۔ اور اس نے حُبّ کا اسم استعمال کیا ہے۔ جب حُبّ کا یہ عالم ہے تو مودّت کا حال کیسا ہو گا۔ اور بشارت سے یہ امر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے اسمِ وُدود وارد ہوا ہے۔ اور اس کے ثبوت کے کوئی معنی نہیں مگر ہر طائفہ کے لئے اس کا انجام آخرت اور آگ میں بالفعل ہو گا جس کا اقتضاء اُن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت کرے گی۔

دوسرے نے اس معنی میں کہا!

أُحِبُّ لِحُبِّهَا السُّودَانَ حَتَّى
أُحِبُّ لِحُبِّهَا سُودَ الْكِلَابِ

میں اُس کی محبت کی وجہ سے کالے رنگ والوں سے محبت کرتا ہوں اور اُس کی محبت کی وجہ سے کالے رنگ کے کتوں سے محبت کرتا ہوں۔

اور ہم نے اس میں یہ شعر کہا ہے۔

أُحِبُّ لِحُبِّكَ الْحُبْشَانَ طُرًّا
وَأَعْشَقُ لِاسْمِكَ الْبَدْرَ الْمُنِيرَا

میں آپ کی محبت کی وجہ سے حبشیوں سے محبت کرتا ہوں اور میں آپ کے بدرِ منیر اسم کا عاشق ہوں۔

بعض نے کہا اسے سیاہ رنگ کے کتوں نے کاٹ لیا تھا اور وہ اُن سے محبت کرتا تھا تو محبت میں محب کا یہ فعل ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں سعادت نہیں بخشتا اور نہ ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اسے قربت پہنچ سکتی ہے۔ تو یہ کیا ہے؟ سوائے اس کے کہ محبت کی سچائی اور نفس میں دوستی کا ثبوت ہے۔

اہلِ بیت کی محبت پر خدا کا شکر ادا کریں۔

اگر آپ کی اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت درست ہے۔ تو آپ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کرام سے محبت کریں گے۔ اور اُن سے اپنے حق میں صادر ہونے والے ہر اُس امر کو جو آپ کی طبیعت اور غرض کے موافق نہیں خوبصورت دیکھیں گے اور اُن سے جو کچھ آپ کے حق میں واقع ہو گا اُسے نعمت خیال کریں گے۔

پس اُس وقت آپ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے لئے لطف و عنایت ہے۔ کہ آپ اہلِ بیت کرام سے محبت کرتے تھے نیز یہ کہ آپ جس سے محبت کرتے ہیں وہ آپ کو یاد کرتا ہے اور اُس کے دل میں آپ کا خیال ہوتا ہے تو یہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کرام ہیں۔ جو آپ کو آپ کی محبت کی وجہ سے یاد رکھتے ہیں۔

پس اس نعمت پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ وہ اپنی اُن پاک زبانوں

کے ساتھ آپ کو یاد کرتے ہیں جن کی تطہیر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمائی ہے اور آپ کا علم اس طہارت اور پاکیزگی تک نہیں پہنچ سکتا۔

اگر اہلِ بیت کی محبت نہیں تو

جب ہم آپ کو اس حالت کے مخالف دیکھتے ہیں، باوجود اس کے کہ آپ اہلِ بیت کرام کے محتاج ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کی ہدایت کی ہے کہ ہم تمہاری محبت کی کیسے توفیق کر دیں کہ جو تمہارے گمان میں میرے ساتھ شدید محبت اور میرے حقوق یا میری جانب کی رعایت کرنا ہے جب کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلِ بیت کے حق میں اس صورت میں ہو جو تم میں واقع ہوتی ہے۔

خدا کی قسم یہ تمہارے ایمان کی کمی ہے۔ اور تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی خفیہ تدبیر اور استدراج کی گرفت میں ہو اور تمہیں اس کا علم نہیں۔

کیا تم پر اہلِ بیت کا کوئی حق نہیں

مکر کی صورت یہ ہے کہ تم عقیدہ رکھتے ہو کہ تم اس فعل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین اور شریعت کی حمایت کرتے ہو اور اپنا حق طلب کرنے میں کہتے ہو کہ تم وہی طلب کرتے ہو جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے لئے جائز اور مباح کیا ہے۔ اور اس شرعی طلب میں برائی بغض، رنجیدگی اور تمہارے نفس کا اہلِ بیت پر ایثار مندرج ہوتا ہے اور تم نہیں جانتے کہ اس کے ساتھ اس پیچیدہ بیماری سے دوا شافی ہے۔

کیا تم اپنی ذات کے لئے اُن کے ساتھ کوئی حق نہیں دیکھتے اور اپنے حق سے اتر آتے ہو کہ شاید اس کی طلب میں مندرج ہو جس کا میں نے تمہارے لئے ذکر کیا ہے۔

اور تم مسلمانوں کے حاکموں سے نہیں ہو کہ تم پر حد قائم کرنا اور مظلوم کا انصاف کرنا اور حقدار کو اُس کا حق دلانا متعین ہوتا ہے اور اگر تم حاکم بھی ہو اور تمہیں فیصلہ کرنا منظور ہے تو کوشش کرو کہ حق دار اپنے حق پہ اُتر آئے یعنی اپنا حق معاف کر دے جب کہ اہلِ بیت پر حکم کیا جا رہا ہو اور اگر حق لینے والا اس بات سے انکار کر دے تو پھر تم اُس پر متعین ہو کہ اس میں شریعت کا حکم جاری کرو۔

اگر تم جان لیتے

اے دوست اگر اللہ تبارک وتعالیٰ تم پر اہلِ بیت کی اُن منازل کو کھول دیتا جو اُن کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ہونگی تو تم اُن کے غلاموں میں ہونا پسند کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رُشد و ہدایت الہام فرمائے۔

ان تمام اقطاب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی منزلت کا شرف دیکھیں ہم نے آپ کے لئے اس مقام کے اقطاب کا حال بیان کر دیا ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پسندیدہ بہتر بندے ہیں۔

جان لیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اُن کے جن اسرار پر مُطلع کیا ہے عامتہ الناس اُن سے واقف ہیں اور اکثر خواص بھی جو اس مقام میں نہیں اس کو نہیں جانتے اور حضرت خضر علیہ السلام ان میں سے ہیں اور وہ اُن میں سے بہت بڑے ہیں اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے لئے گواہی دی ہے۔ کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے رحمت اور علمِ لدنی عطا فرمایا ہے۔ جس میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اُن کی اتباع کا حکم فرمایا گیا اور یہ وہی ہیں جن کے حق میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔

اہلبیت سے محبت نہ کرنے والے غرض کے بندے ہیں

پس ان کے اسرار میں سے جس کا ذکر ہم نے کیا وہ علم ہے جو بمنزلہ اہلِ بیت کرام کے ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں اُن کے عُلوِ مرتبہ کی خبر دی ہے۔ اور اِن کے اسرار سے خفیہ تدبیروں کا علم ہے وہ خفیہ تدبیریں جو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کرتا ہے۔ اور یہ اس طرح کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت کرنے کے دعویٰ کے باوجود آپ کی اہلِ بیت سے بغض رکھتے ہیں عجب کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مودتِ فی القربیٰ کا سوال کیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود اہلِ بیت میں سے ہیں۔

اکثر لوگوں نے وہ کام نہیں کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن سے سوال کیا تھا پس انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریبیوں سے آپؐ کی قرابت کی وجہ سے محبت نہیں کی بلکہ صرف اُن سے محبت کی ہے جن کے ساتھ اُن کی اغراض وابستہ تھیں اور جن کے احسان مند تھے ان لوگوں کی محبت اپنے اغراض کے ساتھ ہے اور عشق اپنی جانوں کے ساتھ ہے۔

قطبوں کا علم علماء سے فزوں تر ہے

اور اِن اقطاب کے رازوں سے ایک راز یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اُن کے لئے جو مشروع فرمایا ہے اُس کی صحت پر اطلاع دی ہے۔ جس حیثیت سے علماء نہیں جانتے کیونکہ فقہاء محدثین وہ لوگ ہیں جن کا علم مردے نے مردے سے اخذ کیا ہوتا

ہے اور جو اُن سے پیچھے آتا ہے وہ اس میں ظنّ کے غلبہ پر ہوتا ہے کیونکہ نقل شہادت اور تواتر عزیز ہوتا ہے، پھر جب وہ طریق تواتر کے ساتھ مفید علم کے امور پر واقفیت حاصل کرتے ہیں جب کہ تواتر کے ساتھ نقل ہونے سے یہ لفظ نص نہیں ہوگا جس کا وہ حکم کرتے ہیں کیونکہ نصوص عزیزہ ہوتی ہے۔

جب کہ وہ اس لفظ سے بقدر اپنے فہم کی قوت کے اخذ کرتے ہیں اس لئے اس میں اُن کا اختلاف ہو جاتا ہے۔

جب کہ وہ اس لفظ سے بقدر اپنے فہم کی قوت کے اخذ کرتے ہیں اس لئے اس میں اُن کا اختلاف ہو جاتا ہے۔

ممکن ہے دوسری نص ہو۔

نیز ممکن ہے کہ اس لفظ کے لئے اس امر میں دوسری نص ہو جو اس کی معارض ہو اور انہیں یہ نہ پہنچی ہو۔ اور جو انہیں نہیں پہنچے گی اُس کی اتباع نہیں کرتے اور نہ ہی وہ جانتے ہیں کہ اس احتمال کو کونسی وجہ ہے جو اس لفظ کی قوت میں ہے۔

حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شارع ہیں انھوں نے اس کا کیا حکم دیا ہے۔ پس اہل اللہ حکم میں امر جلی اور صریح نص پر کشف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخذ کرتے ہیں یا اللہ تبارک وتعالیٰ سے اُن پر اُن کے پروردگار کی ظاہر دلیل اور بصیرت ہوتی ہے۔ جس کے ساتھ اس پر وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے!

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے!

پس وہ بصیرت کے ساتھ نفسہٖ منفرد نہیں اور اُن کے لئے حکم میں اتباع کے ساتھ گواہی دی۔ پس وہ آپ کی اتباع بصیرت سے کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ کے بندے اِس مقام کے اہل ہیں

یہ بھی اُن کا راز ہے

اُن کے اسرار سے یہ بھی ہے کہ وہ جنابِ الٰہی میں جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ عقیدہ میں درست ہیں اور جو اُن کے لئے تجلّی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور اُس سببِ موجب پر اتفاق کے باوجود تصوّر کہاں خلاف ہوگا جس کی طرف وہ سند لیتے ہیں کیونکہ اِس میں دو شخص بھی اختلاف نہیں کرتے جس میں خلاف واقع ہوتا ہے وہ یہی سبب ہے اور وہ یہ سبب ہے جس کے ساتھ موسوم ہے تو جو کہتا ہے وہ زمانہ ہے اور جو کہتا ہے اُس کے علاوہ ہے۔

پس اس کے اثبات اور اس کے وجود کے وجوب میں ہر ایک کا اتفاق ہے اور کیا یہ اختلاف اِس استناد کے باوجود انہیں نقصان دیتا ہے یا نہیں؟ یہ تمام امور اِس مقام کے اہلِ علوم کے لئے ہیں انتہیٰ

الحمد للہ سترھویں جزء اور اُنیسویں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

صائم چشتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسواں باب

اقطابِ رکبان سے پہلے اور دوسرے طبقے کی معرفت کے بیان میں

ان للہ عبادا رکبوا	نجب الاعمال فی اللیل البہیم
ونوقت عمم الذل بھم	لعزیز جل من فرد علیم
فاجتباھم وتجلی لھمو	وتلقاھم بکاسات الندیم
من یکن ذا رفعۃ فی ذلۃ	انہ یعرف مقدار العظیم
رتبۃ الحادثات حققتھا	انما یظھر فیھا بقدیم
ان للہ علوما جمۃ	فی رسول ونبی وقسیم
لطفت ذاتا فما یدرکھا	علم الانفاس انفاس النسیم

بے شک اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جو تاریک رات میں اپنے اعلیٰ اعمال پر سوار ہوتے ہیں۔

اس کے ساتھ فردِ علیم سے عزیز بزرگ کے لئے اُن کی ہمتوں نے اُن کو پہنچنے والی ذلت کو چیر دیا ہے۔

اُنھیں چُن لیا گیا اور اُن کے لئے تجلی فرمائی اور اُنھیں ہم جلیسی کے پیالے پلائے۔

جو ذِلت میں بلندی والا ہوتا ہے وہ عظیم مقدار کو پہچانتا ہے۔

اگر آپ تحقیق کریں تو حادثات کا مرتبہ اُن میں قدیم کے ساتھ ظاہر ہوگا

اللہ تعالیٰ کے بے پناہ علوم، رسول و نبی اور تسیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع ہیں۔

وہ علوم ذات کی بناء پر لطیف ہیں پس عالم الفاس الفاسِ النسیم کا ادراک نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اصحابِ نجیب رکبان یعنی سواروں کے نام سے مشہور ہیں۔ شاعر نے کہا ہے!

فلیت لی بھمو قوما اذا رکبوا
شدوا الاغارة فرسانا و رکبانا

کاش میں اُن لوگوں کو ملتا جو گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انھوں نے شدید غارت گری کی۔

رکبان کون ہیں؟

فرسان گھوڑوں پر سوار ہونے والے اور رکبان اُونٹوں پر سوار ہونے والے ہیں پس گھوڑوں کے سوار جمیع عرب و عجم کے طائفوں سے معروف ہیں جب کہ اُونٹوں کو صرف عرب استعمال کرتے ہیں اور عرب اربابِ فصاحت اور حمایت و کرم ہیں۔

چونکہ یہ صفات اس طائفہ پر غالب ہیں اس لئے ہم نے ان کا نام رکبان یعنی اُونٹوں کے سوار رکھا۔ ان میں سے نجیب ہمتوں کے سوار ہیں اور ان میں سے نجیب اعمال کے سوار ہیں۔ اس لئے ہم نے انھیں پہلے اور دوسرے دو طبقوں میں مقرر کیا ہے۔

یہ اصحابِ رکبان اس طریقہ میں افراد ہیں کیونکہ یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم طبقات پر ہیں۔ پس ان میں سے اقطاب ہیں اور ان میں سے امام ہیں اور ان میں سے اوتاد ہیں اور ان میں سے ابدال ہیں اور ان میں سے نقباء ہیں اور ان میں سے نجباء ہیں اور ان میں

سے رجبی ہیں اور ان میں سے افراد ہیں اور میں نے ان میں سے کوئی طائفہ نہیں دیکھا مگر وہ بلادِ مغرب اور حجاز و مشرق کے شہروں میں ملے ہیں۔

افراد کون ہیں؟

یہ باب افراد کے ساتھ مختص ہے اور یہ طائفہ قطب کے حکم سے خارج ہے اور ان میں قطب کا تصرف نہیں ہوتا اور ان کی تعداد تین سے اوپر ہوتی ہے اور افراد سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ اس میں نہ اُن کے لئے قدم ہے اور نہ دوسرے کے لئے سوائے فردِ اوّل کے جو کہ تین ہوتے ہیں۔

پس احدیت یعنی ایک واحد ذاتِ حق کے لئے ہیں۔ اور دو مرتبہ کے لئے ہے۔ وہ توحیدِ الوہیت ہے اور تین اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائنات کا پہلا وجود ہے۔

فرشتوں میں سے ہے جو افراد ہیں تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے جلال و جمال میں گم ہونے والے فرشتے ہیں۔ اور یہ فرشتے اُن فرشتوں سے خارج ہیں جو مسخرہ اور مدبرہ ہیں۔ اور یہ دونوں عالمِ تدوین و تسطیر میں ہیں اور وہ قلم اور عقل سے نیچے ہیں۔

انسانوں کے افراد

جو انسانوں سے افراد ہیں وہ اُن فرشتوں کی مثل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں مستغرق ہیں۔ پس پہلے افراد تین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ تین سوار ہیں یعنی تین سوار ایک قافلہ ہوتے ہیں پس پہلے تین سواروں سے لے کر اوپر تک قافلہ ہوتا ہے۔ اور ان کے لئے حضرت الٰہیہ سے حضرتِ فردانیہ ہے اور اس میں وہ تمیز کرتے ہیں اور اسمائے الٰہیہ سے فرد اور موا د اُس مقام سے اُن کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں کہ جہاں سے وہ اُن فرشتوں پر وارد ہوتا ہے جو ذاتِ الٰہیہ میں گم ہیں۔

اس لئے اُن کا مقام معروف نہیں ہوتا اور وہ اس کی مثل نہیں کرتے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود اللہ تبارک و تعالیٰ کی شہادت کے حضرت خضر علیہ السلام پر انکار کیا تھا۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اُن کی تعریف اور ان کی شرافت اور تزکیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا تھا۔ اور انھوں نے جب حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ رہنے کا ارادہ کر لیا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے اُن سے عہد لیا تھا۔

ذوقِ موسیٰ و خضر علیہما السلام

جب حضرت خضر علیہ السلام نے جان لیا کہ اس مقام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذوق نہیں جس پر حضرت خضر علیہ السلام تھے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اُس علم میں ذوق نہیں تھا۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور وہ علم انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دیا تھا۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام کا مقام اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی ایک پر خاص مشاہدہ کے لئے اعتراض کرنا نہ عطا کرتا تھا۔ اور وہ اس پر تھے۔ جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر رسولوں کو بحیثیت اُن کے رسول ہونے کے اعتراض کرنا عطا کرتا تھا۔ نہ کہ دوسروں میں جس کو وہ اس کے خارج میں دیکھتے تھے۔ مگر وہ جس کے ساتھ بھیجے گئے تھے اور وہ دلیل جس کی طرف ہم گئے ہیں۔ وہ حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہنا ہے۔

وکیف تصبر علی مالم تحط بہ خبرا

اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی ہوتے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نہ کہتے "مالم تحط بہ خبرا" یعنی جس خبر کے ساتھ آپ نے احاطہ نہیں کیا۔ میں

اُنھوں نے جو کام کیا تھا وہ مقامِ نبوّت سے نہ تھا۔ اور اُس کے لئے دونوں میں سے ہر ایک کی انفرادیت میں فرمایا جس پر وہ تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا میں اُس علم پر ہوں جو اللہ تبارک نے مجھے سکھایا ہے اور آپ اُسے نہیں جانتے اور آپ اُس علم پر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا اور میں اُسے نہیں جانتا اور دونوں نے انکار کے ساتھ امتیازنہ افتراق کیا پس انکار افراد کی شان سے نہیں کیونکہ امور میں اُن کے لئے اوّلیت ہے۔ تو اُن پہ انکار نہیں ہوتا اور وہ خود انکار نہیں کرتے۔

یہ علم بھی دیکھیں

حضرت جُنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص درجہ حقیقت کو، نہیں پہنچتا، جب تک ایک ہزار صدّیق اُسے زندیق نہ کہہ دے کیونکہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اُس علم کو جانتے ہیں جو اُن کے علاوہ نہیں جانتے اور یہ اس علم کو جاننے والے ہیں۔ جس علم کے بارے میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے سینے پر ہاتھ مارتے اور آہ بھر کر فرماتے! یہاں بہت بڑے علوم ہیں کاش! اگر میں ان کے اٹھانے والے کو پاتا تو اُٹھا دیتا۔ کیونکہ آپ افراد میں سے تھے۔ اور یہ آپ کے علاوہ آپ کے زمانہ میں سوائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے کسی سے نہیں سُنا گیا۔ اُن سے اس کی مثل ذکر کی حدیث بخاری نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ کا علم کو چھپانا

حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دو تھیلے علم کے اٹھائے، ایک وہ ہے جو تم میں پھیلاؤں گا اور دُوسرا وہ ہے کہ اگر

اُسے پھیلاؤں تو میری اِس بلعوم کو کاٹ دیا جائے گا اور بلعوم وہ رگ ہے جس سے کھانا گزرتا ہے۔ یعنی میری شہ رگ کو کاٹ دیا جائے گا۔

پس ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ میں نے یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُٹھایا ہے۔ تو وہ اِس میں بغیر ذوق کے نقل کرنے والے تھے۔ ولیکن وہ جانتے تھے کہ انھوں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت کیا ہے۔ اور ہم اِس میں اُس عین الفہم سے کلام کرتے ہیں جو فی نفسہٖ اللہ تبارک وتعالےٰ کے کلام میں عطا ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس کا قول

اور یہ افراد کا علم ہے اور افراد سے حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سمندر تھے۔ اور ان کا یہ لقب اُن کے وُسعتِ علمی کی بناء پر تھا۔

پس وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک قول میں فرماتے ہیں کہ اگر میں اِس کی تفسیر بیان کردوں تو تم مجھے سنگسار کردوگے۔

اور ایک روایت میں کہ تم کہو گے کہ مَیں کافر ہوں اور وہ آیت یہ ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا ؏

سورہ طلاق آیت ۱۲۔

اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی آسمانوں کی تعداد گنتی کے برابر زمینیں بھی بنائیں ان سب میں اللہ تعالیٰ کا حکم اُترتا ہے تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور بیشک اللہ تعالےٰ اپنے علم سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

حضرت امام زین العابدین کا قول

اس علم کی طرف حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب حضرت زین العابدین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا ہے۔

میں یہ نہیں جانتا کہ کیا یہ دونوں شعر انھوں نے فرمائے ہیں یا وہ اُن دونوں کی مثل فرمایا کرتے تھے۔

یارب جوهو علم لو أبوح به — لقيل لى أنت ممن يعبد الوثنا
ولاستحل رجال مسلمون دمی — يرون أقبح ما يأتونه حسنا

یارب علم کے جوہر کو اگر میں ظاہر کردوں تو میرے لئے کہا جائے گا کہ تو بُت پرستوں سے ہے۔

اور مسلمان مرد میرے خون کو حلال سمجھیں گے اور میرے خون بہانے کے قبیح امر کو اچھا خیال کریں گے۔

تو انھوں نے اپنے قول بُت پرستوں کے جُملہ سے اپنے مقصود کی خبر دی ہے۔ اس کی طرف انھوں نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کی تاویل پر نظر کی ہے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پہ پیدا کیا اور صورتہ کا ضمیر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کے بعض احتمالات سے ہے۔

انصاف کی نظر سے دیکھیں

اے برادر! میرے اس قول میں انصاف کریں جس میں میں نے آپ کے لئے کہا ہے کہ اس میں شک نہیں اور آپ میرے ساتھ اس میں شریک ہوں گے۔ کیونکہ

ہر وہ صحیح حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوئی تھی اور اس میں آپ نے اپنے ربِّ کریم کے یہ اوصاف بیان کئے ہیں کہ اس کے لئے فرحت، ہنسنا، تعجب بشاشت، غضب، تردّد، کراہت، محبت اور شوق اور ان کی مثل دوسری صفات پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا واجب ہے۔

تو اگر حضرتِ الٰہیہ سے کشفاً اور تجلّی و تعریفِ الٰہی کے ساتھ قلوبِ اولیاء پر ہوائیں چلیں۔ اس حیثیت سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلام سے جانیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اشہاد کے ساتھ گواہی دیں اُن امور کی جو ان سے ان الفاظ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر تعبیر ہوتے ہیں۔

اور بے شک اس تمام کے ساتھ میرا اور آپ کا ایمان واقع ہو چکا ہے۔ جب اُس کی مثل اللہ تبارک وتعالیٰ کے حق میں یہ ولی لائے گا تو کیا آپ اُسے زندیق نہیں کہیں گے۔

جیسا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! کیا آپ نہیں کہیں گے کہ یہ شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں تشبیہ کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اور بت پرست ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ کا وصف ان امور کے ساتھ کیسے بیان ہو سکتا ہے جس کے ساتھ مخلوق کا وصف بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بتوں کو پوجنے والے اس سے زیادہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ حضرت علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا!

کیا اُسے قتل نہیں کرو گے یا اس کے قتل کا فتویٰ نہیں دو گے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! کہ تم کون سی چیز پر ایمان لاتے ہو اور تسلیم کرتے ہو جب کہ تم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حق میں ان امور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سُنا ہے اور جو عقلی دلائل کے لئے محال ہیں ان کی تاویل سے منع کرتے ہو۔

علم اسرار کا دروازہ بند نہیں

اشعری نے اِن کی تاویل اپنے گمان میں تنزیہہ کی وجوہ پر کی ہے تو یہ کہاں کا انصاف ہے کیا وسیع تر قدرت قلیل ہو گئی ہے کہ اِس ولی کو علوم اسرار سے کیسے وہ عطا ہو گیا جو نبی علیہ السلام کو عطا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ خصائص نبوت سے نہیں۔ اور نہ شارع علیہ السلام نے اپنی اُمت پر اِس دروازہ کو بند کیا ہے اور نہ اِس میں کوئی چیز بیان فرمائی ہے بلکہ فرمایا ہے کہ میری اُمت میں محدثین ہیں اور اُن میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ محدث یعنی کلام کرنے والے نبی نہیں ہیں اور اس کی مثل گفتگو کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ گفتگو تشریعی احکام کے حلال و حرام سے خارج ہے کیونکہ یہ یعنی تشریع خصائص نبوت سے ہے۔ اور علوم الٰہیہ کے دقائق پر اطلاع یا نا نبوت لتشریعی کے خصائص سے نہیں۔

بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں رسول و ولی، اور تابع و متبوع تمام میں ساری ہوتے ہیں۔

اے دوست! آپ سے انصاف کہاں ہوا ہے؟ کیا یہ فقہاء اور اُن اصحاب فکر میں موجود نہیں جو اولیاء کے مقابلہ میں فرعون اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے سامنے دجال ہیں۔

خدا کی قسم! ہم سے عبداللہ تعالیٰ کی شریعت کے ساتھ عمل کرنے کے لئے کہتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے سکھاتا ہے اور اُس کی تعلیم کا اُن علوم کے ساتھ متولی ہے۔ جن کا نتیجہ اُس کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۖ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ ۗ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ
البقرہ آیت ۲۸۲

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ تم کو سکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے!

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا
انفال آیت ۲۹

اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو تمہارے لئے فرق کرنے والی ایک قوت پیدا کر دے گا

فاروق اعظم اس مقام کے قطب ہیں

اِس مقام کے اقطاب سے حضرت عمرؓ بن الخطاب اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

اِس لئے رسول رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُس قوت کے حق میں فرمایا! جو انہیں اللہ تبارک نے عطا فرمائی تھی کہ اے عمرؓ شیطان جس راستے میں تجھ سے ملتا ہے اُس راستے کو تبدیل کر لیتا ہے۔

تو یہ شہادت معصوم کے ساتھ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عصمت پر دلیل ہے۔

اور ہم جانتے ہیں کہ شیطان ہمارے ساتھ ہرگز نہیں چلتا مگر باطل کی طرف اور یہ راستہ حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راستے کے علاوہ ہے۔

پس نص کے ساتھ واضح ہوا کہ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہِ حق کے علاوہ نہیں چلتے۔ اور آپ اُن میں سے تھے جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام راستوں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں پکڑتی کیونکہ حق کے لئے صولت و دبدبہ

ہے۔ اور نفوس پر حق کا اُٹھانا سخت مشکل کام ہے۔ اور نفوس اُسے نہ اُٹھاتے ہیں نہ اُسے قبول کرتے ہیں بلکہ اُس کی تردید کرتے ہیں۔ اس لئے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! حق تعالیٰ نے عمر کے لئے کوئی دوست نہ چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا یعنی ظاہر و باطن میں۔

ایک بڑی مصیبت

رہا ظاہر میں تو یہ عدم انصاف اور حب ریاست کے لئے ہے۔ اور انسان کا اُس کی عبودیت سے نکل جانا اور لایعنی شغل میں مشغول ہونا اور حب بنفسہ اس شغل سے اُس کی طرف بلایا جاتا ہے تو اُس کا لوگوں کے عیب سے اپنی ذات اور عیب سے فارغ نہ ہونا ہے۔

رہا باطن میں اُن کا دوست نہ ہونا تو حق تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں کوئی دوست نہ چھوڑا۔ پس سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن کا کسی سے تعلق نہیں تھا۔ پھر سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ جب اس انکار کرنے والے طائفہ کے کسی شخص سے آپ کہیں کہ اپنی ذات میں مشغول رہو یعنی اپنے کام سے کام رکھو۔ تو وہ آپ کو کہے گا کہ میں دین کی حمایت اور غیرت کے لئے قائم ہوں اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے غیرتِ ایمان ہے اس کی مثال دیتا ہے اور ٹھہرتا نہیں اور نہ یہ دیکھتا ہے کہ کیا یہ امکان کے قبیل سے ہے یا نہیں یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اولیاء میں سے کسی ولی کو وہ علم عطا فرما دے جس کے ساتھ وہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح اپنی مخلوق میں امور جاری کرتا ہے۔

اور اُسے اپنے وہ علوم سکھا دے جن کی عبارت اُس صیغہ سے ہو جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام فرمایا! جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا!

وما فعلتہ عن امری
یعنی اور میں نے یہ اپنے حکم سے نہیں کیا

صفاتِ خداوندی کا بیان عقیدۂ تشبیہ نہیں

یہ منکر اپنے گمان میں اِس پر ایمان لاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اِسے لائے ہیں پس خدا کی قسم اگر یہ شخص اِن کے ساتھ ایمان لے آتا تو اِس ولی پر انکار نہ کرتا کیونکہ شارع علیہ السلام نے جنابِ الٰہی کے بارے میں اِستواء، نزول معیت، ہنسنا، بشاشت، تعجب اور ان کی مثل صفات کے اطلاق کا انکار نہیں فرمایا اور نہ ہی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کبھی ایسی حدیث وارد ہوئی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی پر ان کی صفات کو بند فرمایا ہے۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے ہمیں فرمایا ہے کہ!

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

پس حضور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اِسے ہمارے لئے کھول دیا اور ہمیں اِس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہوئے فرمایا!

فاتبعونی یحببکم اللہ

تو یہ امر آپ کی اتباع واطاعت سے ہے کہ جو اطاعت کرے گا اب جب کہ ہم پر حق تعالیٰ سبحانہٗ کی طرف سے حق سے وارد ہوا ہے۔ تو ہم نے اُس کے عِلمِ لَدُنی کو جان لیا جس میں رحمت ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس کے ساتھ ہمیں تو جہ دلا کر ہم پر یہ عنایت فرمائی اور اس میں ہم اپنے پروردگار سے دلیل پر ہیں اور

اُس کی آیات ہماری شاہد ہیں اور یہ ہمیں توجہ دلا کر ہم پر عنایت فرمائی اور یہ ہمارا اُس کی سنّت کا اتباع کرنا ہے جو ہمارے لئے مشروع ہوا ہے۔ اس میں ہم کسی چیز کے ساتھ خلل نہیں ڈالتے اور اور نہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حرام کئے گئے کو حلال کرنے اور حلال کئے گئے کو حرام کرنے میں ارتکابِ مخالفت کرتے ہیں اور ہم ان عباراتِ نبویہ میں مثل اُس معلوم کو طلب کرتے ہیں جس کا علم ہمیں حق تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے تاکہ اس سے اس کے ساتھ کھول کر بیان کریں بالخصوص جب ہم سے اس چیز کے بارے میں پوچھا جائے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُس سے خبر دیتا ہے جس کی یہ صفت ہو کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف بصیرت کے ساتھ بلائے پس جو مامور بہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اُس پر اُن الفاظِ نبویہ کا ان معنوں میں اطلاق کریں گے کیونکہ اگر عبارت میں اسے زیادہ فصیح معنیٰ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کا اطلاق فرماتے۔

کیونکہ جو کچھ آپؐ پر نازل ہوا تھا آپؐ اُسے ہم پر نازل کرنے کے لئے مامور تھے اور ہم اس کے علاوہ کی طرف نہیں لوٹتے۔ کیونکہ ہماری مُراد تحقیق کے ساتھ اسے بیان کرنا ہے کہ پس لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ یعنی اُس کی مثل کوئی چیز نہیں۔

جب ہم اس کے علاوہ عبارت کی طرف توجہ دیں گے تو اس میں ہمارا ادعا یہ ہوگا کہ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق اور تنزیہہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ جانتے ہیں اور یہ سوءِ ادبی ہوگی۔

پس لازم ہے کہ اس معنیٰ سے سامع کے نزدیک اختلال واقع ہو کیونکہ جس لفظ کی تم مخالفت کرتے ہو وہ لفظ ہے جو افصح الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید مطابقت کے حکم کے ساتھ اس معنیٰ پر دلالت نہیں کرتا۔

اگر عالم ہے تو حاسد ہے

پس ہمارے لئے اتباع اور پیروی مشروع ہے اور اس کی مثل باتیں لانے والا منکر یکفر، اس تمام امر میں نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے اور یہ دو امروں یا دو میں سے کسی ایک امر سے ہوگا اگر وہ عالم ہے تو وہ اس کے ساتھ حسد پہ قائم ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے!

حسدا من عند انفسھم

اور اگر وہ جاہل ہے تو وہ نبوت سے ناواقف اور جاہل تر ہے۔

اقطاب سے ملاقات

اے دوست! ان اقطاب سے ہماری ملاقات مکہ معظمہ میں جبل ابی قبیس پر ایک دن میں ستر سے زیادہ اشخاص کے ساتھ ہوئی۔ اس طبقہ کے لئے ان کے طریق میں کوئی شاگرد نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ طریق تربیت کے سلوک کی منزلیں طے کراتے ہیں لیکن ان کے لئے نصیحت و وصیت کرنا اور علم کا نشر کرنا ہے تو جس کو توفیق ہوتی ہے وہ اس کے ساتھ علم اخذ کر لیتا ہے۔

جس کے آگے صرف نبی کا قدم ہے۔

کہتے ہیں کہ اباسعود بن شبل ان میں سے تھے میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی اور نہ میں نے انھیں دیکھا ہے لیکن میں نے ان کی پاکیزہ خوشبو اور نفسِ معطر کو سونگھا ہے۔

مجھے روایت پہنچی ہے کہ حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت کے قطب عادل تھے اور انھوں نے محمد بن قائد اوانی کے لیئے اس مقام کی گواہی دی ہے ۔ میری طرف ایسے ہی نقل ہوا ہے اور اس کی ذمہ داری نقل کرنیوالے پر ہے کیوں کہ ابن قائد کا گمان ہے کہ میں نے وہاں اپنے آگے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم مبارک کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا اور یہ مقام افرادِ وقت کا ہی ہوتا ہے ۔

چنانچہ اگر وہ افرادِ وقت نہ ہوتے تو لازماً اپنے آگے اپنے وقت کے قطب کا قدم اپنے نبیؐ کے قدم پر زائد دیکھتے اگر چہ وہ امام ہوتے اور اگر وتد ہوتے تو اپنے آگے تین قدم دیکھتے اور اگر ابدال ہوتے تو اپنے آگے چار قدم دیکھتے اور ایسے ہی ہوتا ہے مگر یہ کہ حضرتِ اتباع میں مقام لازم ہو تو جب حضرات اتباع میں قائم نہیں ہوگا اور مخرج و طریق کے درمیان دائیں راستے کو پھر جائے تو اپنے آگے کوئی قدم نہیں دیکھے گا ۔

یہ علوم اولیاء کے ہیں

یہ وہ طریق ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے ہر موجود کی طرف ہے اور اس خاص وجہ سے یہ علوم اولیاء اللہ پر منکشف ہوتے ہیں جن کا ان پر انکار کیا جاتا ہے اور انھیں زندیق کہا جاتا ہے اور ان پر ایمان لانے والا بھی انہیں زندیق کہتا ہے اور ان کی تکفیر کرتا ہے جب کہ ان علوم کو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لائے ہیں اور یہ علوم بعینہ وہ ہیں جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا اور اس مقام کے اصحاب کے لیئے عالم میں تصریف و تصرف کرنا ہے ۔

جو اولیاء تصرف نہیں کرتے

ان میں سے پہلا طبقہ وہ ہے جس نے تمکن کے باوجود مخلوق میں تصرف

کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیا ہے اور اُن کے لئے حق تعالیٰ کی تولیت
ممکناً ہے امراً نہیں لیکن وہ عرض کرتے ہیں اور پوشیدگی کا لباس پہن لیتے ہیں۔
اور غیب کے خیموں میں داخل ہو جاتے ہیں یہ لوگ عوائد کے حجاب میں چلے جاتے
ہیں اور فقر و عبودیت کو لازم کر لیتے ہیں اور یہی نوجوان ظرفا ملامتیہ ہیں جو نیک
اور چھپے ہوئے ہیں، اور ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں
جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا کی اتباع کرتے ہیں وکیل کے
لئے یہ امر ہوتا ہے کہ وہ تصرف کرے پس اگر امر ہو تو حکم کی اتباع کرتا ہے یہ ان
لوگوں کی شان ہے۔

حضرت غوثِ اعظم مامور فی التصرف تھے

رہے حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اُن کے حال سے ظاہر ہے کہ
وہ تصرف کرنے کے لئے مامور تھے اس لئے آپ پر تصرف فرمانے کا غلبہ تھا اور آپ کی مثل
لوگوں کے لئے یہی گمان ہے۔
رہے محمد اوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو وہ فرماتے تھے مجھے تصرف عطا ہوا تو میں نے
قبول کر لیا پس وہ متصرف تھے اور مامور فی التصرف نہ تھے۔ پس آزمائش میں پڑے
اور اسی قدر آپ کی معرفت میں کمی آگئی جس قدر ابو سعود کا اُن پر مقام بلند ہوا۔

وہ مقامِ عبودیت کا تحقق چاہتے ہیں۔

ابو سعود نے طائفہ رکبان کے پہلے طبقہ کی زبان میں کلام کیا ہے۔ اِن لوگوں کی ثابت
قدمی کے لئے ہم نے اِن کا نام اقطاب رکھا کیونکہ یہ مقام یعنی مقامِ عبودیت اُن پر قدہ
کرتا ہے اور اُن کی قطبیت سے میری مراد اُن کے امر اور حکم کے تحت کسی جماعت

کا ہونا اور اُن کا اُس جماعت کے سردار اور اقطاب ہونا نہیں کیوں کہ وہ اِس سے بہت زیادہ بلند ہیں۔

پس اُن کے لئے اپنے نفوس میں بھی ہرگز ریاست نہیں ہوتی تاکہ وہ عبودیت کے ساتھ متحقق ہو جائیں۔ اور نہ تقدم کے ساتھ انہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اُس کی اطاعت اُن پر لازم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی اس پر عبودیت کے ساتھ متحقق ہوتے ہیں۔ وہ اپنے سردار کی اتباع میں مقامِ عبودیت میں قائم ہوتے ہیں۔

اور باوجود اختیار، دعویٰ یا حصولِ مقام کے طلب کے ظاہر نہیں ہوتا مگر وہ جبر اُس عبودیت کے ساتھ متحقق نہیں جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا۔

اے دوست! میں نے اس باب میں اُن کے مقامات کی پہچان کروا دی ہے اور اِن کے اکثر لوگوں کی تعریف اور دوسرے طبقہ کے اقطابِ مدبرین کے احوال کا تعین باقی ہے انشاء اللہ العزیز اس کے بعد اس بارے میں بیان ہوگا اور اللہ ہی حق فرماتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے اُس کے سوا کوئی رب نہیں۔

الحمد للہ تیسویں باب کا ترجمہ اختتام پذیر ہُوا

آئندہ جلد اکتیس تا پینتالیس کل پندرہ ابواب پر مشتمل ہے

صائم چشتی

تصنیف لطیف حضرت امام الموحدین سید المکاشفین شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی بن طائی اندلسی المعروف بہ ابن عربی قدس اللہ سرہ

ترجمہ و ترتیب ابو الحقائق علامہ صوفی محمد صدیق بیگ قادری

علی برادران تاجران کتب
نزد جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد

الفتوحات المكية

التي فتح الله بها على الشيخ الإمام العامل الراسخ الكامل
خاتم الأولياء الوارثين برزخ البرازخ محيي الحق
والدين أبي عبد الله محمد بن علي المعروف بابن عربي
الحاتمي الطائي قدس الله روحه ونور ضريحه آمين

المجلد الأول

ناشر

علی برادران نزد جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

لكم ولما تعبدون من دون الله وقال تعالى فلا تخافوهم فأبان عن المحل الذي ينبغي أن لا يظهر فيه خلق الخوف
ثم قال لهم وخافوني فأبان لهم حيث ينبغي أن يظهر حكم هذه الصفة وكذلك الحسد والحرص وجميع ما في هذه النشأة
الطبيعية الظاهر حكم روحانيتها فيها قد أبان الله لنا حيث نظهرها وحيث نمنعها فإنه من المحال إزالتها عن هذه النشأة
الا بزوالها لانها عينها والشيء لا يفارق نفسه قال صلى الله عليه وسلم لا حسد الا في اثنتين وقال زادك الله حرصا ولا تعد
وانما قلنا الظاهر حكم روحانيتها فيها تحرزنا بذلك من أجل أهل الكشف والعلماء الراسخين في العلم من المحققين
العالمين فان المسمى بالجماد والنبات عندنا لهم أرواح بطنت عن ادراك غير أهل الكشف اياها في العادة فلا يحس بها
مثل ما يحسها من الحيوان فالكل عند أهل الكشف حيوان ناطق بل حيّ ناطق غير أن هذا المزاج الخاص يسمى
انسانا لا غير بالصورة ووقع التفاضل بين الخلائق في المزاج فانه لا بدّ في كل ممتزج من مزاج خاص لا يكون الا له به يتميز
عن غيره كما يجتمع مع غيره في أمر فلا يكون عين ما يقع به الافتراق والتميز عين ما يقع به الاشتراك وعدم التميز فاعلم ذلك
وتحققه قال تعالى وان من شيء الا يسبح بحمده وشيء نكرة ولا يسبح الا حيّ عاقل عالم بمسبحه وقد ورد ان المؤذن
يشهد له مدى صوته من رطب ويابس والشرائع والنبوّات من هذا القبيل مشحونة ونحن زدنا مع الايمان بالاخبار
الكشف فقد سمعنا الاحجار تذكر الله رؤية عين بلسان نطق تسمعه آذاننا منها وتخاطبنا مخاطبة العارفين بجلال الله
مما ليس يدركه كل انسان فكل جنس من خلق الله أمة من الامم فطرهم الله على عبادة تخصهم أوحى بها اليهم في
نفوسهم فرسولهم من ذواتهم اعلام من الله بالهام خاص جبلهم عليه كعلم بعض الحيوانات بأشياء يقصر عن ادراكها
المهندس النحرير وتعلمهم على الاطلاق بمنافعهم فيما يتناولونه من الحشائش والمأكل وتجنب ما يضرّهم من ذلك
كل ذلك في فطرتهم كذلك المسمى جمادا ونباتا أخذ الله بأبصارنا وأسماعنا عما هم عليه من النطق ولا تقوم الساعة حتى
تكلم الرجل فخذه بما فعله أهله جعل الجهلاء من الحكماء هذا اذا صحّ ايمانهم به من باب العلم بالاختلاج يريدون به علم
الزجر وان كان علم الزجر علما صحيحا في نفس الامر وانه من أسرار الله ولكن ليس هو مقصود الشارع في هذا الكلام
فكان له صلى الله عليه وسلم الكشف الاتم فيرى ما لا نرى ولقد نبه عليه السلام على أمر عمل عليه أهل الله فوجدوه
صحيحا قوله لولا تزييد في حديثكم وتمريج في قلوبكم لرأيتم ما أرى ولسمعتم ما أسمع فخص برتبة الكمال في جميع أموره
ومنها الكمال في العبودية فكان عبدا صرفا لم يقم بذاته ربانية على أحد وهي التي أوجبت له السيادة وهي الدليل على
شرفه على الدوام وقد قالت عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل أحيانه ولنا منه ميراث وافر
وهو أمر يختص بباطن الانسان وقوله وقد يظهر خلاف ذلك بأفعاله مع تحققه بالمقام فيلتبس على من لا معرفة له
بالاحوال فقد بينا في هذا الباب ما مست الحاجة اليه والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

﴿الباب الثالث عشر في معرفة حملة العرش﴾

العرش والله بالرحمن محمول * وحاملوه وهذا القول معقول
وأيّ حول لمخلوق ومقدرة * لولا جاه به عقل وتنزيل
جسم وروح وأقوات ومرتبة * ما ثم غير الذي رتبت تفصيل
فذا هو العرش ان حققت سورته * والمستوي باسمه الرحمن مأمول
وهم ثمانية والله يعلمهم * واليوم أربعة ما فيه تعليل
محمد ثم رضوان ومالكهم * وآدم وخليل ثم جبريل
والحق ميكال اسرافيل ليس هنا * سوى ثمانية غرّ بهاليل

اعلم أيد الله الولي الحميم أن العرش في لسان العرب يطلق ويراد به الملك يقال ثلّ عرش الملك اذا دخل في ملكه خلل
ويطلق ويراد به السرير فاذا كان العرش عبارة عن الملك فتكون حملته هم القائمون به واذا كان العرش السرير
فتكون حملته ما يقوم عليه من القوائم أو من يحمله على كواهلهم والعدد يدخل في حملة العرش وقد جعل الرسول

حكمهم في الدنيا أربعة وفي القيامة ثمانية فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية
ثم قال وهم اليوم أربعة يعني في يوم الدنيا وقوله يومئذ ثمانية يعني يوم الآخرة روينا عن ابن مسرة الجبلي من
أكبر أهل الطريق علما وحالا وكشفا العرش المحمول هو الملك وهو محصور في جسم وروح وغذاء ومرتبة فآدم
واسرافيل للصور وجبريل ومحمد للارواح وميكائيل وابراهيم للارزاق ومالك ورضوان للوعد والوعيد وليس
في الملك الا ما ذكر والاغذية التي هي الارزاق حسية ومعنوية فالذي نذكر في هذا الباب الطريقة الواحدة التي هي
بمعنى الملك لما يتعلق به من الفائدة في الطريق وتكون حملته عبارة عن القائمين بتدبيره فتدبر صورة عنصرية
أو صورة نورية وروحا مدبرا لصورة عنصرية وروحا مدبرا لصورة نورية وغذاء لصورة عنصرية وغذاء
علوم ومعارف لارواح ومرتبة حسية من سعادة بدخول الجنة ومرتبة حسية من شقاوة بدخول جهنم
ومرتبة روحية علمية فبنى هذا الباب على أربع مسائل المسئلة الاولى الصورة والمسئلة الثانية الروح
والمسئلة الثالثة الغذاء والمسئلة الرابعة المرتبة وهي الغاية وكل مسئلة منها تنقسم قسمين فتكون ثمانية وهم حملة
عرش الملك أي اذا ظهرت الثمانية قام الملك وظهر واستوى عليه مالكه المسئلة الاولى الصورة وهي تنقسم قسمين صورة
جسمية عنصرية تتضمن صورة جسدية خيالية والقسم الآخر صورة جسمية نورية فلنبتدئ بالجسم النوري
فنقول ان أول جسم خلقه الله أجسام الارواح الملكية المهيمة في جلال الله ومنهم العقل الاول والنفس الكل واليها
انتهت الاجسام النورية المخلوقة من نور الجلال وما ثم ملك من هؤلاء الملائكة من وجد بواسطة غيره الا النفس التي
دون العقل وكل ملك خلق بعد هؤلاء فداخلون تحت حكم الطبيعة فهم من جنس أفلاكها التي خلقوا منها وهم عمارها
وكذلك ملائكة العناصر وآخر صنف من الاملاك الملائكة المخلوقون من أعمال العباد وأنفاسهم فلنذكر كذلك
صنفا صنفا في هذا الباب ان شاء الله تعالى اعلم ان الله تعالى كان قبل ان يخلق الخلق ولا قبلية زمان وانما ذلك عبارة
للتوصيل تدل على نسبة يحصل بها المقصود في نفس السامع كان جل وتعالى في عماء ما تحته هواء وما فوقه هواء وهو أول
مظهر الحق ظهر فيه سرى فيه النور الذاتي كما ظهر في قوله الله نور السموات والارض فلما انصبغ ذلك العماء بالنور
فتح فيه صور الملائكة المهيمين الذين هم فوق عالم الاجسام الطبيعية ولا عرش ولا مخلوق تقدمهم فلما أوجدهم تجلى
لهم فصار لهم من ذلك التجلي غيبا كان ذلك الغيب روحا لهم أي لتلك الصور وتجلى لهم في اسمه الجميل فهاموا في جلال
جماله فهم لا يفيقون فلما شاء ان يخلق عالم التدوين والتسطير عين واحدا من هؤلاء الملائكة الكروبيين وهو أول
ملك ظهر من ملائكة ذلك النور سماه العقل والقلم وتجلى له في مجلى التعليم الوهبي بما يريد ايجاده من خلقه لا الى غاية
وحد فقبل بذاته علم ما يكون وما للحق من الاسماء الالهية الطالبة صدور هذا العالم الخلقي فاشتق من هذا العقل
موجودا آخر سماه اللوح وأمر القلم ان يتدلى اليه ويودع فيه جميع ما يكون الى يوم القيامة لا غير وجعل لهذا القلم
ثلاثمائة وستين سنا في قلميته أي من كونه قلما ومن كونه عقلا ثلاثمائة وستين تجليا أو رقيقة كل سن أو رقيقة تغترف
من ثلاثمائة وستين صنفا من العلوم الاجمالية فيفصلها في اللوح فهذا احصر ما في العالم من العلوم الى يوم القيامة فعلمها
اللوح حين أودعها اياها القلم فكان من ذلك علم الطبيعة وهو أول علم حصل في هذا اللوح من علوم ما يريد الله خلقه
فكانت الطبيعة دون النفس وذلك كله في عالم النور الخالص ثم أوجد سبحانه الظلمة المحضة التي هي في مقابلة هذا النور
بمنزلة العدم المطلق المقابل للوجود المطلق فعندما أوجدها أفاض عليها النور افاضة ذاتية بمساعدة الطبيعة فلأم شعثها
ذلك النور فظهر الجسم المعبر عنه بالعرش فاستوى عليه الاسم الرحمن بالاسم الظاهر فذلك أول ما ظهر من عالم الخلق
وخلق من ذلك النور الممتزج الذي هو مثل ضوء السحر الملائكة الحافين بالسرير وهو قوله وترى الملائكة حافين
من حول العرش يسبحون بحمد ربهم فليس لهم شغل الا كونهم حافين من حول العرش يسبحون بحمده وقد بينا
حقائق العالم في كتاب سميناه عقلة المستوفز وانما أخذ منه في هذا الباب رؤس الاشياء ثم أوجد الكرسي في جوف
هذا العرش وجعل فيه ملائكة من جنس طبيعته فكل فلك أصل لما خلق فيه من عماره كالعناصر فيما خلق منها من

عمارها كما خلق آدم من تراب وعمر به وببنيه الارض وقسم في هذا الكرسي الكريم الكلمة الى خبر وحكم وهما القدمان اللتان تدلتا له من العرش كما ورد في الخبر النبوي ثم خلق في جوف الكرسي الافلاك فلكا في جوف فلك وخلق في كل فلك عالما منه يعمرونه سماهم ملائكة يعني رسلا وزينها بالكواكب وأوحى في كل سماء أمرها الى أن خلق صور المولدات ولما كمل الله هذه الصور النورية والعنصرية بلا أرواح تكون غيبا لهذه الصور تجلى لكل صنف من الصور بحسب ما هي عليه فتكونت عن الصور وعن هذا التجلي أرواح الصور وهي المسئلة الثانية فخلق الارواح وأمرها بتدبير الصور وجعلها غير منقسمة بل ذاتا واحدة وميز بعضها عن بعض فتميزت وكان ميزها بحسب قبول الصور من ذلك التجلي وليست الصور بأبنيات لهذه الارواح على الحقيقة الا ان هذه الصور لها كالملك في حق الصور العنصرية وكالمظاهر في حق الصور كلها ثم أحدث الله الصور الجسدية الخيالية بتجل آخر بين اللطائف والصور تتجلى في تلك الصور الجسدية الصور النورية والنارية ظاهرة للعين وتتجلى الصور الحسية حاملة للصور المعنوية في هذه الصور الجسدية في النوم وبعد الموت وقبل البعث وهو البرزخ الصوري وهو قرن من نور أعلاه واسع وأسفله ضيق فان أعلاه السماء وأسفله الارض وهذه الاجساد الصورية التي يظهر فيها الجن والملائكة وباطن الانسان وهي الظاهرة في النوم وصور سوق الجنة وهي هذه الصور التي تعمر الارض التي تقدم الكلام عليها في بابها ثم ان الله تعالى جعل لهذه الصور ولهذه الارواح غذاء وهو المسئلة الثالثة يكون بذلك الغذاء بقاؤهم وهو رزق حسي ومعنوي فالمعنوي منه غذاء العلوم والتجليات والاحوال وأغذاء المحسوس معلوم وهو ما تحمله صور المطعومات والمشروبات من المعاني الروحانية أعني القوى فذلك هو الغذاء فالغذاء كله معنوي على ما قلناه وان كان في صور محسوسة وتتغذى كل صورة نورية كانت أو حيوانية أو جسدية بما يناسبها وتفصيل ذلك يطول ثم ان الله جعل لكل عالم مرتبة في السعادة والشقاء ومعرفة مواطنها لا تنحصر فسعادتها بحسبها فمنها سعادة عرضية ومنها سعادة كمالية ومنها سعادة ملائمة ومنها سعادة وضعية أعني شرعية والشقاوة مثل ذلك في التقسيم بما لا يوافق الغرض ولا الكمال ولا المزاج وهو غير الملائم ولا الشرع وذلك كله محسوس ومعقول فالمحسوس منه ما يتعلق بدار الشقاء من الآلام في الدنيا والآخرة ويتعلق بدار السعادة من اللذات في الدنيا والآخرة ومنه خالص وممتزج فالخالص يتعلق بالدار الآخرة والممتزج يتعلق بالدار الدنيا فيظهر السعيد بصورة الشقي والشقي بصورة السعيد وفي الآخرة يتمايزون وقد يظهر الشقي في الدنيا بشقاوته ويتصل بشقاء الآخرة وكذلك السعيد ولكنهم مجهولون وفي الآخرة يتمايزون وامتازوا اليوم أيها المجرمون فهنالك تلحق المراتب بأهلها لحوقا لا ينخرم ولا يتبدل فقد بان لك معنى الثمانية التي هي مجموع الملك المعبر عنه بالعرش وهذه هي المسئلة الرابعة فقد بان لك معنى الثمانية وهذه الثمانية للنسب الثمانية التي يوصف بها الحق وهي الحياة والعلم والقدرة والارادة والكلام والسمع والبصر وادراك المطعوم والمشموم والملموس بالصفة اللائقة به فان لهذا الادراك بها تعلقا كادراك السمع بالمسموعات والبصر بالمبصرات ولهذا انحصر الملك في ثمانية فالظاهر منها في الدنيا أربعة الصورة والغذاء والمرتبتان ويوم القيامة تظهر الثمانية بجميعها للعيان وهو قوله تعالى ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية فقال صلى الله عليه وسلم وهم اليوم أربعة هذا في تفسير العرش بالملك وأما العرش الذي هو السرير فان لله ملائكة يحملونه على كواهلهم هم اليوم أربعة وغدا يكونون ثمانية لاجل الحمل الى أرض الحشر وورد في صور هؤلاء الاربعة الحملة ما يقاربه قول ابن مسرة فقيل الواحد على صورة الانسان والثاني على صورة الاسد والثالث على صورة النسر والرابع على صورة الثور وهو الذي رآه السامري فتخيل انه اله موسى فصنع لقومه العجل وقال هذا الهكم واله موسى القصة والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

﴿الباب الرابع عشر﴾

في معرفة أسرار الانبياء أعني أنبياء الاولياء وأقطاب الامم المكملين من آدم عليه السلام الى محمد صلى الله عليه وسلم وان القطب واحد منذ خلقه الله لم يمت وأين مسكنه

أنبياء الاولياء الورثة * عرّف الله بهم من بعثه
ثم لم يردع امام واحد * سرّ هذا الامر روح نفثه
ثم لما عقد الله له * وسرى فى خلقه ما نكثه
ونلقته على عزته * منة منه قلوب الورثة
موضع القطب الذى يسكنه * ليس يدريه سوى من ورثه

اعلم أيدك الله ان النبىّ هو الذى يأتيه الملك بالوحى من عند الله يتضمن ذلك الوحى شريعة يتعبده بها فى نفسه فان بعث بها الى غيره كان رسولا و يأتيه الملك على حالتين اما ينزل بها على قلبه على اختلاف أحوال فى ذلك التنزل واما على صورة جسدية من خارج يلقى ما جاء به اليه على اذنه فيسمع أو يلقيها على بصره فيبصره فيحصل له من النظر مثل ما يحصل له من السمع سواء وكذلك سائر القوى الحساسة وهذا باب قد أغلق برسول الله صلى الله عليه وسلم فلا سبيل ان يتعبد الله أحدا بشريعة ناسخة لهذه الشريعة المحمدية وان عيسى عليه السلام اذا نزل ما يحكم الا بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم وهو خاتم الاولياء فانه من شرف محمد صلى الله عليه وسلم ان ختم الله ولاية أمته والولاية مطلقة بنبى رسول مكرم ختم به مقام الولاية فله يوم القيامة حشران يحشر مع الرسل رسولا و يحشر معنا وليا تابعا محمدا صلى الله عليه وسلم كرمه الله تعالى والياس بهذا المقام على سائر الانبياء وأما حالة أنبياء الاولياء فى هذه الامة فهو كل شخص أقامه الحق فى تجل من تجلياته وأقام له مظهر محمد صلى الله عليه وسلم ومظهر جبريل عليه السلام فاسمعه ذلك المظهر الروحانىّ خطاب الاحكام المشروعة لمظهر محمد صلى الله عليه وسلم حتى اذا فرغ من خطابه وفزع عن قلب هذا الولىّ عقل صاحب هذا المشهد جميع ما تضمنه ذلك الخطاب من الاحكام المشروعة الظاهرة فى هذه الامة المحمدية فيأخذها هذا الولىّ كما أخذها المظهر المحمدى للحضور الذى حصل له فى هذه الحضرة مما أمر به ذلك المظهر المحمدى من التبليغ لهذه الامة فيرد الى نفسه وقد وعى ما خاطب الروح به مظهر محمد صلى الله عليه وسلم وعلم صحته علم يقين بل عين يقين فاخذ حكم هذا النبىّ وعمل به على بينة من ربه فرب حديث ضعيف قد ترك العمل به لضعف طريقه من أجل وضاع كان فى رواته يكون صحيحا فى نفس الامر و يكون هذا الواضع مما صدق فى هذا الحديث ولم يضعه وانما رده المحدث لعدم الثقة بقوله فى نقله وذلك اذا انفرد به ذلك الواضع أو كان مدار الحديث عليه وأما اذا شاركه فيه ثقة سمعه معه قبل ذلك الحديث من طريق ذلك الثقة وهذا ولى قد سمعه من الروح يلقيه على حقيقة محمد صلى الله عليه وسلم كما سمع الصحابة فى حديث جبريل عليه السلام مع محمد صلى الله عليه وسلم فى الاسلام والايمان والاحسان فى تصديقه اياه واذا سمعه من الروح الملقى فهو فيه مثل الصاحب الذى سمعه من فم رسول الله صلى الله عليه وسلم علما لا يشك فيه بخلاف التابع فانه يقبله على طريق غلبة الظن لارتفاع التهمة المؤثرة فى الصدق ورب حديث يكون صحيحا من طريق رواته يحصل لهذا المكاشف الذى قد عاين هذا المظهر فسأل النبىّ صلى الله عليه وسلم عن هذا الحديث الصحيح فانكره وقال له لم أقله ولا حكمت به فيعلم ضعفه فيترك العمل به عن بينة من ربه وان كان قد عمل به أهل النقل لصحة طريقه وهو فى نفس الامر ليس كذلك وقد ذكر مثل هذا مسلم فى صدر كتابه الصحيح وقد يعرف هذا المكاشف من وضع ذلك الحديث الصحيح طريقه فى زعمهم اما أن يسمى له أو تقام له صورة الشخص فهؤلاء هم أنبياء الاولياء ولا ينفردون قط بشريعة ولا يكون لهم خطاب بها الا بتعريف ان هذا هو شرع محمد صلى الله عليه وسلم أو يشاهد المنزل عليه بذلك الحكم فى حضرة التمثل الخارج عن ذاته والداخل المعبر عنه بالمبشرات فى حق النائم غير ان الولىّ يشترك مع النبىّ فى ادراك ما تدركه العامة فى النوم فى حال اليقظة سواء وقد أثبت هذا المقام للاولياء أهل طريقنا واثبات هذا وهو الفعل بالهمة والعلم من غير معلم من المخلوقين غير الله وهو علم الخضر فان آتاه الله العلم بهذه الشريعة التى تعبده بها على لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم بارتفاع الوسائط أعنى الفقهاء وعلماء الرسوم كان من العلم اللدنى ولم يكن من أنبياء هذه الامة فلا يكون من يكون من الاولياء وارث نبى الا على هذه الحالة الخاصة من مشاهدة الملك عند الالقاء على حقيقة الرسول فافهم فهؤلاء هم

أنبياء الاولياء وتستوى الجماعة كلها فى الدعاء الى الله على بصيرة كما أمر الله تعالى نبيه صلى الله عليه وسلم أن يقول أدعو الى الله على بصيرة أنا ومن اتبعنى وهم أهل هذا المقام فهم فى هذه الامة مثل الانبياء فى بنى اسرائيل على مرتبة تعبد هرون بشريعة موسى عليهما السلام مع كونه نبيا فان الله قد شهد بنبوته وصرح بها فى القرآن فمثل هؤلاء يحفظون الشريعة الصحيحة التى لاشك فيها على أنفسهم وعلى هذه الامة ممن اتبعهم فهم أعلم الناس بالشرع غيران الفقهاء لايسلمون لهم ذلك وهؤلاء لايلزمهم اقامة الدليل على صدقهم بل يجب عليهم الكتم لمقامهم ولا يردون على علماء الرسوم فيما ثبت عندهم مع علمهم بان ذلك خطأ فى نفس الامر فحكمهم حكم المجتهد الذى ليس له أن يحكم فى المسئلة بغير ما أداه اليه اجتهاده وأعطاه دليله وليس له أن يخطئ المخالف له فى حكمه فان الشارع قد قرر ذلك الحكم فى حقه فالادب يقتضى له أن لايخطئ ما قرره الشارع حكما ودليله وكشفه يحكم عليه باتباع حكم ما ظهر له وشاهده وقد ورد الخبر عن النبى صلى الله عليه وسلم ان علماء هذه الامة أنبياء بنى اسرائيل يعنى المنزلة التى أشرنا اليها فان أنبياء بنى اسرائيل كانت تحفظ عليهم شرائع رسلهم وتقوم بها فيهم وكذلك علماء هذه الامة وأئمتها يحفظون عليها أحكام رسولها صلى الله عليه وسلم كعلماء الصحابة ومن نزل عنهم من التابعين واتباع التابعين كالثورى وابن عيينة وابن سيرين والحسن ومالك وابن أبى رباح وأبى حنيفة ومن نزل عنهم كالشافعى وابن حنبل ومن جرى مجرى هؤلاء الى هلم جرا فى حفظ الاحكام (وطائفة أخرى) من علماء هذه الامة يحفظون عليها أحوال الرسول صلى الله عليه وسلم وأسرار علومه كعلى وابن عباس وسلمان وأبى هريرة وحذيفة ومن التابعين كالحسن البصرى ومالك بن دينار وبنان الحمال وأيوب السختيانى ومن نزل عنهم بالزمان كشيبان الراعى وفرج الاسود المعمر والفضيل بن عياض وذى النون المصرى ومن نزل عنهم كالجنيد والتسترى ومن جرى مجرى هؤلاء من السادة فى حفظ الحال النبوى والعلم اللدنى والسر الالهى فاسرار حفظة الحكم موقوفة فى الكرسى عند القدمين اذلم يكن لهم حال نبوى يعطى سر الحياة ولا علما لدنيا وأسرار حفاظ الحال النبوى والعلم اللدنى من علماء حفاظ الحكم وغيرهم موقوفة عند العرش والعماء ولا موقوفة ومنها ما الهامقام ومنها ما الامقام لها وذلك مقام لها تتميز به فان ترك العلامة بين أصحاب العلامات علامة محققة غير محكوم عليها بتقييد وهى أسنى العلامات ولا يكون ذلك الا للمتمكن الكامل فى الورث المحمدى وأما اقطاب الامم المكملين فى غير هذه الامة ممن تقدمنا بالزمان فجماعة ذكرت لى أسماؤهم باللسان العربى لما أشهدتهم ورأيتهم فى حضرة برزخية وأنا بمدينة قرطبة فى مشهد أقدس فكان منهم المفرق ومداوى الكلوم والبكاء والمرتفع والشفاء والماحق والعاقب والمنحور وشجر الماء وعنصر الحياة والشريد والراجع والصانع والطيار والسالم والخليفة والمقسوم والحى والرامى والواسع والبحر والملصق والهادى والمصلح والباقى فهؤلاء المكملون الذين سموا لنا من آدم عليه السلام الى زمان محمد صلى الله عليه وسلم وأما القطب الواحد فهو روح محمد صلى الله عليه وسلم وهو الممد لجميع الانبياء والرسل سلام الله عليهم أجمعين والاقطاب من حين النشء الانسانى الى يوم القيامة قيل له صلى الله عليه وسلم متى كنت نبيا فقال صلى الله عليه وسلم وآدم بين الماء والطين وكان اسمه مداوى الكلوم فانه بجراحات الهوى خبير والرأى والدنيا والشيطان والنفس بكل لسان نبوى أو رسالى أو لسان الولاية وكان له نظر الى موضع ولادة جسمه بمكة والى الشام ثم صرف الآن نظره الى أرض كثيرة الحر واليبس لايصل اليها أحد من بنى آدم بجسده الا أنه قد رآها بعض الناس من مكة فى مكانه من غير نقلة زويت له الارض فرآها وقد أخذنا نحن عنه علوما جمة بما خذ مختلفة ولهذا الروح المحمدى مظاهر فى العالم أكمل مظهره فى قطب الزمان وفى الافراد وفى ختم الولاية المحمدى وختم الولاية العامة الذى هو عيسى عليه السلام وهو المعبر عنه بمسكنه وسأذكر فيما بعد هذا الباب ان شاء الله من كونه مداوى الكلوم من الاسرار وما انتشر عنه من العلوم ثم ظهر هذا المرتبة ظهور حال مداوى الكلوم فى شخص آخر اسمه المشتغل بالقضاء والقدر ثم انتقل الحكم منه الى مظهر الحق ثم انتقل من مظهر الحق الى الهانج ثم انتقل من الهانج الى شخص يسمى واضع الحكم وأظنه لقمان والله أعلم فانه كان فى زمان داود وسأنا منه

على يدى ابنه لقمان ثم انتقل من واضع الحكم الى الكاتب ثم انتقل من الكاتب الى جامع الحكم وما عرفت لمن انتقل الامر من بعده وسأذكر فى هذا الكتاب اذا جاءت أسماء هؤلاء ما اختصوا به من العلوم ونذكر لكل واحد منهم مسئلة ان شاء الله ويجرى ذلك على لسانى فما أدرى ما يفعل الله بى ويكفى هذا القدر من هذا الباب والله يقول الحق وهو يهدى السبيل انتهى الجزء الثالث عشر +

●(بسم الله الرحمن الرحيم)●

﴿الباب الخامس عشر فى معرفة الانفاس ومعرفة أقطابها المحققين بها وأسرارهم هى﴾

علم الانفاس من نفسى ● وهم الاعلون فى القدس
مصطفاهم سيد لسن ● وحيه يأتيه فى الجرس
قلت للبواب حين رأى ● ما أقاسيه من الحرس
قال ما تبغيه ياولدى ● قلت قرب السيد الندس
من شفيعى للامام عسى ● خطرة منه لمختلس
قال ما يعطى عوارفه ● لغنىّ غير مبتئس

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نفس الرحمن يأتينى من قبل اليمن قيل ان الانصار نفس الله بهم عن نبيه صلى الله عليه وسلم ما كان فيه من مقاساة الكفار المشركين والانفاس روائح القرب الالهى فلما تنسمت مشامّ العارفين عرف هذه الانفاس وتوفرت الدواعى منهم الى طلب محقق ثابت القدم فى ذلك المقام يفيدهم معانى طىّ ذلك المقام الاقدس وما جاءت به هذه الانفاس من العرف الانفس من الاسرار والعلوم بعد البحث بالهمم والتعرّض لنفحات الكرم عرّفوا بشخص الهى عنده السرّ الذى يطلبونه والعلم الذى يريدون تحصيله وأقامه الحق فيهم قطبا يدور عليه فلكهم واماما يقوم به ملكهم يقال له مداوى الكلوم فانتشر عنه فيهم من العلم والحكم والاسرار ما لا يحصرها كتاب وأوّل سرّ أطلع عليه الدهر الاوّل الذى عنه تكوّنت الدهور وأوّل فعل أعطى فعل ما تقتضيه روحانية السماء السابعة سماء كيوان فكان يصير الحديد فضة بالتدبير والصنعة ويصير الحديد ذهبا بالخاصية وهو سرّ عجيب ولم يطلب على هذا رغبة فى المال ولكن رغبة فى حسن المآل ليقف من ذلك على رتبة الكمال وانه مكتسب فى التكوين فان المرتبة الاولى من عقد الابخرة المعدنية بالحركات الفلكية والحرارة الطبيعية زئبقا وكبريتا وكل متكوّن فى المعدن فانه يطلب الغاية التى هو الكمال وهو الذهب لكن تطرأ عليه فى المعدن علل وأمراض من يبس مفرط أو رطوبة مفرطة أو حرارة أو برودة تخرجه عن الاعتدال فيؤثر فيه ذلك المرض صورة تسمى الحديد أو النحاس أو الاسرب أو غير ذلك من المعادن فاعطى هذا الحكيم معرفة العقاقير والادوية المزيل استعمالها تلك العلة الطارئة على شخصية هذا الطالب درجة الكمال من المعدنيات وهى الذهب فازالها فصح ومشى حتى لحق بدرجة الكمال ولكن لا يقوى فى الكمالية قوّة الصحيح الذى ما دخل جسمه مرض فان الجسد الذى يدخله المرض بعيد ان يتخلص وينقى الخلوص الذى لا يشوبه كدر وهو الخلاص الاصلى كيحيى فى الانبياء وآدم عليهما السلام ولم يكن الغرض الا درجة الكمال الانسانى فى العبودية فان الله خلقه فى أحسن تقويم ثم ردّه الى أسفل سافلين الا الذين آمنوا وعملوا الصالحات فابقوا على الصحة الاصلية وذلك انه فى طبيعتها اكتسب علل الاعراض وأمراض الاغراض فأراد هذا الحكيم أن يردّه الى أحسن تقويم الذى خلقه الله عليه فهذا كان قصد الشخص العاقل بمعرفة هذه الصنعة المسماة بالكيمياء وليست سوى معرفة المقادير والاوزان فان الانسان لما خلقه الله وهو آدم أصل هذه النشأة الانسانية والصورة الجسمية الطبيعية العنصرية ركب جسده من حار وبارد ورطب ويابس بل من بارد يابس وبارد رطب وحار رطب وحار يابس وهى الاخلاط الاربعة السوداء والبلغم والدم والصفراء كما هى فى جسم العالم الكبير النار والهواء والماء والتراب فخلق الله

جسم

جسم آدم من طين وهو مزج الماء بالتراب ثم نفخ فيه نفسا وروحا ولقد ورد في النبوة الاولى في بعض الكتب المنزلة
على نبي في بني اسرائيل ما أذكر نصه الآن فان الحاجة مست الى ذكره فان أصدق الاخبار ما روى عن الله تعالى فروينا
عن مسلمة بن وضاح مسندا اليه وكان من أهل قرطبة فقال قال الله في بعض ما أنزله على أنبياء بني اسرائيل اني خلقت
يعني آدم من تراب وماء ونفخت فيه نفسا وروحا فسويت جسده من قبل التراب ورطوبته من الماء وحرارته من
النفس وبرودته من الروح قال ثم جعلت في الجسد بعد هذا أربعة أنواع أخر لا تقوم واحدة منهن الا بالاخرى وهي
المرتان والدم والبلغم ثم أسكنت بعضهن في بعض فجعلت مسكن اليبوسة في المرة السوداء ومسكن الحرارة في المرة
الصفراء ومسكن الرطوبة في الدم ومسكن البرودة في البلغم ثم قال جل ثناؤه فاي جسد اعتدلت فيه هذه الاخلاط
كملت صحته واعتدلت بنيته فان زادت واحدة منهن على الأخرى وقهرتهن دخل السقم على الجسد بقدر ما زادت واذا
كانت ناقصة ضعفت عن مقاومتهن فدخل السقم بغلبتهن اياها وضعفها عن مقاومتهن فعلم الطب أن يزيد في الناقص
أو ينقص من الزائد طلب الاعتدال في كلام طويل عن الله تعالى ذكرناه في الموعظة الحسنة فكان هذا الامام من أعلم
الناس بهذا الشأن الطبيعي والعالم العلوي وما فيه من الآثار المودعة في أنوار الكواكب وسباحتها وهو الامر الذي أوحى
الله في السموات وفي اقتراناتها وهبوطها وصعودها وأوجها وحضيضها قال تعالى وأوحى في كل سماء أمرها وقال في
الارض وقدر فيها أقواتها وكان لهذا الشخص فيما ذكرناه مجال رحب وباع متسع وقدم راسخة لكن ما تعدت
قوته في النظر الفلك السامي من باب الذوق والحال لكن حصل له ما في الفلك المكوكب والاطلس بالكشف والاطلاع
وكان الغالب عليه قلب الاعيان في زعمه والاعيان لا تنقلب عندنا جملة واحدة فكان هذا الشخص لا يبرح يسبح
بروحانيته من حيث رصده وفكره مع المقابل في درجه ودقائقه وكان عنده من أسرار احياء الموات عجائب وكان مما
خصه الله به انه ما حل بموضع قد أجدب الا أوجد الله فيه الخصب والبركة كما روينا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في
خضر رضي الله عنه وقد سئل عن اسمه بخضر فقال صلى الله عليه وسلم ما قعد على فروة الا اهتزت تحته خضراء وكان
هذا الامام له تلميذ كبير في المعرفة الذاتية وعلم القوة وكان يتلطف باصحابه في التنبيه عليه ويستر عن عامة أصحابه ذلك خوفا
عليه منهم ولذلك سمي مداوي الكلوم كما استكتم يعقوب يوسف عليهما السلام حذرا عليه من اخوته وكان يشغل
عامة أصحابه بعلم التدبير ومثل ذلك مما يشاكل هذا الفن من تركيب الارواح في الاجساد وتحليل الاجساد وتأليفها
بخلع صورة عنها وخلع صورة عليها البقعة فوا من ذلك على صنعة الله العليم الحكيم وعن هذا القطب خرج علم العالم وكونه
انسانا كبيرا وان الانسان مختصره في الجرمية مضاهيه في المعنى فاخبر في الروح الذي أخذت منه ما أودعته في هذا
الكتاب انه جمع أصحابه يوما في دسكرة وقام فيهم خطيبا وكانت عليه مهابة فقال افهموا عني ما أرمز لكم في مقامي هذا
وفكروا فيه واستخرجوا كنزه واتساع زمانه في أي عالم هو واني لكم ناصح وما كل ما يدري يذاع فانه لكل علم
أهل يختص بهم وما يمكن الانفراد ولا يسع الوقت فلا بد أن يكون في الجمع فطر مختلفة وأذهان غير مؤتلفة والمقصود
من الجماعة واحد اياه أقصد بكلامي وبيده مفتاح رمزي ولكل مقام مقال ولكل علم رجال ولكل وارد حال فافهموا
عني ما أقول وعوا ما تسمعون فبنور النور أقسمت وبروح الحياة وحياة الروح آليت اني عنكم لمنقلب من حيث جئت
وراجع الى الاصل الذي عنه وجدت فقد طال مكثي في هذه الظلمة وضاق نفسي بترادف هذه الغمة واني سألت الرحلة
عنكم وقد أذن لي في الرحيل فانتبهوا على كلامي فتعملون ما أقول بعد انقضاء سنين عينها وذكر عددها فلا تبرحوا
حتى آتيكم بعد هذه المدة وان برحتم فلتسرعوا الى هذا المجلس الكريم وان لطف مغناه وغلب على الحرف معناه
فالحقيقة الحقيقة والطريقة الطريقة فقد اشتركت الجنة والدنيا في اللبن والبناء وان كانت الواحدة من طين وتبن
والاخرى من عسجد ولجين هذا ما كان من وصيته لبنيه وهذه مسئلة عظيمة رمزها وراح فمن عرفها استراح ولقد
دخلت يوما قرطبة على قاضيها أبي الوليد بن رشد وكان يرغب في لقائي لما سمع وبلغه ما فتح الله به علي في خلوتي
فكان يظهر التعجب مما سمع فبعثني والدي اليه في حاجة قصدا منه حتى يجتمع بي فانه كان من أصدقائه وأنا صبي ما بقل

وجهي ولا طر شار بي فعند ما دخلت عليه قام من مكانه الي محبة واعظاما فعانقني وقال لي نعم قلت له نعم فزاد فرحه بي لفهمي عنه ثم اني استشعرت بما أفرحه من ذلك فقلت له لا فانقبض وتغير لونه وشك فيما عنده وقال كيف وجدتم الامر في الكشف والفيض الالهي هل هو ما أعطاه لنا النظر قلت له نعم لا وبين نعم ولا تطير الارواح من موادها والاعناق من أجسادها فاصفر لونه وأخذه الافكل وقعد يحوقل وعرف ما أشرت به اليه وهو عين هذه المسئلة التي ذكرها هذا القطب الامام أعني مداوي الكلوم وطلب بعد ذلك من أبي الاجتماع بنا ليعرض ما عنده علينا هل هو يوافق أو يخالف فانه كان من أرباب الفكر والنظر العقلي فشكر الله تعالى الذي كان في زمان رأى فيه من دخل خلوته جاهلا وخرج مثل هذا الخروج من غير درس ولا بحث ولا مطالعة ولا قراءة وقال هذه حالة أثبتناها وما رأينا لها أربابا فالحمد لله الذي أنا في زمان فيه واحد من أربابها الفاتحين مغاليق أبوابها والحمد لله الذي خصني برؤيته ثم أردت الاجتماع به مرة ثانية فاقيم لي رحمه الله في الواقعة في صورة ضرب بيني وبينه فيها حجاب رقيق أنظر اليه منه ولا يبصرني ولا يعرف مكاني وقد شغل بنفسه عني فقلت انه غير مراد لما نحن عليه فما اجتمعت به حتى درج وذلك سنة خمس وتسعين وخمسمائة بمدينة مراكش ونقل الى قرطبة وبها قبره ولما جعل التابوت الذي فيه جسده على الدابة جعلت تواليفه تعادله من الجانب الآخر وأنا واقف ومعي الفقيه الاديب أبو الحسين محمد بن جبير كاتب السيد أبي سعيد وصاحبي أبو الحكم عمرو ابن السراج الناسخ فالتفت أبو الحكم الينا وقال ألا تنظرون الى من يعادل الامام ابن رشد في مركوبه هذا الامام وهذه أعماله يعني تواليفه فقال له ابن جبير يا ولدي نعم ما نظرت لا فض فوك فقيدتها عندي موعظة وتذكرة رحم الله جميعهم وما بقي من تلك الجماعة غيري وقلنا في ذلك

هذا الامام وهذه أعماله ✱ ياليت شعري هل أتت آماله

وكان هذا القطب مداوي الكلوم قد أظهر سر حركة الفلك وانه لو كان على غير هذا الشكل الذي أوجده الله عليه لم يصح أن يتكون شيء في الوجود الذي تحت حيطته وبين الحكمة الالهية في ذلك ليرى الالباب علم الله في الاشياء وانه بكل شيء عليم لا اله الا هو العليم الحكيم وفي معرفة الذات والصفات علم ما أشار اليه هذا القطب فلو تحرك غير المستدير لما عمر الخلاء بحركته وكانت احياز كثيرة تبقى في الخلاء فكان لا يتكون عن تلك الحركة تمام أمر وكان ينقص منه قدر ما نقص من عمارة تلك الاحياز بالحركة وذلك بمشيئة الله تعالى وحكمته الجارية في وضع الاسباب وأخبر هذا القطب ان العالم موجود ما بين المحيط والنقطة على مراتبهم وصغر أفلاكهم وعظمها وان الاقرب الى المحيط أوسع من الذي في جوفه فيومه أكبر ومكانه أفسح ولسانه أفصح وهو الى التحقق بالقوة والصفاء أقرب وما انحط الى العناصر نزل عن هذه الدرجة حتى الى كرة الارض وكل جزء في كل محيط يقابل ما فوقه وما تحته بذاته لا يزيد واحد على الآخر شيء وان اتسع الواحد وضاق الآخر وهذا من ايراد الكبير على الصغير والواسع على الضيق من غير أن يوسع الضيق أو يضيق الواسع والكل ينظر الى النقطة بذواتهم والنقطة مع صغرها تنظر الى كل جزء من المحيط بها بذاتها فالمختصر المحيط والمختصر منه النقطة وبالعكس فانظر ولما انحط الامر الى العناصر حتى انتهى الى الارض كثر عكره مثل الماء في الحب والزيت وكل مائع في الدن ينزل الى أسفله عكره ويصفو أعلاه والمعنى في ذلك ما يجده عالم الطبيعة من الحجب المانعة عن ادراك الانوار من العلوم والتجليات بكدورات الشهوات والشبهات الشرعية وعدم الورع في اللسان والنظر والسماع والمطعم والمشرب والملبس والمركب والمنكح وكدورات الشهوات بالانكباب عليها والاستفراغ فيها وان كانت حلالا وانما لم يمنع نيل الشهوات في الآخرة وهي أعظم من شهوات الدنيا من التجلي لان التجلي هناك على الابصار وليست الابصار بمحل للشهوات والتجلي هنا في الدنيا انما هو على البصائر والبواطن دون الظاهر والبواطن محل الشهوات ولا يجتمع التجلي والشهوة في محل واحد فلهذا اجنح العارفون والزهاد في هذه الدنيا الى التقلل من نيل شهواتها والشغل بكسب حطامها وهذا الامام هو الذي أعلم أصحابه ان ثم رجالا تسعة يقال لهم الابدال يحفظ الله بهم الاقاليم السبعة لكل بدل اقليم واليهم تنظر روحانيات السموات السبع ولكل شخص منهم قوة

من

من روحانيات الانبياء الكائنين فى هذه السموات وهم ابراهيم الخليل يليه موسى يليه هرون يتلوه ادريس يتلوه يوسف يتلوه عيسى يتلوه آدم سلام الله عليهم أجمعين وأما يحيى فلترددّ بين عيسى و بين هرون فينزل على قلوب هؤلاء الابدال السبعة من حقائق هؤلاء الانبياء عليهم السلام وتنظر اليهم هذه الكواكب السبعة بما أودع الله تعالى فى سباحتها فى أفلاكها و بما أودع الله فى حركات هذه السموات السبع من الاسرار والعلوم والآثار العلوية والسفلية قال تعالى وأوحى فى كل سماء أمرها فلهم فى قلوبهم فى كل ساعة وفى كل يوم بحسب ما يعطيه صاحب تلك الساعة وسلطان ذلك اليوم فكل أمر علمى يكون فى يوم الاحد فمن مادّة ادريس عليه السلام وكل أثر علوى يكون فى ذلك اليوم فى عنصر الهواء والنار فمن سباحة الشمس ونظرها المودع من الله تعالى فيها وما يكون من أثر فى عنصر الماء والتراب فى ذلك اليوم فمن حركة الفلك الرابع وموضع هذا الشخص الذى يحفظه من الاقاليم الاقليم الرابع فمما يحصل لهذا الشخص المخصوص من الابدال بهذا الاقليم من العلوم علم أسرار الروحانيات وعلم النور والضياء وعلم البرق والشعاع وعلم كل جسم مستنير ولماذا استنار وما المزاج الذى أعطاه هذا القبول مثل الحباحب من الحيوان وكاصول شجر التين من النبات وكحجر المهى والياقوت و بعض لحوم الحيوان وعلم الكمال فى المعدن والنبات والحيوان والانسان والملك وعلم الحركة المستقيمة حيثما ظهرت فى حيوان أو نبات وعلم معالم التأسيس وانفاس الانوار وعلم خلع الارواح المدبرات وايضاح الامور المبهمات وحل المشكل من المسائل الغامضة وعلم النغمات الفلكية والدولابية وأصوات آلات الطرب من الاوتار وغيرها وعلم المناسبة بينها و بين طبائع الحيوان وما للنبات منها وعلم ما اليه تنتهى المعانى الروحانية والروائح العطرية وما المزاج الذى عطرها ولماذا ترجع وكيف ينقلها الهواء الى الادراك الشمّى وهل هو جوهر او عرض كل ذلك يناله و يعلمه صاحب ذلك الاقليم فى ذلك اليوم وفى سائر الايام فى ساعات حكم حركة ذلك الفلك وحكم ما فيه من الكواكب وما فيه من روحانية النبى ؐ هكذا الى تمام دورة الجمعة وكل أمر علمى يكون فى يوم الاثنين فمن روحانية آدم عليه السلام وكل أثر علوى فى عنصر الهواء والنار فمن سباحة القمر وكل أثر سفلى فى عنصر الماء والتراب فمن حركة فلك السماء الدنيا ولهذا الشخص الاقليم السابع فما يحصل لهذا البدل من العلوم فى نفسه فى يوم الاثنين وفى كل ساعة من ساعات أيام الجمعة مما يكون لهذا الفلك حكم فيها علم السعادة والشقاء وعلم الاسماء وما لها من الخواص وعلم المد والجزر والربو والنقص وكل أمر علمى يكون فى يوم الثلاثاء فمن روحانية هارون عليه السلام وكل أثر علوى فى عنصر النار والهواء فمن روحانية الاحمر وكل أثر سفلى فى ركن الماء والتراب فمن حركة الفلك الخامس ولهذا البدل من الاقاليم الاقليم الثالث فما يعطيه من العلوم فى هذا اليوم وفى ساعاته من الايام علم تدبير الملك وسياسته وعلم الحمية والحماية وترتيب الجيوش والقتال ومكايد الحروب وعلم القرابين وذبح الحيوان وعلم أسرار أيام النحر وسريانه فى سائر البقاع وعلم الهدى والضلال وتمييز الشبهة من الدليل وكل أمر علمى يكون فى يوم الاربعاء فمن روحانية عيسى عليه السلام وهو يوم النور وكان له نظر الينا فى دخولنا فى هذا الطريق التى نحن اليوم عليها وكل أثر فى عنصر النار والهواء فمن روحانية سباحة الكاتب فى فلكه وكل أثر سفلى فى ركن الماء والتراب فمن حركة فلك السماء الثانية وللبدل صاحب هذا اليوم الاقليم السادس ومما يحصل له من العلوم فى هذا اليوم وفى ساعته من الايام علم الاوهام والالهام والوحى والآراء والاقيسة والرؤيا والعبادة والاختراع الصناعى والعطردة وعلم الغلط الذى يعلق بعين الفهم وعلم التعاليم وعلم الكتابة والآداب والزجر والكهانة والسحر والطلسمات والعزائم وكل أمر علمى يكون فى يوم الخميس فمن روحانية موسى عليه السلام وكل أثر علوى فى ركن النار والهواء فمن سباحة المشترى وكل أثر سفلى فى عنصر الماء والتراب فمن حركة فلكه ولهذا البدل من الاقاليم الاقليم الثانى ومما يحصل له من العلوم فى هذا اليوم وفى ساعاته من الايام علم النبات والنواميس وعلم أسباب الخير ومكارم الاخلاق وعلم القربات وعلم قبول الاعمال وأين ينتهى بصاحبها وكل أمر علمى يكون فى يوم الجمعة يكون لهذا الشخص الذى يحفظ الله به الاقليم الخامس فمن روحانية يوسف عليه السلام وكل أثر علوى يكون فى ركن النار والهواء فمن نظر كوكب الزهرة :

وكل أثر سفلى فى ركن الماء والارض فمن حركة فلك الزهرة وهو من الامر الذى أوحى الله فى كل سماء وهذه الآثار هى الامر الالهى الذى يتنزل بين السماء والارض وهو فى كل ما يتولد بينهما بين السماء بما ينزل منها وبين الارض بما تقبل من هذا النزول كما يقبل رحم الانثى الماء من الرجل للتكوين والهواء الرطب من الطير قال تعالى خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن يتنزل الامر بينهن لتعلموا ان الله على كل شئ قدير والقدرة ما لها تعلق الا بالايجاد فعلمنا ان المقصود بهذا التنزل انما هو التكوين ومما يحصل له من العلوم فى هذا اليوم وفى ساعاته من الايام علم التصوير من حضرة الجمال والانس وعلم الاحوال وكل أمر علمى يكون فى يوم السبت لهذا البدل الذى له حفظ الاقليم الاول فمن روحانية ابراهيم الخليل عليه السلام وما يكون فيه من أثر علوى فى ركن النار والهواء فمن حركة كوكب كيوان فى فلكه وما كان من أثر فى العالم السفلى ركن الارض والماء فمن حركة فلكه يقول تعالى فى الكواكب السيارة كل فى فلك يسبحون وقال تعالى وبالنجم هم يهتدون خلقها للاهتداء بها ومما يحصل له من العلوم فى هذا اليوم وفى ساعاته من باقى الايام ليلا ونهارا علم الثبات والتمكين وعلم الدوام والبقاء وعلم هذا الامام بمقامات هؤلاء الابدال وهجيراهم وقال ان مقام الاول وهجيره ليس كمثله شئ وسبب ذلك كون الاولية له اذ لو تقدم له مثل لما صحت له الاولية فذكره مناسب لمقامه ومقام الشخص الثانى فى هجيره لنفد البحر قبل أن تنفد كلمات ربى وهو مقام العلم الالهى وتعلقه لا ينتهى وهو الثانى من الاوصاف فان أول الاوصاف الحياة ويليه العلم وهجير الشخص الثالث ومقامه وفى أنفسكم أفلا تبصرون وهى المرتبة الثالثة فان الآيات الاول هى الاسماء الالهية والآيات الثوانى فى الآفاق والآيات التى تلى الثوانى فى أنفسنا قال تعالى سنريهم آياتنا فى الآفاق وفى أنفسهم فلهذا اختص بهذا الهجير الثالث من الابدال ومقام الرابع فى هجيره ياليتنى كنت ترابا وهو الركن الرابع من الاركان الذى يطلب المركز عند من يقول به فليس لنقطة الاكرة أقرب من الارض وتلك النقطة كانت سبب وجود المحيط فهو يطلب القرب من الله موجد الاشياء ولا يحصل الا بالتواضع ولا أنزل فى التواضع من الارض وهى منابع العلوم وتفجر الانهار وكل ما ينزل من المعصرات فانما هو من بخارات الرطوبات التى تصعد من الارض فمنها تتفجر العيون والانهار ومنها تخرج البخارات الى الجو فتستحيل ماء فينزل غيثا فلهذا اختص الرابع بالرابع من الاركان ومقام الخامس فاسألوا أهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ولا يسأل الا المولود فانه فى مقام الطفولة من الطفل وهو الند اقال تعالى أخرجكم من بطون أمهاتكم لا تعلمون شيأ فلا يعلم حتى يسأل فالولد فى المرتبة الخامسة لان أمهاته أربعة وهن الاركان فكان هو الابن الخامسة فلهذا كان السؤال هجير البدل الخامس من بين الابدال وأما مقام السادس فهجيره أفوض أمرى الى الله وهى المرتبة السادسة فكانت للسادس وانما كانت السادسة له لانه فى المرتبة الخامسة كما ذكرنا يسأل وقد كان لا يعلم فعند ما سأل علم ولما علم تحقق تعلمه ربه ففوض أمره اليه لانه علم ان أمره ليس بيده منه شئ وان الله يفعل ما يريد فقال قد علمت ان الله لما ملكنى أمرى وهو يفعل ما يريد علمت ان التفويض فى ذلك أرجح لى فلذلك اتخذه هجيرا ومقام السابع انا عرضنا الامانة وذلك ان لها المرتبة السابعة وكان أيضا تكوين آدم المعبر عنه بالانسان فى المرتبة السابعة فانه عن عقل ثم نفس ثم هباء ثم فلك ثم فاعلان ثم منفعلان فهذه ستة ثم تكوّن الانسان الذى هو آدم فى المرتبة السابعة ولما كان وجود الانسان فى السنبلة ولها من الزمان فى الدلالة سبعة آلاف سنة فوجد الانسان فى المرتبة السابعة من المدة فما حمل الامانة الا من تحقق بالسبعة وكان هذا هو السابع من الابدال فلذلك اتخذ هجيراه هذه الآية فهذا قد بينا لك مراتب الابدال وأخبرت ان هذا القطب الذى هو مداوى الكلوم كان فى زمان حبسه فى هيكله وولايته فى العالم اذا وقف وقف لوقفته سبعون قبيلة كلهم قد ظهرت فيهم المعارف الالهية وأسرار الوجود وكان ابدا لا يتعدى كلامه السبعة ومكث زمانا طويلا فى أصحابه وكان يعين فى زمانه من أصحابه شخصا فاضلا كان أقرب الناس اليه مجلسا كان اسمه المسلم فلما درج هذا الامام ولى مقامه فى القطبية المسلم وكان غالب علمه علم الزمان وهو علم شريف منه يعرف الازل ومنه ظهر قوله عليه السلام كان الله ولا شئ معه وهذا علم لا يعلمه الا الافراد من الرجال وهو المعبر عنه بالدهر الاول

ودهر

ودهر الدهور وعن هذا الازل وجد الزمان وبه تسمى الله بالدهر وهو قوله عليه السلام لا تسبوا الدهر فان الله هو الدهر والحديث صحيح ثابت ومن حصل له علم الدهر لم يقف فى شئ ينسبه الى الحق فان له الاتساع الاعظم ومن هذا العلم تعددت المقالات فى الاله ومنه اختلفت العقائد وهذا العلم يقبلها كلها ولا يرد منها شيأ وهو العلم العام وهو الظرف الالهى وأسراره عجيبة ماله عين موجودة وهو فى كل شئ حاكم يقبل الحق نسبته ويقبل الكون نسبته هو سلطان الاسماء كلها المعينة والمغيبة عنا فكان لهذا الامام فيه اليد البيضاء وكان له من علمه بدهر الدهور علم حكمة الدنيا فى لعبها باهلها ولم سمى لعبا والله أوجده وكثيرا ما ينسب اللعب الى الزمان فيقال لعب الزمان باهله وهو متعلق السابقة وهو الحاكم فى العاقبة وكان هذا الامام يذم الكسب ولا يقول به مع معرفته بحكمته ولكن كان يرقى بذلك هم أصحابه عن التعلق بالوسائط أخبرت انه مامات حتى علم من أسرار الحق فى خلقه ستة وثلاثين ألف علم وخمسمائة علم من العلوم العلوية خاصة ومات رحمه الله وولى بعده شخص فاضل اسمه مظهر الحق عاش مائة وخمسين سنة ومات وولى بعده الصالح وكان كبير الشان ظهر بالسيف عاش مائة وأربعين سنة مات مقتولا فى غزاة كان الغالب على حاله من الاسماء الالهية القهار ولما قتل ولى بعده شخص يقال له لقمان والله أعلم وكان يلقب واضع الحكم عاش مائة وعشرين سنة كان عارفا بالترتيب والعلوم الرياضية والطبيعية والالهية وكان كثير الوصية لاصحابه فان كان هو لقمان فقد ذكر الله لنا ما كان يوصى به ابنه مما يدل على رتبته فى العلم بالله وتحريضه على القصد والاعتدال فى الاشياء فى عموم الاحوال ولما مات رحمه الله وكان فى زمان داود عليه السلام ولى بعده شخص اسمه الكاسب وكانت له قدم راسخة فى علم المناسبات بين العالمين والمناسبة الالهية التى وجد لها العالم على هذه الصورة التى هو عليها كان هذا الامام اذا أراد اظهار أثر ما فى الوجود نظر فى نفسه الى المؤثر فيه من العالم العلوى نظرة مخصوصة على وزن معلوم فيظهر ذلك الاثر من غير مباشرة ولا حيلة طبيعية وكان يقول ان الله أودع العلم كله فى الافلاك وجعل الانسان مجموع رقائق العالم كله فمن الانسان الى كل شئ فى العالم رقيقة ممتدة من تلك الرقيقة يكون من ذلك الشئ فى الانسان ما أودع الله عند ذلك الشئ من الامور التى أمنه الله عليها ليؤديها الى هذا الانسان وبتلك الرقيقة يحرك الانسان العارف ذلك الشئ لما يريده فما من شئ فى العالم الا وله أثر فى الانسان وللانسان أثر فيه فكان لهذا كشف هذه الرقائق ومعرفتها وهى مثل أشعة النور عاش هذا الامام ثمانين سنة ولما مات ورثه شخص يسمى جامع الحكم عاش مائة وعشرين سنة له كلام عظيم فى أسرار الابدال والشيخ والتلميذ وكان يقول بالاسباب وكان قد أعطى أسرار النبات وكان له فى كل علم يختص باهل هذا الطريق قدم وفيما ذكرناه فى هذا الباب غنية والله يقول الحق وهو يهدى السبيل

﴿الباب السادس عشر﴾

فى معرفة المنازل السفلية والعلوم الكونية ومبدأ معرفة الله منها ومعرفة الاوتاد والابدال ومن تولاهم من الارواح العلوية وترتيب افلاكها

علم الكثائف اعلام مرتبة * هى الدليل على المطلوب للرسل
وهى التى حجبت أسرار ذى عمه * وهى التى كشفت معالم السبل
لها من العالم العلوى سبعته * من الهلال وخذ علوا الى زحل
لولا الذى أوجد الاوتاد أربعة * ورسى بها الارض فابرت من الميل
لما استقر عليها من يكون بها * فاعجب له مثلا ناهيك من مثل

اعلم أيدك الله انا قد ذكرنا فى الباب الذى قبل هذا منازل الابدال ومقاماتهم ومن تولاهم من الارواح العلوية وترتيب افلاكها والنيرات فيهم من الآثار وما لهم من الاقاليم فلنذكر فى هذا الباب ما بقى مما ترجمت عليه المنازل السفلية هنا عبارة عن الجهات الاربع التى يأتى منها الشيطان الى الانسان وسميناها سفلية لان الشيطان من عالم السفل فلا يأتى الى الانسان الا من المنازل التى تناسبه وهى اليمين والشمال والخلف والامام قال تعالى ثم لآتينهم من بين أيديهم ومن

خلفهم وعن أيمانهم وعن شمائلهم ويستعين على الانسان بالطبع فانه المساعد له فيما يدعوه اليه من اتباع الشهوات فامر الانسان أن يقاتله من هذه الجهات وأن يحصن هذه الجهات بما أمره الشرع أن يحصنها به حتى لا يجد الشيطان الى الدخول اليه منها سبيلا فان جاءك من بين يديك وطردته لاحت لك من العلوم علوم النور منة من الله عليك وجزاء حيث آثرت جناب الله على هواك وعلوم النور على قسمين علوم كشف وعلوم برهان بصحيح فكر فيحصل له من طريق البرهان ما يرد به الشبه المضلة القادحة فى وجود الحق وتوحيده وأسمائه وأفعاله فبالبرهان يرد على المعطلة ويدل على اثبات وجود الاله وبه يرد على أهل الشرك الذين يجعلون مع الله الها آخر ويدل على توحيد الاله من كونه الها وبه يرد على من ينفى أحكام الاسماء الالهية وصحة آثارها فى الكون ويدل على اثباتها بالبرهان السمعى من طريق الاطلاق وبالبرهان العقلى من طريق المعانى وبه يرد على نفاة الافعال من الفلاسفة ويدل على انه سبحانه فاعل وان المفعولات مرادة له سمعا وعقلا وأما علوم الكشف فهو ما يحصل له من المعارف الالهية فى التجليات فى المظاهر وان جاءك من خلفك وهو ما يدعوك اليه أن تقول على الله ما لا تعلم وتدعى النبوة والرسالة وان الله قد أوحى اليك وذلك ان الشيطان انما ينظر فى كل ملة كل صفة علق الشارع المذمة عليها فى تلك الامة فيأمرك بها وكل صفة علق المحمدة عليها نهاك عنها هذا على الاطلاق والملك على النقيض منه يأمرك بالمحمود منها وينهاك عن المذموم فاذا طردته من خلفك لاحت لك علوم الصدق ومنازله وأين ينتهى بصاحبه كما قال تعالى فى مقعد صدق الا ان ذلك صدقهم هو الذى أقعدهم ذلك المقعد عند مليك مقتدر فان الاقتدار يناسب الصدق فان معناه القوى يقال رمح صدق أى صلب قوى ولما كانت القوة صفة هذا الصادق حيث قوى على نفسه فلم يتزين بما ليس له والتزم الحق فى أقواله وأحواله وأفعاله وصدق فيها أقعده الحق عند مليك مقتدر أى أطلعه على القوة الالهية التى أعطته القوة فى صدقه الذى كان عليه فان الملك هو الشديد أيضا فهو مناسب للمقتدر قال قيس بن الحطيم يصف طعنة

ملكت بها كفى فانهرت فتقها ✻ يرى قائم من دونها ما وراءها

أى شددت كفى بها يقال ملكت العجين اذا شددت عجنه فيحصل لك اذا خالفته فى هذا الامر الذى جاءك به علم تعلق الاقتدار الالهى بالايجاد وهى مسئلة خلاف بين أهل الحقائق من أصحابنا ويحصل لك علم العصمة والحفظ الالهى حتى لا يؤثر فيك وهمك ولا غيرك فتكون خالصا لربك وان جاءك من جهة اليمين فقويت عليه ودفعته فانه اذا جاءك من هذه الجهة الموصوفة بالقوة فانه يأتى اليك ليضعف ايمانك ويقينك ويلقى عليك شبها فى أدلتك ومكاشفاتك فانه له فى كل كشف يطلعك الحق عليه أمرا من عالم الخيال ينصبه لك مشابها للحال الذى أنت به فى وقتك فان لم يكن لك علم قوى بما تميز به بين الحق وما يخيله لك فتكون موسوى المقام والا التبس عليك الامر كما خيلت السحرة للعامة ان الحبال والعصى حيات ولم تكن كذلك وقد كان موسى عليه السلام لما ألقى عصاه فكانت حية تسعى خاف منها على نفسه على مجرى العادة وانما قدم الله بين يديه معرفة هذا قبل جمع السحرة ليكون على يقين من الله انها آية وانها لا تضره وكان خوفه الثانى عندما ألقت السحرة الحبال والعصى فصارت حيات فى أبصار الحاضرين على الامة لئلا يلتبس عليهم الامر فلا يفرقون بين الخيال والحقيقة أو بين ما هو من عند الله وبين ما ليس من عند الله فاختلف تعلق الخوفين فانه عليه السلام على بينة من ربه قوى الجاش بما تقدم له اذ قيل له فى الالقاء الاول خذها ولا تخف سنعيدها سيرتها الاولى أى ترجع عصا كما كانت فى عينك فأخفى تعالى العصا فى روحانية الحية البرزخية فتلقفت جميع حيات السحرة المتخيلة فى عيون الحاضرين فلم يبق لتلك الحبال والعصى عين ظاهرة فى أعينهم وهى ظهور حجته على حججهم فى صور حبال وعصى فأبصرت السحرة والناس حبال السحرة وعصيهم التى ألقوها حبالا وعصيا فهذا كان تلقفها الا انها انعدمت الحبال والعصى اذ لو انعدمت لدخل عليهم التلبيس فى عصا موسى وكانت الشبهة تدخل عليهم فلما رأى الناس الحبال حبالا علموا أنها مكيدة طبيعية يعضدها قوة كيدية روحانية فتلقفت عصا موسى صور الحيات من الحبال والعصى كما يبطل كلام الخصم اذا كان على غير حق أن يكون حجة لا ان ما أتى به ينعدم بل يبقى محفوظا معقولا

عند السامعين و بزول عندهم كونه حجة فلما علمت السحرة قدر ما جاء به موسى من قوة الحجة وانه خارج عما جاؤا به
وتحققت خوف ما جاء به على ما جاؤا به ورأوا خوفه علموا ان ذلك من عند الله ولو كان من عنده لم يخف لانه يعلم ما يجرى
فآيته عند السحرة خوفه وآيته عند الناس تلقف عصاه فآمنت السحرة قبل كانوا ثمانين ألف ساحر وعلموا ان أعظم
الآيات فى هذا الموطن تلقف هذه الصور من أعين الناظرين وابقاء صورة حية عصا موسى فى أعينهم والحال عندهم
واحدة فعلموا صدق موسى فيما يدعوهم اليه وان هذا الذى أتى به خارج عن الصور والحيل المعلومة فى السحر فهو أمر
الهى آيس لموسى عليه السلام فيه تعمل فصدقوا برسالته على بصيرة واختاروا عذاب فرعون على عذاب الله وآثروا
الآخرة على الدنيا وعلموا من علامهم بذلك ان الله على كل شئ قدير وأن الله قد أحاط بكل شئ علما وان الحقائق
لا تتبدل وأن عصا موسى مبطونة فى صورة الحية عن أعين الجميع وعن الذى ألقاها بخوفه الذى شهدوا منه فهذه فائدة
العلم وان جاءك الشيطان من جهة الشمال بشبهات التعطيل أو وجود الشريك لله تعالى فى الوهيته فطردته فان الله
يقويك على ذلك بدلائل التوحيد وعلم النظر فان الخلف للمعطلة ودفعهم بضرورة العلم الذى يعلم به وجود البارى فالخلف
للتعطيل والشمال للشرك واليمين للضعف ومن بين أيديهم التشكيك فى الحواس ومن هنا دخل التلبيس على
السوفسطائية حيث أدخل لهم الغلط فى الحواس وهى التى يستند اليها أهل النظر فى صحة أدلتهم والى البديهيات فى العلم
الالهى وغيره فلما أظهر لهم الغلط فى ذلك قالوا ما ثم علم أصلا يوثق به فان قيل لهم فهذا علم بأنه ما ثم علم فما مستندكم وأنتم
غير قائلين به قالوا وكذلك نقول ان قولنا هذا ليس بعلم وهو من جملة الاغاليط يقال لهم فقد علمتم ان قولكم هذا ليس
بعلم وقولكم ان هذا أيضا من جملة الاغاليط اثبات ما نفيتموه فادخل عليهم الشبه فيما يستندون اليه فى تركيب مقدماتهم
فى الادلة ويرجعون اليه فيها ولهذا عصمنا الله من ذلك فلم يجعل للحس غلطا جملة واحدة وان الذى يدركه الحس حق فانه
موصل ما هو حاكم بل شاهد وانما العقل هو الحاكم والغلط منسوب الى الحاكم فى الحكم ومعلوم عند القائلين بغلط الحس
وغير القائلين به ان العقل يغلط اذا كان النظر فاسدا أعنى نظر الفكر فان النظر ينقسم الى صحيح وفاسد فهذا هو من
بين أيديهم ثم لتعلم أن الانسان قد جعله الحق قسمين فى ترتيب مدينة بدنه وجعل القلب بين القسمين منه كالفاصل بين
الشيئين فجعل فى القسم الاعلى الذى هو الرأس جميع القوى الحسية والروحانية وما جعل فى النصف الآخر من القوى
الحساسة الا حاسة اللمس فيدرك الخشن واللين والحار والبارد والرطب واليابس بروحه الحساس من حيث هذه القوة
الخاصة السارية فى جميع بدنه لاغير ذلك وأما من القوى الطبيعية المتعلقة بتدبير البدن فالقوة الجاذبة وبها تجذب
النفس الحيوانية ما به صلاح العضو من الكبد والقلب والقوة الماسكة وبها تمسك ما جذبته الجاذبة على العضو حتى
يأخذ منه ما فيه منافعه فان قلت فاذا كان المقصود المنفعة فمن أين دخل المرض على الجسد فاعلم ان المرض من الزيادة
على ما يستحقه من الغذاء أو النقص عما يستحقه فهذه القوة ما عندها ميزان الاستحقاق فاذا جذبت زائدا على
ما يحتاج اليه البدن أو نقصت عنه كان المرض فان حقيقتها الجذب ما حقيقتها الميزان فاذا أخذته على الوزن الصحيح
فذلك لها بحكم الاتفاق ومن قوة أخرى لا بحكم القصد وذلك ليعلم المحدث نقصه وان الله يفعل ما يريد وكذلك فيه
أيضا القوة الدافعة وبها يعرق البدن فان الطبيعة ما هى دافعة بمقدار مخصوص لانها تجهل الميزان وهى محكومة لامر آخر
من فضول نظر أى المزاج تعطيها القوة الشهوانية وكذلك أيضا هذا كله سار فى جميع البدن علوا وسفلا وأما سائر القوى
فمحلها النصف الاعلى وهو النصف الاشرف محل وجود الحياتين حياة الحس وحياة النفس فأى عضو مات من هذه
الاعضاء زالت عنه القوى التى كانت فيه من المشروط وجودها بوجود الحياة وما لم يمت العضو وطرأ على محل قوة ما خلل
فان حكمها يفسد ويتخبط ولا يعطى علما صحيحا كمحل الخيال اذا طرأت فيه علة فالخيال لا يبطل وانما يبطل قبول
الصحة فيما يراه علما وكذلك العقل وكل قوة روحانية وأما القوى الحسية فهى أيضا موجودة لكن نظرا أحجب بينها
وبين مدركاتها فى العضو القائمة به من ماء ينزل فى العين وغير ذلك وأما القوى ففى محالها ما زالت ولا برحت ولكن الحجب
طرأت فمنعت فالاعمى يشاهد الحجاب ويراه وهو الظلمة التى يجدها فهى ظلمة الحجاب فشهده الحجاب وكذلك ذائق

العسل والسكر اذا وجده مرا فالمباشر للعضو القائم به قوة الذوق انما هو المرة الصفراء فلذلك أدرك المرارة فالحس يقول أدركت مرارة والحاكم ان أخطأ يقول هذا السكر مر وان أصاب عرف العلة فلم يحكم على السكر بالمرارة وعرف ما أدركت القوة وعرف ان الحس الذى هو الشاهد مصيب على كل حال وان القاضى يخطئ ويصيب

﴿فصل﴾ وأما معرفة الحق من هذا المنزل فاعلم ان الكون لا تعلق له بعلم الذات أصلا وانما متعلقه العلم بالمرتبة وهو مسمى الله فهو الدليل المحفوظ الاركان السالم على معرفة الاله وما يجب أن يكون عليه سبحانه من أسماء الافعال ونعوت الجلال وبأية حقيقة يصدر الكون من هذه الذات المنعوتة بهذه المرتبة المجهولة العين والكيف وعندنا الاختلاف فى انها لا تعلم بل يطلق عليها نعوت تنزيه صفات الحدث وان القدم لها والازل الذى يطلق لوجودها انما هى أسماء تدل على سلوب من نفى الاولية وما يليق بالحدوث وهذا يخالفنا فيه جماعة من المتكلمين الاشاعرة ويتخيلون انهم قد علموا من الحق صفة نفسية ثبوتية وهيهات انى لهم بذلك وأخذت طائفة ممن شاهدناهم من المتكلمين كابى عبد الله الكتانى وأبى العباس الاشقر والضرير السلاوى صاحب الارجوزة فى علم الكلام على أبى سعيد الخراز وأبى حامد وأمثالهما فى قولهم لا يعرف الله الا الله وانما اختلف أصحابنا فى رؤية الله تعالى اذا رأيناه فى الدار الآخرة بالابصار ما الذى نرى وكلامهم فيه معلوم عند أصحابنا وقد أوردنا تحقيق ذلك فى هذا الكتاب مفرقا فى أبواب منازله وغيرها بطريق الايماء لا بالتصريح فانه مجال ضيق تقف العقول فيه وفيما قصته أدلتهم فهو المرئى سبحانه على الوجه الذى قاله وقاله رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى ما أراده من ذلك فان الناظرين فيما قاله وأوحى به اليه اختلفوا فى تأويله وليس بعض الوجوه بأولى من بعض فتركنا الخوض فى ذلك اذ الخلاف فيه لا يرتفع من العالم بكلامنا ولا بما نورده فيه

﴿فصل﴾ وأما حديث الاوتاد الذين يتعلق معرفتهم بهذا الباب فاعلم ان الاوتاد الذين حفظ الله بهم العالم أربعة لا خامس لهم وهم أخص من الابدال والامامان أخص منهم والقطب هو أخص الجماعة والابدال فى هذا الطريق لفظ مشترك يطلقون الابدال على من تبدلت أوصافه المذمومة بالمحمودة ويطلقونه على عدد خاص وهم أربعون عند بعضهم لصفة يجتمعون فيها ومنهم من قال عددهم سبعة والذين قالوا سبعة منهم من جعل السبعة الابدال خارجين عن الاوتاد متميزين ومنهم من قال ان الاوتاد الاربعة من الابدال فالابدال سبعة من هذه الجماعة أربعة منهم الاوتاد واثنان هما الامامان وواحد هو القطب وهذه الجملة هم الابدال وقالوا سموا ابدالا لكونهم اذا مات واحد منهم كان الآخر بدله ويؤخذ من الاربعين واحد وتكمل الاربعون بواحد من الثلاثمائة وتكمل الثلاثمائة بواحد من صالحى المؤمنين وقيل سموا ابدالا لانهم أعطوا من القوة أن يتركوا ابدالهم حيث يريدون لامر يقوم فى نفوسهم على علم منهم فان لم يكن على علم منهم فليس من أصحاب هذا المقام فقد يكون من صلحاء الامة وقد يكون من الافراد وهؤلاء الاوتاد الاربعة لهم مثل ما للابدال الذين ذكرناهم فى الباب قبل هذا روحانية الهية وروحانية ألية فمنهم من هو على قلب آدم والآخر على قلب ابراهيم والآخر على قلب عيسى والآخر على قلب محمد عليهم السلام فمنهم من تمده روحانية اسرافيل وآخر روحانية ميكائيل وآخر روحانية جبريل وآخر روحانية عزرائيل ولكل وتد ركن من أركان البيت فالذى على قلب آدم عليه السلام له الركن الشامى والذى على قلب ابراهيم له الركن العراقى والذى على قلب عيسى عليه السلام له الركن اليمانى والذى على قلب محمد صلى الله عليه وسلم له ركن الحجر الاسود وهو لنا بحمد الله وكان بعض الاركان فى زماننا الربيع بن محمود المارديني الحطاب فلما مات خلفه شخص آخر وكان الشيخ أبو على الهوارى قد أطلعه الله عليهم فى كشفه قبل أن يعرفهم وتحقق صورهم فما مات حتى أبصر منهم ثلاثة فى عالم الحس أبصر ربيعا المارديني وأبصر الآخر وهو رجل فارسى وأبصرنا ولازمنا الى ان مات سنة تسع وتسعين وخمسمائة أخبرنى بذلك وقال لى ما أبصرت الرابع وهو رجل حبشى واعلم ان هؤلاء الاوتاد يحوون على علوم جمة كثيرة فالذى لا بد لهم من العلم به وبه يكونون أوتادا افرادا من العلوم فمنهم من له خمسة عشر علما ومنهم من له ولا بد ثمانية عشر علما ومنهم من له أحد وعشرون علما ومنهم من له أربعة وعشرون علما فان أصناف العدد كثيرة هذا العدد من أصناف العلوم لكل واحد

منهم لابدله منه وقد يكون الواحد أو كلهم يجمع أو يجمعون علم الجماعة وزيادة ولكن الخاص لكل واحد منهم ما ذكرنا من العدد فهو شرط فيه وقد لا يكون له ولا لواحد منهم علم زائد لا من الذى عند أصحابه ولا مما ليس عندهم فمنهم من له الوجه وهو قوله تعالى عن ابليس ثم لآتينهم من بين أيديهم ومن خلفهم وعن أيمانهم وعن شمائلهم ولكل جهة وتد يشفع يوم القيامة فيمن دخل عليه ابليس من جهته فالذى له الوجه له من العلوم علم الاصطلام والوجد والشوق والعشق وغامضات المسائل وعلم النظر وعلم الرياضة وعلم الطبيعة والعلم الالهى وعلم الميزان وعلم الانوار وعلم السبحات الوجهية وعلم المشاهدة وعلم الفناء وعلم تسخير الارواح وعلم استنزال الروحانيات العلى وعلم الحركة وعلم ابليس وعلم المجاهدة وعلم الحشر وعلم النشر وعلم موازين الاعمال وعلم جهنم وعلم الصراط والذى له الشمال له علم الاسرار وعلم الغيوب وعلم الكنوز وعلم النبات وعلم المعدن وعلم الحيوان وعلم خفيات الامور وعلم المياه وعلم التكوين وعلم التلوين وعلم الرسوخ وعلم الثبات وعلم المقام وعلم القدم وعلم الفصول المقومة وعلم الاعيان وعلم السكون وعلم الدنيا وعلم الجنة وعلم الخلود وعلم انقلابات والذى له اليمين له علم البرازخ وعلم الارواح البرزخية وعلم منطق الطير وعلم لسان الرياح وعلم التنزل وعلم الاستحالات وعلم الزجر وعلم مشاهدة الذات وعلم تحريك النفوس وعلم الميل وعلم المعراج وعلم الرسالة وعلم الكلام وعلم الانفاس وعلم الاحوال وعلم السماع وعلم الحيرة وعلم الهوى والذى له الخلف له علم الحياة وعلم الاحوال المتعلقة بالعقائد وعلم النفس وعلم التجلى وعلم المنصات وعلم النكاح وعلم الرحمة وعلم التعاطف وعلم التودد وعلم الذوق وعلم الشرب وعلم الرى وعلم جواهر القرآن وعلم درر الفرقان وعلم الدعس الاشارة فكل شخص مما ذكرنا لابد له من هذه العلوم فما زاد على ذلك فذلك من الاختصاص الالهى فهذا قد بينا مراتب الاوتاد وكما فى الباب الذى قبله بينا ما يختص به الابدال وبينا فى فصل المنازل من هذا الكتاب ما يختص به القطب والامامان مستوفى الاصول فى باب يخصه وهو السبعون ومائتان من أبواب هذا الكتاب والله يقول الحق وهو يهدى السبيل

(الباب السابع عشر فى معرفة انتقال العلوم الكونية ونبذة من العلوم الالهية المدة الاصلية)

علوم الكون تنتقل انتقالا * وعلم الوجه لا يرجو زوالا
فتثبتها وتنفيها جميعا * وتقطع نجدها حالا فحالا
الهى كيف يعلمكم سواكم * ومثلك من تبارك أو تعالى
الهى كيف يعلمكم سواكم * وهل غير يكون لكم مثالا
ومن طلب الطريق بلا دليل * الهى لقد طلب المحالا
الهى كيف تهواكم قلوب * وما ترجو التألف والوصالا
الهى كيف يعرفكم سواكم * وهل شئ سواكم لا ولالا
الهى كيف تبصركم عيون * ولست النيرات ولا الظلالا
الهى لا أرى نفسى سواكم * وكيف أرى المحال أو الضلالا
الهى أنت أنت وان انى * ليطلب من اياتك النوالا
لفقر قام عندى من وجودى * تولد من غناك فكان حالا
وأطلعنى ليظهرنى اليه * ولم يرنى سواه فكنت آلا
ومن قصد السراب يريد ماء * يرى عين الحياة به زلالا
أنا الكون الذى لاشئ مثلى * ومن أنا مثله قبل المثالا
وذا من أعجب الاشياء فانظر * غناك ترى عمائلها استحالا
فما فى الكون غير وجود فرد * تنزه أن يقاوم أو ينالا

اعلم أيدك الله ان كل ما فى العالم منتقل من حال الى حال فعالم الزمان فى كل زمان منتقل وعالم الانفاس فى كل نفس وعالم التجلى فى كل تجل والدلالة فى ذلك قوله تعالى كل يوم هو فى شأن وأيده قوله تعالى سنفرغ لكم أيها الثقلان وكل انسان يجد من نفسه تنوع الخواطر فى قلبه فى حركاته وسكناته فما من تقلب يكون فى العالم الاعلى والاسفل الا وهو عن توجه الهى بتجل خاص لتلك العين فيكون استناده من ذلك التجلى بحسب ما تعطيه حقيقته واعلم ان المعارف الكونية منها علوم مأخوذة من الاكوان ومعلوماتها أكوان وعلوم تؤخذ من الاكوان ومعلوماتها نسب والنسب ليست بأكوان وعلوم تؤخذ من الاكوان ومعلومها ذات الحق وعلوم تؤخذ من الحق ومعلومها الاكوان وعلوم تؤخذ من النسب ومعلومها الاكوان وهذه كلها تسمى العلوم الكونية وهى تنتقل بانتقال معلوماتها فى أحوالها وصورة انتقالها أيضا ان الانسان يطلب ابتداء معرفة كون من الاكوان أو يتخذ دليلا على مطلوبه كونا من الاكوان فاذا حصل له ذلك المطلوب لاح له وجه الحق فيه ولم يكن ذلك الوجه مطلوبا له فتعلق به هذا الطالب وترك قصده الاول وانتقل العلم بطالب ما يعطيه ذلك الوجه فمنهم من يعرف ذلك ومنهم من هو حاله هذا ولا يعرف ما انتقل عنه ولا ما انتقل اليه حتى ان بعض أهل الطريق زل فقال اذا رأيتم الرجل يقيم على حال واحدة أربعين يوما فاعلموا انه مراء يا عجبا وهل تعطى الحقائق أن يبقى أحد نفسين أو زمانين على حال واحدة فتكون الالوهية معطلة الفعل فى حقه هذا ما لا يتصور الا ان هذا العارف لم يعرف ما يراد بالانتقال بكون الانتقال كان فى الامثال فكان ينتقل مع الانفاس من الشئ الى مثله فالتبست عليه الصورة بكونه ما تغير عليه من الشخص حاله الاول فى تخيله كما يقال فلان ما زال اليوم ماشيا وما قعد ولا شك ان المشى حركات كثيرة متعددة وكل حركة ما هى عين الاخرى بل هى مثلها وعلمك ينتقل بانتقال الطائفة ولا ما تغير عليه الحال وكم تغيرت عليه من الاحوال

﴿فصل﴾ وأما انتقالات العلوم الالهية فهو الاسترسال الذى ذهب اليه أبو المعالى امام الحرمين والتعلقات التى ذهب اليها محمد بن عمر بن الخطيب الرازى وأما أهل القدم الراسخة من أهل طريقة الله فلا يقولون بهذا الانتقالات فان الاشياء عند الحق مشهودة معلومة الاعيان والاحوال على صورها التى تكون عليها ومنها اذا وجدت أعيانها الى ما لا يتناهى فلا يحدث تعلق على مذهب ابن الخطيب ولا يكون استرسال على مذهب امام الحرمين رضى الله عن جميعهم والدليل العقلى الصحيح يعطى ما ذهبنا اليه وهذا الذى ذكره أهل الله ووافقناهم عليه يعطيه الكشف من المقام الذى وراء طور العقل فصدق الجميع وكل قوة أعطت بحسبها فاذا أوجد الله الاعيان فما أوجدها الا وهى على حالاتها بأماكنها وأزمنتها على اختلاف أمكنتها وأزمنتها فيكشف لها عن أعيانها وأحوالها شيئا بعد شئ الى ما لا يتناهى على التتالى والتتابع فالامر بالنسبة الى الله واحد كما قال تعالى وما أمرنا الا واحدة كلمح بالبصر والكثرة فى نفس المعدودات وهذا الامر قد حصل لنا فى وقت فلم يختلف علينا فيه وكان الامر فى الكثرة واحدا عندنا ما غاب ولا زال وهكذا شهده كل من ذاق هذا فهم فى المثال كشخص واحد له أحوال مختلفة وقد صورت له صورة فى كل حال يكون عليها هكذا كل شخص وجعل بينك وبين هذه الصور حجاب فكشف لك عنها وأنت من جملة من له فيها صورة فادركت جميع ما فيها عند رفع الحجاب بالنظرة الواحدة فالحق سبحانه ما عدل بها عن صورها فى ذلك الطبق بل كشف لها عنها وألبسها حالة الوجود لها فعاينت نفسها على ما تكون عليه أبدا وليس فى حق نظرة الحق زمان ماض ولا مستقبل بل الامور كلها معلومة له فى مراتبها بتعداد صورها فيها ومراتبها لا توصف بالتناهى ولا تنحصر ولا حد لها تقف عنده فهكذا هو ادراك الحق تعالى للعالم ولجميع الممكنات فى حال عدمها ووجودها فما تنوعت الاحوال فى خيالها لا فى علمها فاستفادت من كشفها لذلك علما لم يكن عندها الاحالة لم تكن عليها فتحقق هذا فانها مسئلة خفية غامضة تتعلق بسر القدر القليل من أصحابنا من يعثر عليها وأما تعلق علمنا بالله تعالى فعلى قسمين معرفة بالذات الالهية وهى موقوفة على الشهود والرؤية لكنها رؤية من غير احاطة ومعرفة بكونه الها وهى موقوفة على أمرين أو أحدهما وهو الوهب والامر الآخر النظر والاستدلال وهذه هى المعرفة المكتسبة وأما العلم بكونه مختارا فان الاختيار يعارضه

أحدية

أحدية المشيئة فنسبته الى الحق اذا وصف به انما ذلك من حيث ما هو الممكن عليه لا من حيث ما هو الحق عليه قال تعالى ولكن حق القول مني وقال تعالى أفمن حقت عليه كلمة العذاب وقال ما يبدل القول لدي وما أحسن ما تمم به هذه الآية وما أنا بظلام للعبيد وهنا نبه على سر القدر وبه كانت الحجة البالغة لله على خلقه وهذا هو الذي يليق بجناب الحق والذي يرجع الى الكون ولو شئنا لآتينا كل نفس هداها فما شئنا ولكن استدراك للتوصيل فان الممكن قابل للهداية والضلالة من حيث حقيقته فهو موضع الانقسام وعليه يرد التقسيم وفي نفس الامر ليس لله فيه الأمر واحد وهو معلوم عند الله من جهة حال الممكن (مسئلة) ظاهر معقول الاختراع عدم المثال في الشاهد كيف يصح الاختراع في أمر لم يزل مشهودا له تعالى معلوما كما قررناه في علم الله بالاشياء في كتاب المعرفة بالله ﴿مسئلة﴾ الاسماء الالهية نسب واضافات ترجع الى عين واحدة اذ لا يصح هناك كثرة بوجود أعيان فيه كما زعم من لا علم له بالله من بعض النظار ولو كانت الصفات أعيانا زائدة وما هو اله الا بها لكانت الالوهية معلولة بها فلا يخلو أن تكون هي عين الاله فالشئ لا يكون علة لنفسه أولا تكون فالله لا يكون معلولا لعلة ليست عينه فان العلة متقدمة على المعلول بالرتبة فيلزم من ذلك افتقار الاله من كونه معلولا لهذه الاعيان الزائدة التي هي علة له وهو محال ثم ان الشئ المعلول لا يكون له علتان وهذه كثيرة ولا يكون الها الا بها فبطل أن تكون الاسماء والصفات أعيانا زائدة على ذاته تعالى الله عما يقول الظالمون علوا كبيرا ﴿مسئلة﴾ الصورة في المرآة جسد برزخي كالصورة التي يراها النائم اذا وافقت الصورة الخارجة وكذلك الميت والمكاشف وصورة المرآة أصدق ما يعطيه البرزخ اذا كانت المرآة على شكل خاص ومقدار جرم خاص فان لم تكن كذلك لم تصدق في كل ما تعطيه بل تصدق في البعض واعلم ان أشكال المرائي تختلف فتختلف الصور فلو كان النظر بالانعكاس الى المرئيات كما يراه بعضهم لادركها الرائي على ما هي عليه من كبر جرمها وصغره ونحن نبصر في الجسم الصقيل الصغير الصورة المرئية الكبيرة في نفسها صغيرة وكذلك الجسم الكبير الصقيل يكبر الصورة في عين الرائي ويخرجها عن حدها وكذلك العريض والطويل والمقوج فاذن ليست الانعكاسات تعطي ذلك فلم تمكن أن نقول الا ان الجسم الصقيل أحد الامور التي تعطي صور البرزخ ولهذا لا تتعلق الرؤية فيها الا بالمحسوسات فان الخيال لا يمسك الا ماله صورة محسوسة أو مركب من أجزاء محسوسة تركبها القوة المصورة فتعطي صورة لم يكن لها في الحس وجود أصلا لكن أجزاء ما تركبت منه محسوسة لهذا الرائي بلا شك ﴿مسئلة﴾ أكمل نشأة ظهرت في الموجودات الانسان عند الجميع لان الانسان الكامل وحد على الصورة لا الانسان الحيوان والصورة لها الكمال ولكن لا يلزم من هذا أن يكون هو الافضل عند الله فهو أكمل بالمجموع فان قالوا يقول الله لخلق السموات والارض أكبر من خلق الناس ولكن أكثر الناس لا يعلمون ومعلوم انه لا يريد أكبر في الجرم ولكن يريد في المعنى قلنا له صدقت ولكن من قال انها أكبر منه في الروحانية بل معنى السموات والارض من حيث ما يدل عليه كل واحدة منهما من طريق المعنى المنفرد من النظم الخاص لا جرامهما أكبر في المعنى من جسم الانسان لا من كل الانسان ولهذا يصدر عن حركات السموات والارض أعيان المولدات والتكوينات والانسان من حيث جرمه من المولدات ولا يصدر من الانسان هذا وطبيعة العناصر من ذلك فلهذا كانا أكبر من خلق الانسان اذ هما له كالابوين وهو من الامر الذي يتنزل بين السماء والارض ونحن انما ننظر في الانسان الكامل فنقول انه أكمل وأما أفضل عند الله فذلك لله تعالى وحده فان المخلوق لا يعلم ما في نفس الخالق الا باعلامه اياه ﴿مسئلة﴾ ليس للحق صفة نفسية ثبوتية الا واحدة لا يجوز أن يكون له اثنتان فصاعدا اذ لو كان لكانت ذاته مركبة منهما أو منهن والتركيب في حقه محال فاثبات صفة زائدة ثبوتية على واحدة محال (مسئلة) لما كانت الصفات نسبا واضافات والنسب أمور عدمية وما ثم الا ذات واحدة من جميع الوجوه لذلك جاز أن يكون العباد مرحومين في آخر الامر ولا يسرمد عليهم عدم الرحمة الى ما لا نهاية له اذ لا مكره له على ذلك والاسماء والصفات ليست أعيانا توجب حكما عليه في الاشياء فلا مانع من شمول الرحمة للجميع ولا سيما وقد وردت سبقها للغضب فاذا انتهى الغضب اليها كان الحكم لها فكان الامر على ما قلناه ولذلك قال تعالى ولو شاء ربك

لهدى الناس جميعا فكان حكم هذه المشيئة في الدنيا بالتكليف وأما في الآخرة فالحكم لقوله يفعل ما يريد فمن
يقدر أن يدل على انه لم يرد الا تسرمد العذاب على أهل النار ولا بد أو على واحد في العالم كله حتى يكون حكم الاسم المعذب
والمبلي والمنتقم وأمثاله مجدا والاسم المبلي وأمثاله نسبة واضافة لا عين موجودة وكيف تكون الذات الموجودة تحت
حكم ما ليس بموجود فكل ما ذكر من قوله لو شاء ولئن شئنا لأجل هذا الأصل فلما الاطلاق وما ثم نص يرجع اليه
لا يتطرق اليه احتمال في تسرمد العذاب كما لنا في تسرمد النعيم فلم يبق الا الجواز وانه رحمن الدنيا والآخرة فاذا فهمت
ما أشرنا اليه فلن تشقى بك بل تزال بالسكينة ﴿مسئلة﴾ اطلاق الجواز على الله تعالى سوء أدب مع الله ويحصل المقصود
باطلاق الجواز على الممكن وهو الأليق اذ لم يرد به شرع ولا دل عليه عقل فافهم وهذا القدر كاف فان العلم الالهي أوسع
من أن يستقصى والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

﴿الباب الثامن عشر﴾

في معرفة علم المتهجدين وما يتعلق به من المسائل ومقداره في مراتب العلوم وما يظهر منه من العلوم في الوجود

علم التهجد علم الغيب ليس له * في منزل العين احساس ولا نظر
ان التنزل يعطيه وان له * في عينه سورا تعلو به صور
فان دعاه الى المعراج خالقه * بدت له بين أعلام العلى سور
فكل منزلة تعطيه منزلة * اذا تحكم في أجفانه السهر
مالم ينم هذه في الليل حالته * أو يدرك الفجر في آفاقه البصر
نوافج الزهر لا تعطيك رائحة * مالم يجد بالنسيم اللين السحر
ان الملوك وان جلت مناصبها * لها مع السوقة الاسرار والسمر

اعلم أيدك الله ان المتهجدين ليس لهم اسم خاص الهي يعطيهم التهجد ويقيمهم فيه كما لمن يقوم الليل كله فان قائم الليل
كله له اسم الهي يدعوه اليه ويحركه فان التهجد عبارة عمن يقوم وينام ويقوم وينام ويقوم فمن لم يقطع الليل في
مناجاة ربه هكذا فليس بمتهجد قال تعالى ومن الليل فتهجد به نافلة لك وقال ان ربك يعلم أنك تقوم أدنى من ثلثي
الليل ونصفه وثلثه وله علم خاص من جانب الحق غير أن هذه الحالة لما لم نجد في الأسماء الالهية من تستند اليه ولم نر أقرب
نسبة اليها من الاسم الحق فاستندت الى الاسم الحق وقبلها هذا الاسم فكل علم يأتي به المتهجد انما هو من الاسم الحق
فان النبي صلى الله عليه وسلم قال لمن يصوم الدهر ويقوم الليل ان لنفسك عليك حقا ولعينك عليك حقا فصم وأفطر
وقم ونم فجمع له بين القيام والنوم لاداء حق النفس من أجل العين ولاداء حق النفس من جانب الله ولا تؤدى
الحقوق الا بالاسم الحق ومنه لا من غيره فلهذا استند المتهجدون لهذا الاسم ثم انه للمتهجد أمر آخر لا يعلمه كل أحد
وذلك انه لا يجني ثمرة مناجاة التهجد ويحصل علومه الا من كانت صلاة الليل له نافلة وأما من كانت فريضته من
الصلاة ناقصة فانها تكمل من نوافله فان استغرقت الفرائض نوافل العبد المتهجد لم يبق له نافلة وليس بمتهجد ولا
صاحب نافلة فهذا لا يحصل له حال النوافل ولا علومها ولا تجلياتها فاعلم ذلك فنوم المتهجد لحق عينه وقيامه لحق ربه
فيكون ما يعطيه الحق من العلم والتجلي في نومه ثمرة قيامه وما يعطيه من النشاط والقوة وتجليهما وعلومهما في قيامه ثمرة
نومه وهكذا جميع أعمال العبد مما افترض عليه فتتداخل علوم المتهجدين كتداخل ضفيرة الشعر وهي من العلوم
المشوقة للنفوس حيث تلتف هذا الالتفاف فيظهر لهذا الالتفاف أسرار العالم الأعلى والأسفل والأسماء الدالة على
الافعال والتنزيه وهو قوله تعالى والتفت الساق بالساق أي اجتمع أمر الدنيا بأمر الآخرة وما ثم الا دنيا وآخرة وهو
المقام المحمود الذي ينتجه التهجد قال تعالى ومن الليل فتهجد به نافلة لك عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا وعسى
من الله واجبة والمقام المحمود هو الذي له عواقب الثناء أي اليه يرجع كل ثناء وأما قدر علم التهجد فهو عزيز المقدار
وذلك انه لما لم يكن له اسم الهي يستند اليه كسائر الآثار عرفنا من حيث الجملة ان ثم أمرا غاب عنه أصحاب الآثار والآثار

مطلب

فطلب ماهو فأداه النظر الى أن يستكشف عن الاسماء الالهية هل لها أعيان أو هل هى نسب حتى يرى رجوع الآثار هل ترجع الى أمر وجودى أو عدمى فلما نظر رأى انه ليس الاسماء أعيانا موجودة وانما هى نسب فرأى مستند الآثار الى أمر عدمى فقال المتهجد فصارى الامر أن يكون رجوعى الى أمر عدمى فأمعن النظر فى ذلك ورأى نفسه مولدا من قيام ونوم ورأى النوم رجوع النفس الى ذاتها وما تطلبه ورأى القيام حق الله عليه فلما كانت ذاته مركبة من هذين الامرين نظر الى الحق من حيث ذات الحق فلاح له ان الحق اذا انفرد بذاته لذاته لم يكن العالم واذا توجه الى العالم ظهر عين العالم لذلك التوجه فرأى ان العالم كله موجود عن ذلك التوجه المختلف النسب ورأى المتهجد ذاته مركبة من النظر الحق لنفسه دون العالم وهو حالة النوم للنائم ومن نظره الى العالم وهو حالة القيام لاداء حق الحق عليه فعلم ان سبب وجود عينه أشرف الاسباب حيث استند من وجه الى الذات معرّاة عن نسب الاسماء التى تطلب العالم اليه فتحقق ان وجوده أعظم الوجود وان علمه أسنى العلوم وحصل له مطلوبه وهو كان غرضه وكان سبب ذلك انكساره وفقره فقال فى قضاء وطره من ذلك متمثلا

رب ليل بته ما أنى ﴿﴾ فجره حتى انقضى وطرى
من مقام كنت أعشقه ﴿﴾ بحديث طيب الخبر

وقال فى الاسماء

لم أجد للاسم مدلولا ﴿﴾ غير من قد كان مفعولا
ثم أعطتنا حقيقته ﴿﴾ كونه للعقل معقولا
فتلفظنا به أدبا ﴿﴾ واعتقدنا الامر مجهولا

وكان قدر علمه فى العلوم قدر معلومه وهو الذات فى المعلومات فيتعلق بعلم المتهجد علم جميع الاسماء كلها وأحقها به الاسم القيوم الذى لا تأخذه سنة ولا نوم وهو العبد فى حال مناجاته فيعلم الاسماء على التفصيل أى كل اسم جاء علم ما يحوى عليه من الاسرار الوجودية وغير الوجودية على حسب ما تعطيه حقيقة ذلك الاسم ومما يتعلق بهذه الحالة من العلوم علم البرزخ وعلم التجلى الالهى فى الصور وعلم سوق الجنة وعلم تعبير الرؤيا لا نفس الرؤيا من جهة من يراها وانما هى من جانب من ترى له فقد يكون الرائى هو الذى رآها لنفسه وقد يراها له غيره والعابر لها هو الذى له جزء من أجزاء النبوّة حيث علم ما أريد بتلك الصورة ومن هو صاحب ذلك المقام واعلم ان المقام المحمود الذى للتهجد يكون لصاحبه دعاء معين وهو قول الله تعالى لنبيه صلى الله عليه وسلم يأمره به وقل رب أدخلنى مدخل صدق يعنى لهذا المقام فانه موقف خاص بمحمد يحمد الله فيه بمحامد لا يعرفها الا اذا دخل ذلك المقام وأخرجنى مخرج صدق أى اذا انتقل عنه الى غيره من المقامات والمواقف أن تكون العناية به معه فى خروجه منه كما كانت معه فى دخوله اليه واجعل لى من لدنك سلطانا نصيرا من أجل المنازعين فيه فان المقام الشريف لا يزال صاحبه محسودا ولما كانت النفوس لا تصل اليه رجعت تطلب وجها من وجوه القدح فيه تكظما للمظالم التى هم عليها حتى لا ينسب النقص اليهم عن هذا المقام الشريف فطلب صاحب هذا المقام النصرة بالحجة التى هى السلطان على الجاحدين شرف هذه المرتبة وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا والله يقول الحق وهو يهدى السبيل

﴿الباب التاسع عشر﴾

فى سبب نقص العلوم وزيادتها وقوله تعالى وقل رب زدنى علما وقوله صلى الله عليه وسلم ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من صدور العلماء ولكن يقبضه بقبض العلماء

تجلى وجود الحق فى فلك النفس ﴿﴾ دليل على ما فى العلوم من النقص
وان غاب عن ذاك التجلى بنفسه ﴿﴾ فهل مدرك اياه بالبحث والفحص
وان ظهرت للعلم فى النفس كثرة ﴿﴾ فقد نبت الستر المحقق بالنص

ولم يبد من شمس الوجود ونورها * على عالم الارواح شئ سوى القرص
وليست تنال العين في غير مظهر * ولو هلك الانسان من شدة الحرص
ولا ريب في قولى الذى قد بثثته * وما هو بالزور المموّه والخرص

اعلم أيدك الله ان كل حيوان وكل موصوف بادراك فانه في كل نفس في علم جديد من حيث ذلك الادراك لكن الشخص المدرك قد لا يكون ممن يجعل باله ان ذلك علم فهذا هو في نفس الامر علم فاتصاف العلوم بالنقص في حق العالم هو أن الادراك قد حيل بينه و بين أشياء كثيرة مما كان يدركها لو لم يقم به هذا المانع كمن طرأ عليه العمى أو الصمم أو غير ذلك ولما كانت العلوم تعلو وتتضع بحسب المعلوم لذلك تعلقت الهمم بالعلوم الشريفة العالية التى اذا اتصف بها الانسان زكت نفسه وعظمت مرتبته فأعلاها مرتبة العلم بالله وأعلى الطرق الى العلم بالله علم التجليات ودونها علم النظر وليس دون النظر علم الهى وانما هى عقائد في عموم الخلق لا علوم وهذه العلوم هى التى أمر الله نبيه عليه السلام بطلب الزيادة منها قال تعالى ولا تعجل بالقرآن من قبل أن يقضى اليك وحيه وقل رب زدنى علما أى زدنى من كلامك ما تزيد به علما بك فانه قد زاد هنا من العلم العلم بشرف التأنى عند الوحى أدبا مع المعلم الذى أتاه به من قبل ربه ولهذا أردف هذه الآية بقوله وعنت الوجوه للحى القيوم أى ذلت فأراد علوم التجلى والتجلى أشرف الطرق الى تحصيل العلوم وهى علوم الاذواق واعلم ان للزيادة والنقص بابا آخر نذكره أيضا ان شاء الله وذلك ان الله جعل لكل شئ ونفس الانسان من جملة الاشياء ظاهرا و باطنا فهى تدرك بالظاهر أمورا تسمى عينا وتدرك بالباطن أمورا تسمى علما والحق سبحانه هو الظاهر والباطن فيه وقع الادراك فانه ليس في قدرة كل ما سوى الله ان يدرك شيأ بنفسه وانما أدركه بما جعل الله فيه وتجلى الحق لكل من تجلى له من أى عالم كان من عالم الغيب أو الشهادة انما هو من الاسم الظاهر وأما الاسم الباطن فمن حقيقة هذه النسبة أنه لا يقع فيها تجل أبدا لا في الدنيا ولا في الآخرة اذ كان التجلى عبارة عن ظهوره لمن تجلى له في ذلك المجلى وهو الاسم الظاهر فان معقولية النسب لا تتبدل وان لم يكن لها وجود عينى لكن لها الوجود العقلى فهى معقولة فاذا تجلى الحق امامة أو اجابة لسؤال فيه فتجلى لظاهر النفس وقع الادراك بالحس في الصورة في برزخ التمثل فوقعت الزيادة عند المتجلى له في علوم الاحكام ان كان من علماء الشريعة وفي علم موازين المعانى ان كان منطقيا وفي علوم ميزان الكلام ان كان نحويا وكذلك صاحب كل علم من علوم الاكوان وغير الاكوان تقع له الزيادة في نفسه من علمه الذى هو بصدده فأهل هذه الطريقة يعلمون ان هذه الزيادة انما كانت من ذلك التجلى الالهى لهؤلاء الاصناف فانهم لا يقدرون على انكار ما كشف لهم وغير العارفين يحسون بالزيادة و ينسبون ذلك الى أفكارهم وغير هذين يجدون من الزيادة ولا يعلمون انهم استزادوا شيأ فهم في المثل كمثل الحمار يحمل أسفارا بئس مثل القوم الذين كذبوا بآيات الله وهى هذه الزيادة وأصلها والعجب من الذين نسبوا ذلك الى أفكارهم وما علم ان فكره ونظره و بحثه في مسئلة من المسائل هو من زيادة العلوم في نفسه من ذلك التجلى الذى ذكرناه فالناظر مشغول بمتعلق نظره و بغاية مطلبه فيحجب عن علم الحال فهو في مزيد علم وهو لا يشعر واذا وقع التجلى أيضا بالاسم الظاهر لباطن النفس وقع الادراك بالبصيرة في عالم الحقائق والمعانى المجردة عن المواد وهى المعبر عنها بالنصوص اذ النص ما لا اشكال فيه ولا احتمال بوجه من الوجوه وليس ذلك الا في المعانى فيكون صاحب المعانى مستريحا من تعب الفكر فهم [illegible] عند التجلى في العلوم الالهية وعلوم الاسرار وعلوم الباطن وما يتعلق بالآخرة وهذا مخصوص بأهل طريقة فهذا سبب الزيادة وأما سبب نقصها فأمران اما سوء في المزاج في أصل النشء وفساد عارض في القوة الموصلة الى ذلك وهذا لا ينجبر كما قال الخضر في الغلام انه طبع كافرا فهذا في أصل النشء وأما الامر العارض فقد يزول ان كان في القوة بالطب وان كان في النفس فشغله حب الرياسة واتباع الشهوات عن اقتناء العلوم التى فيها شرفه وسعادته فهذا قد يزول بداعى الحق من قلبه فيرجع الى الفكر الصحيح فيعلم ان الدنيا منزل من منازل المسافر وانها جسر وان الانسان اذا لم يتحل نفسه هنا بالعلوم ومكارم الاخلاق وصفات الملأ الاعلى من الطهارة والتنزه عن

الشهوات

الشهوات بحيث ما صارفه عن النظر الصحيح واقتناء العلوم الالهية فيأخذ في الشروع في ذلك فهذا أيضا سبب نقص
العلوم ولا أعني بالعلوم التي يكون النقص منها عيبا في الانسان الا العلوم الالهية والا فالحقيقة تعطي انه ما ثم نقص قط
وان الانسان في زيادة أبدا دائما من جهة ما تعطيه حواسه وتقلبات أحواله في نفسه وخواطره فهو في مزيد علوم
لكن لا منفعة فيها او الظن والشك والنظر والجهل والغفلة والنسيان كل هذا وأمثاله لا يكون معها العلم بما
أنت فيه بحكم الظن أو الشك أو النظر أو الجهل أو الغفلة أو النسيان وأما نقص علوم التجلي وزيادتها فالانسان
على احدى حالتين خروج الانبياء بالتبليغ أو الاولياء بحكم الوراثة النبوية كما قيل لابي يزيد حين خلع عليه خلع النيابة
وقال له اخرج الى خلقي بصفتي فمن رآك رآني فلم يسعه الا امتثال أمر ربه فخطا خطوة الى نفسه من ربه فغشي عليه فاذا
النداء ردوا علي حبيبي فلا صبر له عني فانه كان مستهلكا في الحق كأبي عقال المغربي فرد الى مقام الاستهلاك فيه
الارواح الموكلة بما المؤيدة له لما أمر بالخروج فرد الى الحق وخلعت عليه خلع الذلة والافتقار والانكسار فطاب عيشه
ورأى ربه فراءا أمه واستراح من حمل الامانة المعارة التي لا بد له أن تؤخذ منه والانسان من وقت رقيه في سلم المعراج
يكون له تجل الهي بحسب سلم معراجه فان لكل شخص من أهل الله سلما يخصه لا يرقى فيه غيره ولو رقي أحد في سلم أحد
لكانت النبوة مكتسبة فان كل سلم يعطي لذاته مرتبة خاصة لكل من رقي فيه وكانت العلماء ترقى في سلم الانبياء فتنال
النبوة برقيها فيه والامر ليس كذلك وكان يزول الاتساع الالهي بتكرار الامر وقد ثبت عندنا انه لا تكرار في ذلك
الجناب غير ان عدد درج المعالي كلها الانبياء والاولياء والمؤمنون والرسل على السواء لا يزيد سلم على سلم درجة
واحدة فالدرجة الاولى الاسلام وهو الانقياد وآخر الدرج الفناء في العروج والبقاء في الخروج وبينهما ما بقي وهو
الايمان والاحسان والعلم والتقديس والتنزيه والغنى والفقر والذلة والعزة والتلوين والتمكين في
التلوين والفناء ان كنت خارجا والبقاء ان كنت داخلا اليه وفي كل درج في خروجك عنه ينقص من باطنك
بقدر ما يزيد في ظاهرك من علوم التجلي الى أن تنتهي الى آخر درج فان كنت خارجا ووصلت الى آخر درج ظهر
بذاته في ظاهرك على قدرك وكنت له مظهرا في خلقه ولم يبق في باطنك منه شيء أصلا وزالت عنك تجليات الباطن
جملة واحدة فاذا دعاك الى الدخول اليه فهي أول درج يتجلى لك في باطنك بقدر ما ينقص من ذلك التجلي في ظاهرك
الى أن تنتهي الى آخر درج فيظهر على باطنك بذاته ولا يبقى في ظاهرك تجل أصلا وسبب ذلك أن لا يزال العبد
والرب معا في كمال وجود كل واحد منهما فلا يزال العبد عبدا والرب ربا مع هذه الزيادة والنقص فهذا هو سبب زيادة
علوم التجليات ونقصها في الظاهر والباطن وسبب ذلك التركيب ولهذا كان جميع ما خلقه الله وأوجده في عينه مركبا
له ظاهر وله باطن والذي نسميه من البسائط انما هي أمور معقولة لا وجود لها في أعيانها فكل موجود سوى الله
تعالى مركب هذا أعطانا الكشف الصحيح الذي لا مرية فيه وهو الموجب لاستصحاب الافتقار له فانه وصف
ذاتي له فان فهمت فقد أوضحنا لك المنهاج ونصبنا لك المعراج فاسلك واعرج تبصر وتشاهد ما بيناه لك ولما عينا
لك درج المعارج ما أبقينا لك في النصيحة التي أمرنا بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فانه لو وصفنا لك الثمرات
والنتائج ولم نعين لك الطريق اليها لشوقناك الى أمر عظيم لا تعرف الطريق الموصل اليه فو الذي نفسي بيده انه لهو
المعراج والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

﴿الباب العشرون في العلم العيسوي ومن أين جاء والى أين ينتهي وكيفيته وهل تعلق بطول العالم أو بعرضه أو بهما﴾

علم عيسى هو الذي * جهل الخلق قدره
كان يحيي به الذي * كانت الارض قبره
قاوم النفخ اذن من * غاب فيه وأمره
ان لاهوته الذي * كان في الغيب مهره
هو روح ممثل * أظهر الله سره

جاء من غيب حضرة * قد محا الله بدره
صار خلقا من بعدما * كان روحا فعزه
وانتهى فيه أمره * خباه وسره *
من يكن مثله فقد * عظم الله أجره

اعلم أيدك الله ان العلم العيسوى هو علم الحروف ولهذا أعطى النفخ وهو الهواء الخارج من تجويف القلب الذى هو روح الحياة فاذا انقطع الهواء فى طريق خروجه الى فم الجسد سمى مواضع انقطاعه حروفا فظهرت أعيان الحروف فلما التأمت ظهرت الحياة الحسية فى المعانى وهو أول ما ظهر من الحضرة الالهية للعالم ولم يكن للاعيان فى حال عدمها شئ من النسب الا السمع فكانت الاعيان مستعدة فى ذواتها فى حال عدمها لقبول الامر الالهى اذا ورد عليها بالوجود ولما أراد بها الوجود قال لها كن فتكونت وظهرت فى أعيانها فكان الكلام الالهى أول شئ أدركته من الله تعالى بالكلام الذى يليق به سبحانه فاول كلمة تركبت كلمة كن وهى مركبة من ثلاثة أحرف كاف و واو ونون وكل حرف من ثلاثة فظهرت القسمة التى جذرها الثلاثة وهى أول الافراد وانتهت بسائط العدد بوجود التسعة من كن فظهر بكن عين المعدود والعدد ومن هنا كان أصل تركيب المقدمات من ثلاثة وان كانت فى الظاهر أربعة فان الواحد يتكرر فى المقدمتين فهى ثلاثة وعن الفرد وجد الكون لا عن الواحد وقد ع فنا الحق ان سبب الحياة فى صور المولدات انما هو النفخ الالهى فى قوله فاذا سويته ونفخت فيه من روحى وهو النفس الذى أحيى الله به الايمان فاظهره قال صلى الله عليه وسلم ان نفس الرحمن يأتينى من قبل اليمن فحييت بذلك النفس الرحمانى صورة الايمان فى قلوب المؤمنين وصورة الاحكام المشروعة فاعطى عيسى علم هذا النفخ الالهى ونسبته فكان ينفخ فى الصورة الكائنة فى القبر أو فى صورة الطائر الذى أنشأه من الطين فيقوم حيا بالاذن الالهى السارى فى تلك النفخة وفى ذلك الهواء ولولا سريان الاذن الالهى فيه لما حصلت حياة فى صورة أصلا فمن نفس الرحمن جاء العلم العيسوى الى عيسى فكان يحيى الموتى بنفخه عليه السلام وكان انتهاؤه الى الصور المنفوخ فيها وذلك هو الحظ الذى لكل موجود من الله وبه يصل اليه اذا صارت اليه الامور كلها واذا انتقل الانسان فى معراجه الى ربه وأخذ كل كون منه فى طريقه ما يناسبه لم يبق منه الا هذا السر الذى عنده من الله ولا يراه الا به ولا يسمع كلامه الا به فانه يتعالى ويتقدس أن يدرك الا به واذا رجع الشخص من هذا المشهد وركبت صورته التى كانت تحللت فى عروجه ورد العالم اليه جميع ما كان أخذه منه مما يناسبه فان كل عالم لا يتعدى جنسه فاجتمع الكل على هذا السر الالهى واشتمل عليه وبه سبحت الصورة بحمده وحمدت ربها اذ لا يحمده سواه ولو حمدته الصورة من حيث هى لا من حيث هذا السر لم يظهر الفضل الالهى ولا الامتنان على هذه الصورة وقد نعت الامتنان له على جميع الخلائق وثبت ان الذى كان من المخلوق لله من التعظيم والثناء انما كان من ذلك السر الالهى فى كل شئ من روحه وليس شئ فيه فالحق هو الذى حمد نفسه وسبح نفسه وما كان من خير الهى لهذه الصورة عند ذلك التحميد والتسبيح فمن باب المنة لا من باب الاستحقاق الكونى فان جعل الحق له استحقاقا فمن حيث انه أوجب ذلك على نفسه فالكلمات عن الحروف والحروف عن الهواء والهواء عن النفس الرحمانى وبالاسماء تظهر الآثار فى الاكوان واليها ينتهى العلم العيسوى ثم ان الانسان بهذه الكلمات يجعل الحضرة الرحمانية تعطيه من نفسها ما تقوم به حياة ما يسأل فيه بتلك الكلمات فيصير الامر دوريا دائما واعلم ان حياة الارواح حياة ذاتية ولهذا يكون كل ذى روح حى بروحه ولما علم بذلك السامرى حين أبصر جبريل وعلم ان روحه عين ذاته وان حياته ذاتية فلا يطأ موضعا الا حيى ذلك الموضع بمباشرة تلك الصورة الممثلة اياه فأخذ من أثره قبضة وذلك قوله تعالى فيما أخبر به عنه انه قال ذلك فقبضت قبضة من أثر الرسول فلما صاغ العجل وصوره نبذ فيه تلك القبضة فخار العجل ولما كان عيسى عليه السلام روحا كما سماه الله وكما أنشأه روحا فى صورة انسان ثابتة أنشأ جبريل فى صورة اعرابى غير ثابتة كان يحيى الموتى بمجرد النفخ ثم انه أيده بروح القدس فهو روح مؤيد بروح طاهرة من دنس الاكوان والاصل فى هذا كله الحى

الازلى

الازلي عين الحياة الابدية وانما هما طرفين أعني الازل والابد وجود العالم وحدوثه الحي وهذا العلم هو المتعلق بطول
العالم أعني العالم الروحاني وهو عالم المعاني والامر ويتعلق بعرض العالم وهو عالم الخلق والطبيعة والاجسام والشكل لله
ألا له الخلق والامر قل الروح من أمر ربي تبارك الله رب العالمين وهذا كان علم الحسين بن منصور رحمه الله فاذا
سمعت أحدا من أهل طريقنا يتكلم في الحروف فيقول ان الحرف الفلاني طوله كذا ذراعا وشبرا وعرضه كذا
كالحلاج وغيره فانه يريد بالطول فعله في عالم الارواح وبالعرض فعله في عالم الاجسام ذلك المقدار المذكور الذي يميزه به
وهذا الاصطلاح من وضع الحلاج فمن علم من المحققين حقيقة كن فقد علم العلم العلوي ومن أوجد بهمته شيأ من
الكائنات فما هو من هذا العلم ولما كانت التسعة ظهرت في حقيقة هذه الثلاثة الاحرف ظهر عنها من المعدودات
التسعة الافلاك وبحركات مجموع التسعة الافلاك وتسيير كواكبها وجدت الدنيا وما فيها كما انها أيضا تخرب بحركاتها
وبحركة الاعلى من هذه التسعة وجدت الجنة بما فيها وعند حركة ذلك الاعلى يتكون جميع ما في الجنة وبحركة الثاني
الذي يلي الاعلى وجدت النار بما فيها والقيامة والبعث والحشر والنشر وبما ذكرناه كانت الدنيا ممتزجة نعيم ممزوج
بعذاب وبما ذكرناه أيضا كانت الجنة نعيما كلها والنار عذابا كلها وزال ذلك المزج في أهله فنشأة الآخرة لا تقبل
مزاج نشأة الدنيا وهذا هو الفرقان بين نشأة الدنيا والآخرة الا ان نشأة النار أعني أهلها اذا انتهى فيهم الغضب الالهي
وأمده ولحق بالرحمة التي سبقته في المدى يرجع الحكم لها فيهم وصورتهم صورتهم لا تتبدل ولو تبدلت تعذبوا فيحكم عليهم
أولا باذن الله وتوليته حركة الفلك الثاني من الاعلى فيظهر فيهم من العذاب في كل محل قابل للعذاب وانما قلنا في كل
محل قابل للعذاب لاجل من فيها ممن لا يقبل العذاب فاذا انقضت مدتها وهي خمس وأربعون ألف سنة تكون في هذه
المدة عذابا على أهلها يتعذبون فيها عذابا متصلا لا يفتر ثلاثة وعشرين ألف سنة ثم يرسل الرحمن عليهم نومة يغيبون فيها
عن الاحساس وهو قوله تعالى لا يموت فيها ولا يحيى وقوله عليه السلام في أهل النار الذين هم أهلها لا يموتون فيها ولا
يحيون يريد حالهم في هذه الاوقات التي يغيبون فيها عن احساسهم مثل الذي يغشى عليه من أهل العذاب في الدنيا من
شدة الجزع وقوة الآلام المفرطة فيمكثون كذلك تسع عشرة ألف سنة ثم يفيقون من غشيتهم وقد بدل الله جلودهم
جلودا غيرها فيعذبون فيها خمسة عشر ألف سنة ثم تغشى عليهم فيمكثون في غشيتهم احدى عشرة ألف سنة ثم
يفيقون وقد بدل الله جلودهم جلودا غيرها ليذوقوا العذاب فيجدون العذاب الاليم سبعة آلاف سنة ثم يغشى عليهم
ثلاثة آلاف سنة ثم يفيقون فيرزقهم الله لذة وراحة مثل الذي ينام على تعب ويستيقظ وهذا من رحمته التي سبقت
غضبه ووسعت كل شيء فيكون لها حكم عند ذلك حكم التأبيد من الاسم الواسع الذي به وسع كل شيء رحمة وعلما
فلا يجدون ألما ويدوم لهم ذلك ويستغفرونه ويقولون ربنا فلا نسأل حذرا ان نذكر بنفوسنا وقد قال الله لنا
اخسأوا فيها ولا تكلمون فيسكتون وهم فيها مبلسون ولا يبقى عليهم من العذاب الا الخوف من رجوع العذاب
عليهم فهذا القدر من العذاب هو الذي يسرمد عليهم وهو الخوف وهو عذاب نفسي لا حسي وقد يذهلون عنه في
أوقات فنعيمهم الراحة من العذاب الحسي بما يجعل الله في قلوبهم من انه ذو رحمة واسعة يقول الله تعالى فاليوم
ننساكم كما نسيتم ومن هذه الحقيقة يقولون نسينا اذا لم يحسوا بالآلام وكذلك قوله نسوا الله فنسيهم وكذلك اليوم
تنسى أي تترك في جهنم اذ كان النسيان الترك وبالهمز التأخر فأهل النار حظهم من النعيم عدم وقوع العذاب
وحظهم من العذاب توقعه فانه لا أمان لهم بطريق الاخبار عن الله ويحجبون عن خوف التوقع في أوقات فوقتا
يحجبون عنه عشرة آلاف سنة ووقتا ألفي سنة ووقتا ستة آلاف سنة ولا يخرجون عن هذا المقدار المذكور مما كان
لا بد أن يكون هذا القدر لهم من الزمان واذا أراد الله أن ينعمهم من اسمه الرحمن ينظرون في حالهم التي هم عليها في
الوقت وخروجهم مما كانوا فيه من العذاب فينعمون بذلك القدر من النظر فوقتا يدوم لهم هذا النظر ألف سنة ووقتا
تسعة آلاف سنة ووقتا خمسة آلاف سنة فيزيد وينقص فلا تزال حالهم هذه دائما في جهنم اذ هم أهلها وهذا الذي
ذكرناه كله من العلم العيسوي الموروث من المقام المحمدي والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

﴿الباب الحادى والعشرون فى معرفة ثلاثة علوم كونية وتوالج بعضها فى بعض﴾

علم التوالج علم الفكر يصحبه • علم النتائج فانسبه الى النظر

هى الادلة ان حققت صورتها • مثل الدلالة فى الانثى مع الذكر

على الذى أوقف الايجاد حجته • على حقيقة كن فى عالم الصور

والواو لولا سكون النون أظهرها • فى العين فانظره تعثر على قدر

فاعلم بان وجود الكون فى ملك • وفى توجهه فى جوهر البشر

اعلم أيدك الله ان هذا هو علم التوالد والتناسل وهو من علوم الاكوان وأصله من العلم الالهى فلنبين لك أولا صورته فى الاكوان وبعد ذلك نظهر مثله فى العلم الالهى فان كل علم أصله من العلم الالهى اذ كان كل ما سوى الله من الله قال الله تعالى وسخر لكم ما فى السموات وما فى الارض جميعا منه فهذا علم التوالج سار فى كل شئ وهو علم الالتحام والنكاح ومنه حسى ومعنوى والاهى فاعلم انك اذا أردت أن تعلم حقيقة هذا فلتنظر أولا فى عالم الحس ثم فى عالم الطبيعة ثم فى المعانى الروحانية ثم فى العلم الالهى فاما فى الحس فاعلم انه اذا شاء الله أن يظهر شخصا بين اثنين ذانك الاثنان هما ينتجانه ولا يصح أن يظهر عنهما ثالث ما لم يقم بهما حكم ثالث وهو أن يفضى أحدهما الى الآخر بالجماع فاذا اجتمعا على وجه مخصوص وشرط مخصوص وهو أن يكون المحل قابلا للولادة لا يفسد البذر اذا قبله ويكون البذر يقبل فتح الصورة فيه فهذا هو الشرط الخاص وأما الوجه المخصوص فهو أن يكون التقاء الفرجين وانزال الماء والريح عن شهوة فلا بد من ظهور ثالث وهو المسمى ولدا والاثنان يسميان والدين وظهور الثالث يسمى ولادة واجتماعهما يسمى نكاحا وسفاحا وهذا أمر مخصوص واقع فى الحيوان وانما قلنا بوجه مخصوص وشرط مخصوص فانه ما يكون عن كل ذكر وانثى يجتمعان بنكاح ولد ولا بد الا بحصول ما ذكرناه وسنبينه فى المعانى باوضح من هذا اذا المطلوب ذلك وأما فى الطبيعة فان السماء اذا أمطرت الماء وقبلت الارض الماء وربت وهو حملها فانبتت من كل زوج بهيج وكذلك القاح النخل والشجر ومن كل شئ خلقنا زوجين لاجل التوالد • واما فى المعانى فهو أن تعلم ان الاشياء على قسمين مفردات ومركبات وان العلم بالمفرد يتقدم على العلم بالمركب والعلم بالمفرد يقتنص بالحد والعلم بالمركب يقتنص بالبرهان فاذا أردت أن تعلم وجود العالم هل هو عن سبب أو لا فلتعمد الى مفردين أو ما هو فى حكم المفردين مثل المقدمة الشرطية ثم تجعل أحد المفردين موضوعا مبتدأ وتحمل المفرد الآخر عليه على طريق الاخبار به عنه فتقول كل حادث فهذا المسمى مبتدأ فانه الذى بدأت به وموضوعا أول فانه الموضوع الاول الذى وضعته لتحمل عليه ما تخبر به عنه وهو مفرد فان الاسم المضاف فى حكم المفرد ولا بد أن تعلم بالحد معنى الحدوث ومعنى كل الذى أضفته اليه وجعلته له كالسور لما يحيط به فان كل تقتضى الحصر بالوضع فى اللسان فاذا علمت الحادث حينئذ حملت عليه مفردا آخر وهو قولك فله سبب فاخبرت به عنه فلا بد أن تعلم أيضا معنى السبب ومقوليته فى الوضع وهذا هو العلم بالمفردات المقتنصة بالحد فقام من هذين المفردين صورة مركبة كما قامت صورة الانسان من حيوانية ونطق فقلت فيه حيوان ناطق فتركيب المفردين بحمل أحدهما على الآخر لا ينتج شيأ وانما هى دعوى يفتقر مدعيها الى دليل على صحتها حتى يصدق الخبر عن الموضوع بما أخبر به عنه فيؤخذ منا ذلك مسلما اذا كان فى دعوى خاصة على طريق ضرب المثال مخافة التطويل وليس كتابى هذا يحمل ليزان المعانى وانما ذلك موقوف على علم المنطق فانه لا بد أن يكون كل مفرد معلوما وأن يكون ما يخبر به عن المفرد الموضوع معلوما أيضا اما ببرهان حسى أو بديهى أو نظرى يرجع اليهما ثم نطلب مقدمة أخرى نعمل فيها ما عملت فى الاولى ولا بد أن يكون أحد المفردين مذكورا فى المقدمتين فهى أربعة فى صورة التركيب وهى ثلاثة فى المعنى لما نذكره ان شاء الله وان لم يكن كذلك فانه لا ينتج أصلا فتقول فى هذه المسئلة التى مثلنا بها فى المقدمة الاخرى والعالم حادث وتطلب فيه من العلم بحد المفرد فيهما ما طلبته فى المقدمة الاولى من معرفة العالم ما هو وحمل الحدوث عليه بقولك حادث وقد كان هذا الحادث الذى هو محمول فى هذه المقدمة موضوعا فى الاولى حين حملت عليه السبب فتكرر

الحادث

الحادث فى المقدمتين وهو الرابط بينهما فاذا ارتبطا سمى ذلك الارتباط وجه الدليل وسمى اجتماعهما دليلا وبرهانا فينتج بالضرورة ان حدوث العالم له سبب فالعلة الحدوث والحكم السبب فالحكم أعم من العلة فانه يشترط فى هذا العلم أن يكون الحكم أعم من العلة أو مساويا لها وان لم يكن كذلك فانه لا يصدق هذا فى الامور العقلية وأما ما حدها فى الشرعيات فاذا أردت أن نعلم مثلا ان النبيذ حرام بهذه الطريقة فنقول كل مسكر حرام والنبيذ مسكر فهو حرام ونعتبر فى ذلك ما اعتبرت فى الامور العقلية كما مثلت لك فالحكم التحريم والعلة الاسكار فالحكم أعم من العلة الموجبة للتحريم فان التحريم قد يكون له سبب آخر غير السكر فى أمر آخر كالتحريم فى الغصب والسرقة والخيانة وكل ذلك عال فى وجود التحريم فى المحرم فلهذا الوجه المخصوص صدق فقد بان لك بالتقريب ميزان المعنى وان النتائج انما ظهرت بالتوالج الذى فى المقدمتين اللذين هما كالابوين فى الحس وان المقدمتين مركبة من ثلاثة أو هو فى حكم الثلاثة فانه قد يكون للجملة معنى الواحد فى الاضافة والشرط فلم تظهر نتيجة الا من الفردية اذ لو كان الشفع ولا يصحبه الواحد صحبة خاصة ما صح أن يوجد عن الشفع شئ أبدا فبطل الشريك فى وجود العالم وثبت الفعل للواحد وانه بوجوده ظهرت الموجودات عن الموجودات فتبين لك ان أفعال العباد وان ظهرت منهم انه لولا الله ما ظهر لهم فعل أصلا لجمع هذا الميزان بين اضافة الاعمال الى العباد بالصورة وايجاد تلك الاعمال لله تعالى وهو قوله والله خلقكم وما تعملون أى وخلق ما تعملون فنسب العمل اليهم وايجاده لله تعالى والخلق قد يكون بمعنى الايجاد ويكون بمعنى التقدير كما انه قد يكون بمعنى الفعل مثل قوله تعالى ما أشهدتهم خلق السموات ويكون بمعنى المخلوق مثل قوله هذا خلق الله وأما هذا التوالج فى العلم الالهى والتوالد فاعلم ان ذات الحق تعالى لم يظهر عنها شئ أصلا من كونها ذاتا غير منسوب اليها أمر آخر وهو أن ينسب الى هذه الذات انها قادرة على الايجاد عند أهل السنة أهل الحق أو ينسب اليها كونها علة وليس هذا مذهب أهل الحق ولا يصح وهذا انما الاحتاج اليه ولكن كان الغرض فى سياقه من أجل مخالفى أهل الحق لتقرر عنده انه ما نسب وجود العالم لهذه الذات من كونها ذاتا وانما نسبوا العالم لها بالوجود من كونها علة فلهذا أوردنا مقالتهم ومع هذه النسبة وهى كونه قادرا لابد من أمر ثالث وهو ارادة الايجاد لهذه العين المقصودة بأن توجد ولابد من التوجه بالقصد الى ايجادها بالقدرة عقلا وبالقول شرعا بأن تتكون مما وجدنا خلق الاعن الفردية لاعن الاحدية لان أحديته لا تقبل الثانى لانها ليست أحدية عدد فكان ظهور العالم فى العلم الالهى عن ثلاث حقائق معقولة فسرى ذلك فى توالد الكون بعضه عن بعض لكون الاصل على هذه الصورة ويكفى هذا القدر من هذا الباب فقد حصل المقصود بهذا التنبيه فان هذا الفن فى مثل طريق أهل الله لا يحتمل أكثر من هذا فانه ليس من علوم الفكر هذا الكتاب وانما هو من علوم التلقى والتدلى فلا يحتاج فيه الى ميزان آخر غير هذا وان كان له به ارتباط فانه لا يخلو عنه جملة واحدة ولكن بعد تصحيح المقدمات من العلم بمفرداتها بالحد الذى لا يمنع والمقدمات بالبرهان الذى لا يدفع بقول الله فى هذا الباب لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا فهذا انما كنا بصدده فى هذا الباب وهذه الآية وأمثالها أحوجتنا الى ذكر هذا الفن ومن باب الكشف لم يشتغل أهل الله بهذا الفن من العلوم لتضييع الوقت وعمر الانسان عزيز ينبغى أن لا يقطعه الانسان الا فى مجالسة ربه والحديث معه على ما شرعه له والله يقول الحق وهو يهدى السبيل انتهى الجزء الخامس عشر والحمد لله

﴿ بسم الله الرحمن الرحيم ﴾

﴿ الباب الثانى والعشرون فى معرفة علم منزل المنازل وترتيب جميع العلوم الكونية ﴾

عجبا لاقوال النفوس الساميه ● ان المنازل فى المنازل ساريه
كيف العروج من الحضيض الى العلى ● الا بقهر الحضرة المتعاليه
فصناعة التحليل فى معراجها ● نحو اللطائف والامور الساميه
وصناعة التركيب عند رجوعها ● بسنا الوجود الى ظلام الهاويه

اعلم أيدك الله بروح منه أنه لما كان العلم المنسوب الى الله لا يقبل الكثرة ولا الترتيب فانه غير مكتسب ولا مستفاد بل علمه عين ذاته كسائر ما ينسب اليه من الصفات وما سمى به من الاسماء وعلوم ما سوى الله لابد أن تكون مرتبة محصورة سواء كانت علوم وهب أو علوم كسب فانها لا تخلو من هذا الترتيب الذى نذكره وهو علم المفرد أولا ثم علم التركيب ثم علم المركب ولا رابع لها فان كان من المفردات التى لا تقبل التركيب علمه مفردا وكذلك ما بقى فان كل معلوم لابد أن يكون مفردا أو مركبا والمركب يستدعى بالضرورة تقدم علم التركيب وحينئذ يكون علم المركب فهذا قد علمت ترتيب جميع العلوم الكونية فنبين لك حصر المنازل فى هذا المنزل وهى كثيرة لا تحصى ولنقتصر منها على ما يتعلق بما يختص به شرعنا ويمتاز به لا بالمنازل التى يقع فيها الاشتراك بيننا وبين غيرنا من سائر علوم الملل والنحل وجملتها تسعة عشر مرتبة أمهات ومنها ما يتفرع الى منازل ومنها ما لا يتفرع فلنذكر أسماء هذه المراتب ولنجعل لها اسم المنازل فانه كذا عرفناها فى الحضرة الالهية والادب أولى فلنذكر ألقاب هذه المنازل وصفات أربابها وأقطابها المتحققين بها وأحوالهم وما لكل حال من هذه الاحوال من الوصف ثم بعد ذلك نذكر ان شاء الله كل صنف من هذه التسعة عشر ونذكر بعض ما يشتمل عليه من أمهات المنازل لا من المنازل فانه ثم منزل يشتمل على ما يزيد على المائة من منازل العلامات والدلالات على أنوار جلية ويشتمل على آلاف وأقل من منازل الغايات الحاوية على الاسرار الخفية والخواص الجلية ثم نتلو ما ذكرناه بما يضاهى هذا العدد لهذه المنازل من الموجودات قديمها وحديثها ثم نذكر ما يتعلق ببعض معانى هذا المنزل على التقريب والاختصار ان شاء الله تعالى ﴿ذكر ألقابها وصفات أقطابها﴾ فمن ذلك منازل الثناء والمدح هو لارباب الكشوفات والفتح ومنازل الرموز والالغاز لاهل الحقيقة والمجاز ومنازل الدعاء لاهل الاشارات والبعد ومنازل الافعال لاهل الاحوال والاتصال ومنازل الابتداء لاهل الهواجس والايماء ومنازل التنزيه لاهل التوجيه فى المناظرات والاستنباط ومنازل التقريب للغرباء المتألهين ومنازل التوقع لاصحاب البراقع من أجل السبحات ومنازل البركات لاهل الحركات ومنازل الاقسام لاهل التدبير من الروحانيين ومنازل الدهر لاهل الذوق ومنازل الانية لاهل المشاهدة بالابصار ومنازل اللام والالف للالتفاف الحاصل بالتخلق بالاخلاق الالهية ولاهل السر الذى لا ينكشف ومنازل التقرير لاهل العلم بالكيمياء الطبيعية والروحانية ومنازل فناء الاكوان للفتيان المخدرات ومنازل الالفة لاهل الامان من أهل الغرف ومنازل لو عبد للمتمكنين بقائمة العرش الامجد ومنازل الاستخبار لاهل غامضات الاسرار ومنازل الامر للمتحققين بحقائق سره فيهم وأما صفاتهم فاهل المدح لهم الزهو وأهل الرموز لهم النجاة من الاعتراض وأما المتألهون فلهم التيه بالتخلق وأما أهل الاحوال والاتصال فلهم الحصول على العين وأما أهل الاشارة فلهم الحيرة عند التبليغ + وأما أهل الاستنباط فلهم الغلط والاصابة وليسوا بمعصومين وأما الغرباء فلهم الانكسار وأما أهل البراقع فلهم الخوف وأما أهل الحركة فلهم مشاهدة الاسباب والمدبرون لهم الفكر والمكنون لهم الحدود وأهل المشاهدة لهم الجد وأهل الكتم لهم السلامة وأهل العلم لهم الحكم على المعلوم وأهل الستر منتظرون رفعه وأهل الامن فى موطن الخوف من المكر وأهل القيام لهم القعود وأهل الالهام لهم التحكم وأهل التحقيق لهم ثلاثة أثواب ثوب ايمان وكفر ونفاق وأما ذكر أحوالهم فاعلم ان الله تعالى قد هيأ المنازل للنازل ووطأ المعاقل للعاقل وزوى المراحل للراحل وأعلى المعالم للعالم وفصل المقاسم للقاسم وأعد القواصم للقاصم وبين العواصم للعاصم ورفع القواعد للقاعد ورتب المراصد للراصد وسخر المراكب للراكب وقرب المذاهب للذاهب وسطر المحامد للحامد وسهل المقاصد للقاصد وأنشأ المعارف للعارف وثبت المواقف للواقف ووعر المسالك للسالك وعين المناسك للناسك وأحرس المشاهد للشاهد وأحرس الفراقد للراقد ﴿ذكر صفات أحوالهم﴾ فانه سبحانه جعل النازل مقدرا والعاقل مفكرا والراحل مشمرا والعالم مشاهدا والقاسم مكابدا والقاصم مجاهدا والعاصم مساعدا والقاعد عارفا والراصد واقفا والراكب محمولا والذاهب معلولا والحامد مسؤلا والقاصد مقبولا والعارف مبخوتا والواقف مبهوتا والسالك مردودا والناسك مبعودا والشاهد

محكما

محكما والراقد مسلما فهذا قد ذكرنا صفات هؤلاء التسعة عشر صنفا فى أحوالهم فلنذكر ما يتضمن كل صنف من أمهات المنازل وكل منزل من هذه الامهات يتضمن أربعة أصناف من المنازل الصنف الاول يسمى منازل الدلالات والصنف الآخر يسمى منازل الحدود والصنف الثالث يسمى منازل الخواص والصنف الرابع يسمى منازل الاسرار ولا تحصى كثرة فلنقتصر على التسعة عشر ولنذكر أعداد ما تنطوى عليه من الامهات وهذا أولها منزل المدح له منزل الفتح فتح السرين ومنزل المفاتيح الاول ولنا فيه جزء سميناه مفاتيح الغيوب ومنزل العجائب ومنزل تنخير الارواح البرزخية ومنزل الارواح العلوية ولنا فى بعض معانيه من النظم قولنا

منازل المدح والتباهى * منازل مالها تناهى

لا تطلبن فى السموّ مدحا * مدائح القوم فى الثرى هى

من ظمئت نفسه جهادا * يشرب من أعذب المياه

يقول ليس مدح العبد أن يتصف بأوصاف سيده فانه سوء أدب وللسيد أن يتصف بأوصاف عبده تواضعا فللسيد النزول لانه لا يحكم عليه فنزوله الى أوصاف عبده تفضل منه على عبده حتى يبسطه فان جلال السيد أعظم فى قلب العبد من أن يدل عليه لولا تنزله اليه وليس للعبد أن يتصف بأوصاف سيده لا فى حضرته ولا عند اخوانه من العبيد وان ولاه عليهم كما قال عليه السلام أنا سيد ولد آدم ولا فخر وقال تعالى تلك الدار الآخرة نجعلها أى نعلمها ملكا للذين لا يريدون علوّا فى الارض وان الارض قد جعلها الله ذلولا والعبد هو الذليل والذلة لا تقتضى العلوّ فمن جاوز قدره هلك يقال ما هلك امرؤ عرف قدره وقوله مالها تناهى يقول انه ليس للعبد فى عبوديته نهاية يصل اليها ثم يرجع ربا كما انه ليس للرب حد ينتهى اليه ثم يعود عبدا فالرب رب الى غير نهاية والعبد عبد الى غير نهاية فلذا قال مدائح القوم فى الثرى هى وهو أذل من وجه الارض وقال لا يعرف لذة الماء الا الظمآن يقول لا يعرف لذة الاتصاف بالعبودية الا من ذاق الآلام عند اتصافه بالربوبية واحتياج الخلق اليه مثل سليمان حين طلب أن يجعل الله أرزاق العباد على يديه حسا فجمع ما حضره من الاقوات فى ذلك الوقت فخرجت دابة من دواب البحر فطلبت قوتها فقال لها خذى من هذا قدر قوتك فى كل يوم فأكلته حتى أتت على آخره فقالت زدنى فما وفيت برزقى فان الله يعطينى كل يوم مثل هذا عشر مرات وغيرى من الدواب أعظم منى وأكثر رزقا فتاب سليمان عليه السلام الى ربه وعلم انه ليس فى وسع المخلوق ما ينبغى للخالق تعالى فانه طلب من الله ملكا لا ينبغى لاحد من بعده فاستقال من سؤاله حين رأى ذلك واجتمعت الدواب عليه تطلب أرزاقها من جميع الجهات فضاق لذلك ذرعا فلما قبل الله سؤاله وأقاله وجد من اللذة لذلك ما لا يقدر قدره (منزل الرموز) فاعلم وفقك الله انه وان كان منزلا فانه يحتوى على منازل منها منزل الوحدانية ومنزل العقل الاول والعرش الاعظم والصدا والاتيان من العماء الى العرش وعلم التمثل ومنزل القلوب والحجاب ومنزل الاستواء الدهوانى والالوهية السارية واستمداد السكهان والدهر والمنازل التى لا ثبات لها ولا ثبات لاحد فيها ومنزل البرازخ والالهية والزيادة والغيرة ومنزل الفقد والوجدان ومنزل رفع الشكوك والجود المخزون ومنزل القهر والخسف ومنزل الارض الواسعة ولما دخلت هذا المنزل وأنا بتونس وقعت منى صيحة مالى بها علم انها وقعت منى غير انه ما بقى أحد ممن سمعها الا سقط مغشيا عليه ومن كان على سطح الدار من نساء الجيران مستشرفا علينا غشى عليه ومنهن من سقط من السطوح الى صحن الدار على علوّها وما أصابه بأس وكنت أول من أفاق وكنا فى صلاة خلف امام فما رأيت أحدا الا صاعقا فبعد حين أفاقوا فقلت ما شأنكم فقالوا أنت ما شأنك لقد صحت صيحة أثرت ما ترى فى الجماعة فقلت والله ما عندى خبر انى صحت ومنزل الآيات الغربية والحكم الالهية ومنزل الاستعداد والزينة والامر الذى مسك انتظام الافلاك السماوية ومنزل الذكر والسلب وفى هذه المنازل قلت

منازل الكون فى الوجود * منازل كلها رموز

منازل للعقول فيها * دلائل كلها تجوز

لما أتى الطالبون قصدا ◦ لنيل شئ فذاك جوزوا

فياعبيد السكان حوزوا ◦ هذا الذى ساقكم وجوزوا

الرمز واللغز هو الكلام الذى يعطى ظاهره مالم يقصده قائله وكذلك منزل العالم فى الوجود ما أوجده الله لعينه وانما أوجده الله لنفسه فاشتغل العالم بغير ما وجد له فخالف قصد موجده ولهذا يقول جماعة من العلماء العارفين وهم أحسن حالا ممن دونهم ان الله أوجدنا لنا والمحقق والعبد لا يقول ذلك بل يقول انما أوجدنا له لا لحاجة منه الى فانا لغز فى ورمزه ومن عرف أشعار الالغاز عرف ما أردناه وأما قوله لما أتى الطالبون قصد النيل شئ بذاك جوزوا من المجازات يقول من طلب الله لامر فهو لما طلب ولا ينال منه غير ذلك وقوله فياعبيد السكان يقول من عبد الله لشئ فذلك الشئ معبوده وربه والله برئ منه وهو لما عبده وقوله حوزوا أى خذوا ما جئتم له أى بسببه وجوزوا أى روحوا عنا فانكم ما جئتم الينا ولا بسببنا (منزل الدعاء) هذا المنزل يحتوى على منازل منها منزل الانس بالشبيه ومنزل التغذى ومنزل مكة والتعشق والحجب ومنزل المقاصير والابتلاء ومنزل الجمع والتفرقة والمنع ومنزل النواشى والتقديس وفى هذا المنزل قلت

لنا به الرحمن فيك منازل ◦ فاجب نداء الحق طوعا يافاعل

رفعت اليك المرسلات أكفها ◦ ترجو النوال فلا يخيب السائل

أنت الذى قال الدليل بفضله ◦ ولنا عليه شواهد ودلائل

لولا اختصاصك بالحقيقة مازهت ◦ بنزولك الاعلى لديه منازل

يقول ان نداء الحق عباده انما هو لسان المرسلات تطلب اسما من أسمائه وذلك العبد فى ذلك الوقت تحت سلطانها والمرسلات طائفة الخلق ترفع أكفها الى من هى فى يديه من الاسماء لتجود به على من يطلبها من الاسماء والمسؤل أبدا انما هو من له المهيمنية على الاسماء كالعليم الذى له التقدم على الخبير والحسيب والمحصى والمفصل ولهذا قال أنت الذى قال الدليل بفضله والحقيقة التى اختص بها احاطته بما تحته فى الرتبة من الاسماء الالهية اذ القادر فى الرتبة دون المريد والعالم فى الرتبة فوق المريد والحى فوق الكل فالمنازل التى تحت احاطة الاسم الجامع تفتخر بنزوله اليها اجابة لسؤالها (منزل الافعال) وهو يشتمل على منازل منها منزل الفصل والالهام ومنزل الاسراء الروحانى ومنزل التلطف ومنزل الهلاك وفى هذه المنازل أقول

لمنازل الافعال برق لامع ◦ ورياحها تزجى السحاب زعازع

وسهامها فى العالمين نوافذ ◦ وسيوفها فى الكائنات قواطع

ألقت الى العز المحقق أمرها ◦ فالعين تبصر والتناول شاسع

الناس فى أفعال العباد على قسمين طائفة ترى الافعال من العباد وطائفة ترى الافعال من الله وكل طائفة يبدو لها لامع اعتقادها فذلك شبه البرق اللامع فى ذلك يعطيها آن للذى نفى عنه ذلك الفعل نسبة ما وكل طائفة لها سحاب يحول بينها وبين نسبة الفعل لمن نفته عنه وقوله فى رياحها انها شديدة أى الاسباب والادلة التى قامت لكل طائفة على نسبة الافعال لمن نسبتها اليه قوية بالنظر اليه ووصف سهامها بالنفوذ فى نفوس الذين يعتقدون ذلك وكذلك سيوفها فيهم قواطع وقوله انها ألقت الى العز أى احتمت بحمى مانع يمنع المخالف أن يؤثر فيه فيبقى على هذا كل أحد على ما هى ارادة الله فيه قال تعالى زينا لكل أمة عملهم وقوله فالعين تبصر يقول الحس يشهد ان الفعل للعبد والانسان يجد ذلك من نفسه بما له فيه من الاختيار وقوله التناول شاسع أى ونسبته الى غير ما يعطيه الحس والنفس بعيد المتناول الا انه لابد فيه من برق لامع يعطى نسبة فى ذلك الفعل لمن نفى عنه لا يقدر على جحدها (منزل الابتداء) ويشتمل على منازل منها منزل الغلظة والسبحات ومنزل التنزلات والعلم بالتوحيد الالهى ومنزل الرجوت ومنزل الحق والفزع وفى هذا المنزل أقول

للابتداء شواهد ودلائل ◦ وله اذا حط الركاب منازل

عوى

تحوى على عين الحوادث حكمه • وبمده الله الكريم الفاعل
ماينه نسب وبين الاه • الا التعلق والوجود الحاصل
لا تسمعن مقالة من جاهل • مبنى الوجود حقائق وأباطل
مبنى الوجود حقائق مشهودة • وسوى الوجود هو المحال الباطل

يقول لابتداء الاكوان شواهد فيها انها لم تكن لانفسها ثم كانت وله الضمير يعود على الابتداء اذا حط الركاب أى اذا تتبعته من أين جاء وجدته من عند من أوجده ولذلك كان له البقاء قال تعالى وما عند الله باق فاذا حططت عنده عرفت منزلته منه الذى كان فيها ادلم يكن لنفسه وتلك منزل الاولية الالهية فى قوله هو الاول ومن هذه الاولية صدر ابتداء الكون ومنه تستمد الحوادث كلها وهو الحاكم فيها وهى الجارية على حكمه ونفى النسب عنه فان أولية الحق تمد أولية العبد وليس لاولية الكون امداد لشئ فما ثم نسب الا عناية ولا سبب الا الحكم ولا وقت غير الازل هذا مذهب القوم وما بقى مما لم يدخل تحت حصر هذه الثلاثة فعمى ولبس هكذا صرح به صاحب محاسن المجالس وقول من قال مبنى الوجود حقائق وأباطل ليس بصحيح فان الباطل هو العدم وهو صحيح فان الوجود المستفاد فى حكم العدم والوجود الحق من كان وجوده لنفسه وكل عدم وجد فانما وجد الامن وجود كان موصوفا به لغيره لا لنفسه والذى استفاده هو الوجود لا عينه وأما المحال الباطل فهو الذى لا وجود له لا لنفسه ولا من غيره (منزل التنزيه) هذا المنزل يشتمل على منازل منها منزل الشكر ومنزل البأس ومنزل النشر ومنزل النصر والجمع ومنزل الربح والخسران والاستحالات ولنا فى هذا

لمنازل التنزيه والتقديس • من معقول حكمه معقول
علم يعود على المنزه حكمه • فردوس قدس روضه مطلول
فمنزه الحق المبين مجوز • ماقاله فرامه تضليل

يقول المنزه على الحقيقة من نزه نفسه وانما ينزه من يجوز عليه ماينزه عنه وهو المخلوق فلهذا يعود التنزيه على المنزه قال صلى الله عليه وسلم انما هى أعمالكم ترد عليكم فمن كان عمله التنزيه عاد عليه تنزيهه فكان محله منزها عن أن يقوم به اعتقاد مالا ينبغى أن يكون الحق عليه ومن هنا قال من قال سبحانى تعظيما لجلال الله تعالى ولهذا قال روضه مطلول وهو نزول التنزيه الى محل العبد المنزه خالقه والله يقول الحق وهو يهدى السبيل

(منزل التقريب هذا المنزل يشتمل على منزلين منزل خرق العوائد ومنزل أحدية كن وفيه أنشدت)

لمنازل التقريب شرط يعلم • ولها على ذات الكيان تحكم
فاذا أتى شرط القيامة واستوى • جبارها خضع الوجود ويخدم
هيهات لا تجنى النفوس ثمارها • الا التى فمات وأنت مجسم

يقول ان التقريب من صفات المحدثات لانها تقبل التقريب وضده والحق هو القريب وان كان قد وصف نفسه بانه يتقرب والمصدر منه التقريب والتقرب ولما قال شرط يعلم وهو قبول التأثير قال ولا يعرف و ينكشف الا عموما الا فى الآخرة وقال والنفوس ما تجنى الا ماغرسته فى حياتها الدنيا من خير او شر فلها التقريب من أعمالها فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره (منزل التوقع) وهذا المنزل أيضا يشتمل على منزلين منزل الطريق الالهى ومنزل السمع وفيه نظمت

ظهرت منازل للتوقع باديه • وقطوفها ليد المقرب دانيه
فاقطف من اغصان الدنو ثمارها • لا تقطفن من الغصون العاديه
لا تخرجن عن اعتدال الزمن • وسط الطريق تر الحقائق باديه

يقول ما ... معه الانسان قد ظهر لانه ما يتوقع شيأ الا وله ظهور عنده فى باطنه فقد برز من غيبه الذى يستحقه الى باطن

من يتوقعه ثم انه يتوقع ظهوره فى عالم الشهادة فيكون أقرب فى التناول وهو قوله قطوفها دانية أى قريبة ليد القاطف يقول احفظ طريق الاعتدال لاتنحرف عنه والاعتدال هنا ملازمتك حقيقتك لاتخرج عنها كما خرج المتكبرون ومن كان برزخا بين الطرفين كان له الاستشراف عليهما فاذا مال الى أحدهما غاب عن الآخر (منزل البركات) وهو أيضا يشتمل على منزلين على منزل الجمع والتفرقة ومنزل الخصام البرزخى وهو منزل الملك والقهر وفيه قلت

لمنازل البركات نور يسطع * وله بحبات القلوب توقع
فيها المزيد لكل طالب مشهد * ولها الى نفس الوجود تطلع
فاذا تحقق سر طالب حكمة * بحقائق البركات شد المطلع
فالحمد لله الذى فى كونه * أعيانه مشهودة تتسع

البركات الزيادة وهى من نتائج الشكر وماسمى الحق نفسه تعالى بالاسم الشاكر والشكور الالنزيد فى العمل الذى شرع لنا ان نعمل به كما يزيدنا الحق النعم بالشكر منا فكل نفس متطلعة للزيادة يقول واذا تحقق طالب الحكم الزيادة انفرد بامور يجهد أن لايشاركه فيها أحد لتكون الزيادة من ذلك النوع وصاحب هذا المقام تكون حاله المراقبة للحال الذى يطلبه (منزل الاقسام والايلاء) وهذا المنزل يشتمل على منازل منها منزل الفهوانيات الرحمانية ومنزل المقاسم الروحانية ومنزل الرقوم ومنزل مساقط النور ومنزل الشعراء ومنزل المراتب الروحانية ومنزل النفس الكلية ومنزل القطب ومنزل انفهاق الانوار على عالم الغيب ومنزل مراتب النفس الناطقة ومنزل اختلاف الطرق ومنزل المودة ومنزل علوم الالهام ومنزل النفوس الحيوانية ومنزل الصلاة الوسطى وفى هذا قلت

منازل الاقسام فى العرض * أحكامها فى عالم الارض
تجرى بافلاك السعود على * من قام بالسنة والفرض
وعلمها وقف على عينها * وحكمها فى الطول والعرض

يقول القسم نتيجة التهمة والحق يعامل الخلق من حيث ماهم عليه لامن حيث ماهو ولهذا لم يول الحق تعالى للملائكة لانهم ليسوا من عالم التهمة وليس لمخلوق أن يقسم بمخلوق وهو منهى عنه وان أقسم مخلوق عندنا فهو عاص ولا كفارة عليه اذا حنث وعليه التوبة مما وقع فيه لاغير وانما أقسم الحق بنفسه حين أقسم بذكر المخلوقات وحذف الاسم يدل على ذلك اظهار الاسم فى مواضع من الكتاب العزيز مثل قوله فورب السماء والارض برب المشارق والمغارب فكان ذلك اعلاما فى المواضع التى لم يجر للاسم ذكر ظاهر انه غيب هنالك لامر أراده سبحانه فى ذلك يعرفه من عرفه الحق ذلك من نبى وولى ملهم فان القسم دليل على تعظيم المقسم به ولاشك انه قد ذكر فى القسم من يبصر ومن لايبصر فدخل فى ذلك الرفيع والوضيع والمرضى عنه والمغضوب عليه والمحبوب والممقوت والمؤمن والكافر والموجود والمعدوم ولايعرف منازل الاقسام الامن عرف عالم الغيب فيغلب على الظن ان الاسم الالهى هنا مضمر وقد عرفتك ان عالم الغيب هو الطول وعالم الشهادة هو العرض (منزل الأنية) ويشتمل على منازل منها منزل سليمان عليه السلام دون غيره من الانبياء ومنزل الستر الكامل ومنزل اختلاف المخلوقات ومنزل الروح ومنزل العلوم وفيه أقول

أنية قدسية مشهودة * لوجودها عند الرجال منازل
تفنى الكيان اذا تجلت صورة * فى صورة أعلامها تتفاضل
وتريك فيك وجودها بنعوتها * خلف الظلال وجوده الك شامل

يقول ان الحقيقة الالهية المنعوتة بنعوت التنزيه اذا شوهدت تفنى كل عين سواها وان تفاضلت مشاهدها فى الشخص الواحد بحسب أحواله وفى الاشخاص لاختلاف أحوالهم لما أعطت الحقيقة انه لايشهدها الشاهد منا الا نفسه كما لا تشهد هى منا الا نفسها فكل حقيقة للاخرى مرآة المؤمن مرآة أخيه ليس كمثله شئ (منزل الدهور) يحتوى

هذا المنزل على منازل منها منزل السابقة ومنزل العزة ومنزل روحانيات الافلاك ومنزل الامر الالهى ومنزل الولادة ومنزل الموازنة ومنزل البشارة باللقاء وفيه أقول

ومن المنازل ما يكون مقدره * مثل الزمان فانه متوهم
دلت عليه الدائرات بدورها * وله التصرف والمقام الاعظم

يقول لما كان الازل أمرا متوهما في حق الحق كان الزمان أيضا في حق الحق أمرا متوهما أى مدة متوهمة تقطعها حركات الافلاك فان الازل كالزمان للخلق فافهم (منزل لام الالف) هذا منزل الالتفاف والغالب عليه الائتلاف لا الاختلاف قال تعالى والتفت الساق بالساق الى ربك يومئذ المساق وهو يحتوى على منازل منها منزل جمع البحرين وجمع الامرين ومنزل التشريف المحمدى الذى الى جانب المنزل الصمدى وفيه أقول

منازل اللام فى التحقيق والالف * عند اللقاء انفصال حال وصلهما
هما الدليل على من قال ان أنا * سر الوجود وانى عينه فهما
نعم الدليلان اذ دلا بحالهما * لا كالذى دل بالاقوال فانصرما

يقول وان ارتبط اللام بالالف وانعقد وصارا عينا واحدة وهو ظاهر فى المزدوج من الحروف فى المقام الثامن والعشرين بين الواو والياء اللذين لهما الصحة والاعتلال فلما فى الالف من العلة ولما فى اللام من الصحة وقعت المناسبة بينه وبين هذين الحرفين فيلى الصحيح منه حرف الصحة ويلى المعتل منه حرف العلة فيداه مبسوطة بالرحمة مقبوضة بنقيضها وليس للام الالف صورة فى نظم المفرد بل هو غيب فيها ورتبة على حالها بين الواو والياء وقد استناب فى مكانه الزاى والحاء والطاء اليابسة فله فى غيبه الرتبة السابعة والثامنة والتاسعة فله منزلة القمر بين البدر والهلال فلم تزل تصحبه رتبة البرزخية فى غيبته وظهوره فهو الرابع والعشرون اذ كانت له السبعة بالزاى والثمانية بالحاء والتسعة بالطاء واليوم أربع وعشرون ساعة ففى أى ساعة عملت به فيها أنجح عملك على ميزان العمل بالوضع لانه فى حروف الرقم لا فى حروف الطبع لانه ليس له فى حروف الطبع الا اللام وهو من حروف اللسان برزخ بين الحلق والشفتين والالف ليست من حروف الطبع فناب الامناب حرف واحد وهو اللام الذى عنه تولد الالف اذا أشبعت حركته فان لم تشبع ظهرت الهمزة ولهذا جعل الالف بعض العلماء نصف حرف والهمزة نصف حرف فى الرقم الوضعى لا فى اللفظ الطبعى ثم نرجع فنقول ان انعقد اللام بالالف كما قلنا وصارا عينا واحدة فان خذ به يدلان على انهما اثنان ثم العبارة باسمه تدل على انه اثنان فهو اسم مركب من اسمين لعينين العين الواحدة اللام والاخرى الالف ولكن لما ظهرا فى الشكل على صورة واحدة لم يفرق الناظر بينهما ولم يميز له أى الفخذين هو اللام حتى يكون الآخر الالف فاختلف الكتاب فيه فمنهم من راعى التلفظ ومنهم من راعى ما يبتدئ به بخطه فيجعله أولا فاجتمعا فى تقديم اللام على الالف لان الالف هنا تولد عن اللام بلا شك وكذلك الهمزة تتلو اللام فى مثل قوله لانتم أشد رهبة وأمثاله وهذا الحرف أعنى لام ألف هو حرف الالتباس فى الافعال فلم يتخلص الفعل الظاهر على يد المخلوق ان هو ان قلت هو لله صدقت وان قلت هو للمخلوق صدقت ولولا ذلك ما صح التكليف واضافة العمل من الله للعبد يقول صلى الله عليه وسلم انما هى أعمالكم ترد عليكم ويقول الله وما تفعلوا من خير فلن تكفروه واعملوا ما شئتم انه بما تعملون بصير والله يقول الحق فكذلك أى الفخذين جعلت اللام أو الالف صدقت وان اختلف العمل فى وضع الشكل عند العلماء به للتحقق بالصورة وكل من دل على ان الفعل للواحد من الفخذين دون الآخر فذلك غير صحيح وصاحبه ينقطع ولا يثبت وان غيره من أهل ذلك الشأن يخالفه فى ذلك ويدل فى زعمه والقول معه كالقول مع مخالفه ويتعارض الامر ويشكل الاعلى من نور الله بصيرته وهداه الى سواء السبيل (منزل التقرير) وهو يشتمل على منازل منها منزل تعداد النعم ومنزل رفع الضرر ومنزل الشرك المطلق وفى ذلك أقول

تقررت المنازل بالسكون * ورجحت الظهور على الكمون

ودلت بالعيان على عيون * مفجرة من الماء المعين

ودلت بالبروق سحاب مزن * اذا لمعت على النور المبين

اعلم أيدك الله انه بقول الثبوت بقرر المنازل فمن ثبت ثبت وظهر لكل عين على حقيقتها ألا ترى ماتعطيك سرعة الحركة من الشبه فيحكم الناظر على الشئ بخلاف ماهو عليه ذلك الشئ فيقول فى النار الذى فى الجمرة أو فى رأس الفتيلة اذا أسرع محركه عرضا انه خط مستطيل أو يديره بسرعة فيرى دائرة نار فى الهواء وسبب ذلك عدم الثبوت واذا ثبت المنازل دلت على ماتحوى عليه من العلوم الالهية (منزل المشاهدة) وهو منزل واحد هو منزل فناء الكون فيه يفنى من لم يكن ويبقى من لم يزل وفيه أقول

فى فناء الكون منزل * روحه فيناء منزل

انه ليلة قدرى * ماله نور ولا ظل

هو عين النور صرفا * ماله عنه تنقل

فانا الامام حقا * ملك فى الصدر الاول

عنده مفتاح أمرى * فبوابكم وبعزل

سمهر بأى طوال * لست بالسماك الاعزل

فالمقام الحق فيكم * دائم لايتبدل

وهو القاهر منه * وهو الامام الاعدل

ليس بالنور المثل * بل من المهاة أكمل

وأنا منه يقينا * بمكان السر الافضل

فبعين العين أسمو * وبامر الامر أنزل

يقول حالة الفناء لانور ولاظل مثل ليلة القدر ثم قال وذلك هو الضوء الحقيقى والظل الحقيقى فانه الاصل الذى لاضد له والانوار تقابلها الظلم وهذا لايقابله شئ وقوله انا الامام يعنى شهوده للحق من الوجه الخاص الذى منه الى وهو الصدر الاول ومن هذا المقام يقع التفصيل والكثرة والعدد فى الصور وجعل السمهريات كناية عن تأثير القيومية فى العالم ولها الثبوت ولذا قال لاتتبدل لوله القهر والعدل لا يقبل التشبيه فشهود الذات أعلو وبالامر الالهى أنزل اماما فى العالم (منزل الالفة) هو منزل واحد وفيه أقول

منازل الالفة مالوفه * وهى بهذا النعت معروفه

فقل لمن عرس فيها أقم * فانها بالامن محفوفه

وهى على الاثنين موقوفه * وعن عذاب الوتر مصروفه

هذا منزل الاعراس والسرور والافراح وهو ما امتن الله به على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم فقال لو أنفقت مافى الارض جميعا ماألفت بين قلوبهم يريد عليك ولكن الله ألف بينهم يريد على مودتك واجابتك وتصديقك (منزل الاستخبار) وهو يشتمل على منازل منها منزل المنازعة الروحانية ومنزل حلية السعداء كيف تظهر على الاشقياء وبالعكس ومنزل الكون قبل الانسان وفيه أقول

اذا استفهمت عن أحباب قلبى * أحالونى على استفهام لفظى

منازلهم بلفظك ليس الا * فياشوقى لذاك وسوء حظى

وعظت النفس لاتنظر اليهم * فما التفتت بخاطرها لوعظى

لفظتهم وعينى أحفظى بكون * فكانوا عين كونى عين لفظى

وقال

ومن عجب انى أحن اليهمو * واسأل عنهم من أرى وهم معى

وزصدهم

وترصدهم عيني وهم في سوادها * ويشتاقهم قلبي وهم بين أضلعي

يقول انهم في لساني اذا حالت عنهم وفي سواد عيني اذا نظرت اليهم وفي قلبي اذا فكرت فيهم واشتقت اليهم فهم معي في كل حال أكون عليها فهم عيني ولست عينهم اذ لم يكن عندهم مني ما عندي منهم (منزل الوعيد) وهو منزل واحد يحوي على الجور والاستمساك بالكون وفيه قلت

ان الوعيد لمنزلان هما لمن * ترك السلوك على الطريق الاقوم
فاذا تحقق بالكمال وجوده * ومشى على حكم العلو الاقدم
عادا نعيما عنده فنعيمه * في النار وهي نعيم كل مكرم

منزل روحاني وهو عذاب النفوس ومنزل جسماني وهو العذاب المحسوس ولا يكون الالمن حاد عن الطريق المشروع في ظاهره وباطنه فاذا وفق للاستقامة وسبقت له العناية عصم من ذلك وتمم نار المجاهدة لجنة المشاهدة (منزل الامر) وهو يشتمل على منازل منزل الارواح البرزخية ومنزل التعليم ومنزل البشرى ومنزل السبب ومنزل التمائم ومنزل القطب والامامين ولنا فيه

منازل الامر فهو أنية الذات * بها تحصل افراحي ولذاتي
فليتني قائم فيها مدى عمري * ولا أزول الى وقت الملاقاة
وقرة العين للمختار كان له * اذا تبرز في صدر المناجاة

الامر الالهي من صفة الكلام وهو مسدود دون الاولياء من جهة التشريع وما في الحضرة الالهية امر تكليفي الا أن يكون مشروعا فما بقي للولي الا سماع أمرها اذا أمرت الانبياء فيكون للولي عند سماعه ذلك لذة سارية في وجوده لكن بقي للاولياء المناجاة الالهية التي لا أمر فيها سمرا وحديثا فكل من قال من أهل الكشف انه مأمور بأمر الهي في حركاته وسكناته مخالف لامر شرعي محمدي تكليفي فقد التبس عليه الامر وان كان صادقا فيما قال انه سمع وانما يمكن ان ظهر له تجل الهي في صورة نبيه صلى الله عليه وسلم فخاطبه نبيه وأقيم في سماع خطاب نبيه وذلك ان الرسول موصل أمر الحق تعالى الذي أمر الله به عباده فقد يمكن أن يسمع من الحق في حضرة ما ذلك الامر الذي قد جاء به أولا رسوله صلى الله عليه وسلم فيقول أمرني الحق وانما هو في حقه تعريف بأنه قد أمر وانقطع هذا السبب بمحمد صلى الله عليه وسلم وما عدا الاوامر من الله المشروعة فللاولياء في ذلك القدم الراسخة فهذا قد أنبأنا على التسعة عشر صنفا من المنازل فلنذكر أخص صفات كل منزل فنقول (وصل) أخص صفات منزل المدح تعلق العلم بما لا يتناهى وأخص صفات منزل الرموز تعلق العلم بخواص الاعداد والاسماء وهي الكلمات والحروف وفيه علم السيمياء وأخص صفات منزل الدعاء علوم الاشارة والتحلية وأخص صفات منزل الافعال علم الآن وأخص صفات منزل الابتداء علم المبدأ والمعاد ومعرفة الاوليات من كل شيء وأخص صفات التنزيه علم السلخ والخلع وأخص صفات التقريب علم الدلالات وأخص صفات منزل التوقيع علم النسب والاضافات وأخص صفات منزل البركات علم الاسباب والشروط والعلل والادلة والحقيقة وأخص صفات الاقسام علوم العظمة وأخص صفات منزل الدهر علم الازل وديمومة الباري وجودا وأخص صفات منزل الانية علم الذات وأخص صفات منزل لام ألف علم نسبة الكون الى المكون وأخص صفات منزل التقرير علم الحضور وأخص صفات منزل فناء الكون علم قلب الاعيان وأخص صفات منزل الالفة علم الالتحام وأخص صفات منزل الوعيد علم المواطن وأخص صفات منزل الاستفهام علم ليس كمثله شيء وأخص صفات منزل الامر علم العبودة (وصل) اعلم انه لكل منزل من هذه المنازل التسعة عشر صنف من الممكنات فمنهم صنف الملائكة وهم صنف واحد وان اختلفت أحوالهم (وعلم الاجسام ثمانية عشر) الافلاك أحد عشر نوعا والاركان أربعة والمولدات ثلاثة ولها وجه آخر يقابلها من الممكنات في الحضرة الالهية الجوهر للذات وهو الاول الثاني الاعراض وهي للصفات الثالث الزمن وهو للازل الرابع المكان وهو للاستواء والنعوت الخامس الاضافات للاضافات

التاسع التأثيرات للجود السادس الاوضاع للمهوائية السابع الكميات للاسماء الثامن الكيفيات للتجليات العاشر الانفعالات للظهور فى صور الاعتقادات الحادى عشر الخاصية وهى للاحدية الثانى عشر الحيرة وهى للوصف بالنزول والفرح والقرض وأشباه ذلك الثالث عشر حياة الكائنات للحى الرابع عشر المعرفة للعلم الخامس عشر الهواجس للارادة السادس عشر الابصار للبصير السابع عشر السمع للسميع الثامن عشر الانسان للكمال التاسع عشر الانوار والظلم للنور (وصل فى نظائر المنازل التسعة عشر) نظائرها من القرآن حروف الهجاء التى فى أول السور وهى أربعة عشر حرفا فى خمس مراتب أحدية وثنائية وثلاثية ورباعية وخماسية ونظائرها من النار الخزنة تسعة عشر ملكا نظائرها فى التأثير اثناعشر برجا والسبعة الدرارى نظائرها من القرآن حروف البسملة ونظائرها من الرجال النقباء اثناعشر والابدال السبعة وهؤلاء السبعة منهم الاوتاد أربعة والامامان اثنان والقطب واحد والنظائر لهذه المنازل من الحضرة الالهية ومن الاكوان كثير (وصل) اعلم ان منزل المنازل عبارة عن المنزل الذى يجمع جميع المنازل التى تظهر فى عالم الدنيا من العرش الى الثرى وهو المسمى بالامام المبين قال الله تعالى وكل شئ أحصيناه فى امام مبين فقوله أحصيناه دليل على انه ما أودع فيه الا علوما متناهية فنظرنا هل ينحصر لاحد عددها فخرجت عن الحصر مع كونها متناهية لانه ليس فيه الا ما كان من يوم خلق الله العالم الى أن ينقضى حال الدنيا وتنتقل العمارة الى الآخرة فسألنا من أثق به من العلماء بالله هل تنحصر أمهات هذه العلوم التى يحويها هذا الامام المبين فقال نعم فأخبرنى الثقة الامين الصادق الصاحب وعاهدنى أنى لا أذكره ان أمهات العلوم التى تتضمن كل أم منه ما لا يحصى كثرة تبلغ بالعدد الى مائتأ لف نوع من العلوم وتسعة وعشرين ألف نوع وستمائة نوع وكل نوع يحتوى على علوم جمة ويعبر عنها بالمنازل فسألت هذا الثقة هل نالها أحد من خلق الله وأحاط بها علما قال لا ثم قال وما يعلم جنود ربك الا هو واذا كانت الجنود لا يعلمها الا هو وليس للحق منازع يحتاج هؤلاء الجنود الى مقابلته فقال لى لا تعجب فورب السماء والارض لقد ثم ما هو أعجب فقلت ما هو فقال لى الذى ذكر الله فى حق امرأتين من نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم تلا وان تظاهرا عليه فان الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين والملائكة بعد ذلك ظهير فهذا أعجب من ذكر الجنود فأسرار الله عجيبة فلما قال لى ذلك سألت الله أن يطلعنى على فائدة هذه المسئلة وما هذه العظمة التى جعل الله نفسه فى مقابلتها وجبريل وصالح المؤمنين والملائكة فأخبرت بها فما سررت بشئ سرورى بمعرفة ذلك وعلمت لمن استندتا ومن يقوى بهما ولولا ما ذكر الله نفسه فى النصرة ما استطاعت الملائكة والمؤمنون مقاومتهما وعلمت انهما حصل لهما من العلم بالله والتأثير فى العالم ما أعطاهما هذه القوة وهذا من العلم الذى كهيئة المكنون فشكرت الله على ما أولى فما أظن ان أحدا من خلق الله استند الى ما استندتا اليه المرأتان يقول لوط عليه السلام لو أن لى بكم قوة أو آوى الى ركن شديد وكان عنده الركن الشديد ولم يكن يعرفه فان النبى صلى الله عليه وسلم قد شهد له بذلك فقال يرحم الله أخى لوطا لقد كان يأوى الى ركن شديد وعرفناه عائشة وحفصة فلو علم الناس علم ما كانتا عليه لعرفوا معنى هذه الآية والله يقول الحق وهو يهدى السبيل

﴿الباب الثالث والعشرون فى معرفة الاقطاب المصونين وأسرار صونهم﴾

ان لله حكمة أخفاها * فى وجودى فليس عين تراها
خلق الجسم دار لهو وأنس * فبناها وجوده وسواها
ثم لما تعدلت واستقامت * جاء روح من عنده أحياها
ثم لما تحقق الحق علما * حبه وانقياده لهواها
قال للموت خذ اليك عبيدى * فدعاه له بما أخلاها
وتجلى له فقال الهى * أين أنسى فقال ما تنساها
كيف أنسى دارا جعلت قواها * من قوا كم فهى التى لا تضاهى

يا الهى

يا الهي وسيدي واعتمادي * ما عشقنا منها سوى معناها
أعلمتنا بما تريدون منا * بلسان الرسول من أعلاها
فقطعنا آمالنا في سرور * بك يا سيدي فما أحلاها
قال ردوا عليه دار هواه * صدق الروح انه بهواها
فرددنا لخلدين سكارى * طربا دائما الى سكناها
وبناها على اعتدال قواها * ونجلى لها بما قواها

اعلم أيدك الله ان هذا الباب يتضمن ذكر عباد الله المسمين بالملامية وهم الرجال الذين حلوا من الولاية في أقصى درجاتها وما فوقهم الا درجة النبوة وهذا يسمى مقام القربة في الولاية وآيتهم من القرآن حور مقصورات في الخيام ينبه بنعوت نساء الجنة وحورها على نفوس رجال الله الذين اقتطعهم اليه وصانهم وحبسهم في خيام صون الغيرة الالهية في زوايا الكون أن تمتد اليهم عين فتشغلهم لا والله ما يشغلهم نظر الخلق اليهم لكنه ليس في وسع الخلق أن يقوموا بما لهذه الطائفة من الحق عليهم لعلو منصبها فتتقف العباد في أمر لا يصلون اليه أبدا فحبس ظواهرهم في خيمات العادات والعبادات من الاعمال الظاهرة والمثابرة على الفرائض منها والنوافل فلا يعرفون بخرق عادة فلا يعظمون ولا يشار اليهم بالصلاح الذي في عرف العامة مع كونهم لا يكون منهم فساد فهم الاخفياء الابرياء الامناء في العالم الغامضون في الناس فيهم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ربه عز وجل ان أغبط أوليائي عندي لمؤمن خفيف الحاذ ذو حظ من صلاة أحسن عبادة ربه وأطاعه في السر والعلانية وكان غامضا في الناس يريد أنهم لا يعرفون بين الناس بكبير عبادة ولا ينتهكون المحارم سرا وعلانا قال بعض الرجال في صفتهم لما سئل عن العارف قال مسود الوجه في الدنيا والآخرة فان كان أراد ما ذكرناه من أحوال هذه الطائفة فانه يريد بسواد الوجه استفراغ أوقاته كلها في الدنيا والآخرة في تجليات الحق لهم ولا يرى الانسان عندنا في مرآة الحق اذا تجلى له غير نفسه ومقامه وهو كون من الاكوان والكون في نور الحق ظلمة فلا يشهد الا سواده فان وجه الشيء حقيقته وذاته ولا يدوم التجلي الا لهذه الطائفة على الخصوص فهم مع الحق في الدنيا والآخرة على ما ذكرناه من دوام التجلي وهم الافراد وأما ان أراد بالتسويد من السيادة وأراد بالوجه حقيقة الانسان أي له السيادة في الدنيا والآخرة فيمكن ولا يكون ذلك الا للرسل خاصة فانه كمال لهم وهو في الاولياء نقص لان الرسل مضطرون في الظهور لاجل التشريع والاولياء ليس لهم ذلك ألا ترى الله سبحانه لما أكمل الدين كيف أمره في السورة التي نعى الله اليه فيها نفسه فأنزل عليه اذا جاء نصر الله والفتح ورأيت الناس يدخلون في دين الله أفواجا فسبح بحمد ربك واستغفره أي أشغل نفسك بتنزيه ربك والثناء عليه بما هو أهله فاقتطعه بهذا الامر من العالم لما كمل ما أريد منه من تبليغ الرسالة وطلب بالاستغفار أن يستره عن خلقه في حجاب صونه لينفرد به دون خلقه دائما فانه كان في زمان التبليغ والارشاد وشغله بأداء الرسالة فان له وقتا لا يسعه فيه غير ربه وسائر أوقاته فيما أمر به من النظر في أمور الخلق فرده الى ذلك الوقت الواحد الذي كان يختلسه من أوقات شغله بالخلق وان كان عن أمر الحق ثم قوله انه كان توابا أي يرجع الحق اليك رجوعا مستصحبا لا يكون للخلق عندك فيه دخول بوجه من الوجوه ولما تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه السورة بكى أبو بكر الصديق رضي الله عنه وحده دون من كان في ذلك المجلس وعلم أن الله تعالى قد نعى الى رسول الله صلى الله عليه وسلم نفسه وهو كان أعلم الناس به وأخذ الحاضرون يتعجبون من بكائه ولا يعرفون سبب ذلك والاولياء الاكابر اذا تركوا أنفسهم لم يختر أحد منهم الظهور أصلا لانهم علموا أن الله ما خلقهم لهم ولا لأحد من خلقه بالتعلق من القصد الاول وانما خلقهم له سبحانه فشغلوا أنفسهم بما خلقوا له فان أظهرهم الحق عن غير اختيار منهم بأن يجعل في قلوب الخلق تعظيمهم فذلك اليه سبحانه ما لهم فيه تعمل وان سترهم فلم يجعل لهم في قلوب الناس قدرا يعظمونهم من أجله فذلك اليه تعالى فهم لا اختيار لهم مع اختيار الحق فان خيرهم ولا بد فيختارون الستر عن الخلق والانقطاع الى الله ولما كان حالهم سترتهم عن نفوسهم فكيف عن غيرهم تعين علينا أن نبين منازل

صونهم فمن منازل صونهم آداء الفرائض فى الجماعات والدخول مع الناس فى كل بلد بزى ذلك البلد ولا يوطن مكانا فى المسجد وتختلف أماكنه فى المسجد الذى تقام فيه الجمعة حتى تضيع عينه فى غمار الناس واذا كلم الناس فيكلمهم ويرى الحق رقيبا عليه فى كلامه واذا سمع كلام الناس سمع كذلك ويقلل من مجالسة الناس الا من جيرانه حتى لا يشعر به ويقضى حاجة الصغير والارملة ويلاعب أولاده وأهله بما يرضى الله تعالى ويمزح ولا يقول الا حقا وان عرف فى موضع انتقل عنه الى غيره فان لم يتمكن له الانتقال استقضى من يعرفه وألح عليهم فى حوائج الناس حتى يرغبوا عنه وان كان عنده مقام التحول فى الصور تحوّل كما كان للروحانى التشكل فى صور بنى آدم فلا يعرف انه ملك وكذلك كان قضيب البان وهذا كله مالم يرد الحق اظهاره ولا شهرته من حيث لا يشعر ثم ان هذه الطائفة انما نالوا هذه المرتبة عند الله لانهم صانوا قلوبهم أن يدخلها غير الله أو تتعلق بكون من الاكوان سوى الله فليس لهم جلوس الا مع الله ولا حديث الا مع الله فهم بالله قائمون وفى الله ناظرون والى الله راحلون ومنقلبون وعن الله ناطقون ومن الله آخذون وعلى الله متوكلون وعند الله قاطنون فمالهم معروف سواه ولا مشهود الا اياه صانوا نفوسهم عن نفوسهم فلا تعرفهم نفوسهم فهم فى غيابات الغيب محجوبون هم ضنائن الحق المستخلصون يأكلون الطعام ويمشون فى الاسواق مشى ستر واكل حجاب فهذه حالة هذه الطائفة المذكورة فى هذا الباب (تتمة شريفة) لهذا الباب قلنا ومن هذه الحضرة بعثت الرسل سلام الله عليهم أجمعين مشرّعين ووجد معهم هؤلاء تابعين لهم قائمين بأمرهم من عين واحدة أخذتها الانبياء والرسل ما شرعوا وأخذ عنها الاولياء ما اتبعوهم فيه فهم التابعون على بصيرة العالمون بمن اتبعوه وفيما اتبعوه وهم العارفون بمنازل الرسل ومناهج السبل من الله ومقاديرهم عند الله تعالى والله يقول الحق وهو يهدى السبيل انتهى الجزء السادس عشر والحمد لله

(بسم الله الرحمن الرحيم)

(الباب الرابع والعشرون)

فى معرفة جاءت عن العلوم الكونية وما تتضمنه من العجائب ومن حصلها من العالم ومراتب أقطابهم وأسرار الاشتراك بين شرعيتين والقلوب المتعشقة بعالم الانفاس وبالانفاس وأصلها والى كم تنتهى منازلها

تعجبت من ملك يعود بمالكا * ومن مالك أضحى لمملوكه مالكا
فذلك ملك الملك ان كنت ناظما * من اللؤلؤ المنثور من علمنا سلكا
فخذ عن وجود الحق علما مقدسا * ليأخذ ذاك العلم من شاءه عنكا
فان كنت مثلى فى العلوم فقد ترى * بأن الذى فى كونه نسخة منكا
فهل فى العلى شئ يقاوم أمركم * وقد فتكت أسيافكم فى الورى فتكا
فلو كنت تدرى ياحبيبى وجوده * ومن أنت كنت السيد العلم الملكا
وكان اله الخلق يأتيك ضعف ما * أتيت اليه ان تحققته ملكا

اعلم أيدك الله ان الله يقول ادعونى أستجب لكم فاذا علمت هذا علمت ان الله رب كل شئ ومليكه فكل ما سوى الله تعالى مربوب لهذا الرب وملك لهذا الملك الحق سبحانه ولا معنى لكون العالم ملك الله تعالى الا تصرّفه فيه على ما يشاء من غير تحجير وانه محل تأثير الملك سيده جل علاه فتنوّع الحالات التى هو العالم عليها هو تصرّف الحق فيه على حكم ما يريده ثم انه لما رأينا الله تعالى يقول كتب ربكم على نفسه الرحمة فأشرك نفسه مع عبده فى الوجوب عليه وان كان هو الذى أوجب على نفسه ما أوجب فكلامه صدق ووعده حق كما يوجب الانسان بالنذر على نفسه ابتداء ... وجبه الحق عليه فأوجب الله عليه الوفاء بنذره الذى أوجبه على نفسه فأمر بالوفاء بنذره ثم رأيناه تعالى ... لا بعد دعاء العبد اياه كما شرع كان العبد لا يكون مجيبا للحق حتى يدعوه الحق الى ما يدعوه اليه قال

تعالى

تعالى فليستجيبوا لي فصار للعبد والعالم الذي هو ملك لله سبحانه تصرف إلهي في الجانب الأحمى بما تقتضيه حقيقة
العالم بالطلب الذاتي وتصرف آخر بما يقتضيه وضع الشرع بعينه فلما كان الأمر على ما ذكرناه من كون الحق يجيب
أمر العبد إذا دعاه وسأله كما أن العبد يجيب أمر الله إذا أمره وهو قوله وأوفوا بعهدي أوف بعهدكم فشرك في
القضية ولما كان الحق يقتضي بذاته أن يتذلل له سواء شرع لعباده أعمالا أو لم يشرع كذلك يقتضي بقاء وجود
عينه حفظ الحق إياه سواء شرع الحق ما شرعه أو لم يشرع ثم لما شرع للعبد أعمالا إذا عملها شرع لنفسه أن يجازي هذا
العبد على فعل ما كلفه به فصار الجناب العالي ملكا لهذا الملك الذي هو العالم بما ظهر من أثر العبد فيه من العطاء عند
السؤال فانطلق عليه صفة يعبر عنها بملك الملك فهو سبحانه مالك وملك بما يأمر به عباده وهو سبحانه ملك بما يأمره به
العبد فيقول رب اغفر لي كما قال له الحق أقم الصلاة لذكري فيسمى ما كان من جانب الحق للعبد أمرا ويسمى
ما كان من جانب العبد للحق دعاء أدبا إلهيا وإنما هو على الحقيقة أمر فإن الحد يشمل الأمرين معا وأول من اصطلح
على هذا الاسم في علمي محمد بن علي الترمذي الحكيم وما سمعناه هذا اللفظ عن أحد سواه ولو ورد بما تقدمه غيره بهذا
الاصطلاح وما وصل إلينا إلا أن الأمر صحيح ومسئلة الوجوب على الله عقلا مسئلة خلاف بين أهل النظر من المتكلمين
فمن قائل بذلك وغير قائل بها وأما الوجوب الشرعي فلا ينكره إلا من ليس بمؤمن بما جاء من عند الله واعلم أن
المتضايفين لا بد أن يحدث لكل أحد من المتضايفين اسم تعطيه الإضافة فإذا قلت زيد فهو إنسان بلا شك لا يعقل منه
غير هذا فإذا قلت عمرو فهو إنسان لا يعقل منه غير هذا فإذا قلت زيد بن عمرو أو زيد عبد عمرو فلا شك أنه قد حدث
لزيد البنوة إذ كان ابن عمرو وحدث لعمرو اسم الأبوة إذ كان أبا لزيد فبنوة زيد أعطت الأبوة لعمرو والأبوة لعمرو
أعطت البنوة لزيد فكل واحد من المتضايفين أحدث لصاحبه معنى لم يكن يوصف به قبل الإضافة وكذلك زيد عبد
عمرو فأعطت العبودة أن يكون زيد مملوكا وعمرو مالكا فقد أحدثت مملوكية زيد اسم المالك لعمرو وأحدث ملك
عمرو لزيد مملوكية زيد فقيل فيه مملوك وقيل في عمرو مالك ولم يكن لكل واحد منهما معقولية هذين الاسمين قبل أن
توجد الإضافة فالحق حق والإنسان إنسان فإذا قلت الإنسان أو الناس عبيد الله قلت إن الله ملك الناس لا بد من ذلك
فلو قدرت ارتفاع وجود العالم من الذهن جملة واحدة من كونه ملكا لم يرتفع وجود الحق لارتفاع العالم وارتفع وجود
معنى الملك عن الحق ضرورة ولما كان وجود العالم مرتبطا بوجود الحق فعلا وصلاحية لهذا كان اسم الملك لله
تعالى أزلا وإن كان عين العالم معدوما في العين لكن معقوليته موجودة مرتبطة باسم المالك فهو مملوك لله تعالى وجودا
وتقديرا قوة وفعلا فإن فهمت والا فافهم وليس بين الحق والعالم بون يعقل أصلا إلا التمييز بالحقائق فالله ولا شيء معه
سبحانه ولم يزل كذلك ولا يزال كذلك لا شيء معه فمعيته معنا كما يستحق جلاله وكما ينبغي لجلاله ولولا ما نسب لنفسه
أنه معنا لم يقتض العقل أن يطلق عليه معنى المعية كما لا يفهم منها العقل السليم حين أطلقها الحق على نفسه ما يفهم من معية
العالم بعضهم مع بعض لأنه ليس كمثله شيء قال تعالى وهو معكم أينما كنتم وقال تعالى إنني معكما أسمع وأرى لموسى
وهارون فنقول إن الحق معنا على حد ما قاله وبالمعنى الذي أراده ولا نقول إنا مع الحق فإنه ما ورد والعقل لا يعطيه فما لنا
وجه عقلي ولا شرعي يطلق به إنا مع الحق وأما من نفى عنه إطلاق الأينية من أهل الإسلام فهو ناقص الإيمان فإن
العقل ينفي عنه معقولية الأينية والشرع أثبت في السنة لا في الكتاب فما أثبت إطلاق لفظ الأينية على الله فلا تتعدى
ولا يقاس عليها وتطلق في الموضع الذي أطلقها الشارع قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للسوداء التي ضرب بها سيدها أين
الله فأشارت إلى السماء فقبل إشارتها وقال أعتقها فإنها مؤمنة فقال السائل بالأينية أعلم الناس بالله تعالى وهو رسول الله صلى
الله عليه وسلم وتأول بعض علماء الرسوم إشارتها إلى السماء وقبول النبي صلى الله عليه وسلم ذلك منها لما كانت الآلهة
التي تعبد في الأرض وهذا تأويل جاهل بالأمر غير عالم وقد علمنا أن العرب كانت تعبد كوكبا في السماء يسمى الشعرى
سنه لهم أبو كبشة وتعتقد فيها أنها رب الأرباب هكذا وقفت على مناجاتهم إياها ولذلك قال تعالى وأنه هو رب الشعرى
فلو لم يعبد كوكب في السماء لساغ هذا التأويل لهذا المتأول وهذا أبو كبشة الذي كان شرع عبادة الشعرى هو من

أجداد رسول الله صلى الله عليه وسلم لأمه ولدات كانت العرب تنسب رسول الله صلى الله عليه وسلم إليه وتقول ما فعل ابن أبي كبشة حيث أحدث عبادة إله واحد كما أحدث جده عبادة الشعرى ومن أقطاب هذا المقام ممن كان قبلنا محمد ابن علي الترمذي الحكيم ومن شيوخنا أبو مدين رحمه الله وكان يعرف في العالم العلوي بأبي النجا وبه يسمونه الروحانيون وكان يقول رضي الله عنه سورتي من القرآن تبارك الذي بيده الملك ومن أجل هذا كنا نقول فيه أنه أحد الامامين لان هذا هو مقام الامام ثم نقول ولما كان الحق تعالى يجيب العبد المضطر فيما يدعوه به ويسأله منه صار كالمتصرف فلهذا كان يشير أبو مدين بقوله فكان يقول فيه ملك الملك وأما صحة هذه الاضافة لتحقق العبد في كل نفس انه ملك لله تعالى من غير أن يتخلل هذا الحال دعوى تناقضه فاذا كان بهذه المثابة حينئذ يصدق عليه انه ملك عند من شابته رائحة من الدعوى وذلك بأن يدعي لنفسه ملكا عريا عن حضوره في تمليك الله اياه ذلك الامر الذي سماه ملكا له وملكا لم يكن في هذا المقام ولا صح له أن يقول في الحق انه ملك الملك وان كان كذلك في نفس الامر فقد أخرج هذا نفسه بدعواه بجهله انه ملك لله وغفلته في أمر ما فيحتاج صاحب هذا المقام الى ميزان عظيم لا يبرح بيده ونصب عينه (وصل) وأما أسرار الاشتراك بين الشر يعتين فمثل قوله تعالى أقم الصلاة لذكرى وهذا مقام ختم الاولياء ومن رجاله اليوم خضر والياس وهو تقرير الثاني ما أثبته الاول من الوجه الذي أثبته مع مغايرة الزمان ليصح المتقدم والمتأخر وقد لا يتغير المكان ولا الحال ويقع الخطاب بالتكليف للثاني من عين ما وقع للاول ولما كان الوجه الذي جمعهما لا يتقيد بالزمان والاخذ منه أيضا لا يتقيد بالزمان جاز الاشتراك في الشر يعة من شخصين الا أن العبارة تختلف زمانها ولسانها الا أن ينطقا في آن واحد بلسان واحد كموسى وهرون لما قيل لهما اذهبا الى فرعون انه طغى ومع هذا كله فقد قيل لهما فقولا له قولا لينا فأتى بالنكرة في قوله قولا ولا سيما وموسى يقول هو أفصح مني لسانا يعني هرون فقد يمكن أن يختلفا في العبارة في مجلس واحد فقد جمعهما مقام واحد وهو البعث في زمان واحد الى شخص واحد برسالة واحدة وان كان قد منع وجود مثل هذا جماعة من أصحابنا وشيوخنا كأبي طالب المكي ومن قال بقوله واليه نذهب وبه أقول وهو الصحيح عندنا فان الله تعالى لا يكرر تجليا على شخص واحد ولا يشرك فيه بين شخصين للتوسع الالهي وانما الامثال والاشباه توهم الرائي والسامع للتشابه الذي يعسر فصله الا على أهل الكشف والقائلين من المتكلمين ان العرض لا يبقى زمانين ومن الاتساع الالهي ان الله أعطى كل شئ خلقه وميز كل شئ في العالم بأمر ذلك الامر هو الذي ميزه عن غيره وهو أحدية كل شئ فما اجتمع اثنان في مزاج واحد قال أبو العتاهية

وفي كل شئ له آية ۞ تدل على انه واحد

وليست سوى أحدية كل شئ فما اجتمع قط اثنان فيما يقع به الامتياز ولو وقع الاشتراك فيه ما امتازت وقد امتازت عقلا وكشفا ومن هذا المنزل في هذا الباب تعرف ايراد الكبير على الصغير والواسع على الضيق من غير أن يضيق الواسع و يوسع الضيق أي لا يتغير شئ عن حاله لكن لا على الوجه الذي يذهب اليه أهل النظر من المتكلمين والحكماء في ذلك فانهم يذهبون الى اجتماعهما في الحد والحقيقة لا في الجرمية فان كبر الشئ وصغره لا يؤثر في الحقيقة الجامعة لهما ومن هذا الباب أيضا قال أبو سعيد الخراز ما عرف الله الا بجمعه بين الضدين ثم تلا هو الاول والآخر والظاهر والباطن يريد من وجه واحد لا من نسب مختلفة كما يراه أهل النظر من علماء الرسوم واعلم انه لا بد من نزول عيسى عليه السلام ولا بد من حكمه فينا بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم يوحي الله بها اليه من كونه نبيا فان النبي لا يأخذ الشرع من غير مرسله فيأتيه الملك مخبرا بشرع محمد الذي جاء به صلى الله عليه وسلم وقد يلهمه الهاما فلا يحكم في الاشياء بتحليل وتحريم الا بما كان يحكم به رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان حاضرا ويرتفع اجتهاد المجتهدين بنزوله عليه السلام ولا يحكم فينا بشرعه الذي كان عليه في أوان رسالته ودولته فبما هو عالم بها من حيث الوحي الالهي اليه بها هو رسول ونبي وبما هو الشرع الذي كان عليه محمد صلى الله عليه وسلم هو تابع له فيه وقد يكون له من الاطلاع على روح محمد صلى الله عليه وسلم كشفا بحيث ان يأخذ عنه ما شرع الله أن يحكم به في أمته صلى الله عليه وسلم فيكون عيسى عليه السلام

صاحبا

صاحبا وتابعا من هذا الوجه وهو عليه السلام من هذا الوجه خاتم الاولياء فكان من شرف النبي صلى الله عليه وسلم ان ختم الاولياء في أمته نبي رسول مكرم هو عيسى عليه السلام وهو أفضل هذه الامة المحمدية وقد نبه عليه الترمذي الحكيم في كتاب ختم الاولياء له وشهد له بالفضيلة على أبي بكر الصديق وغيره فانه وان كان وليا في هذه الامة والملة المحمدية فهو نبي ورسول في نفس الامر فله يوم القيامة حشران يحشر في جماعة الانبياء والرسل بلواء النبوة والرسالة وأصحابه تابعون له فيكون متبوعا كسائر الرسل ويحشر أيضا معنا وليا في جماعة أولياء هذه الامة تحت لواء محمد صلى الله عليه وسلم تابعا له مقدما على جميع الاولياء من عهد آدم الى آخر ولي يكون في العالم فجمع الله له بين الولاية والنبوة ظاهرا وما في الرسل يوم القيامة من يتبعه رسول الا محمد صلى الله عليه وسلم فانه يحشر يوم القيامة في اتباعه عيسى والياس عليهما السلام وان كان كل من في الموقف من آدم فمن دونه تحت لوائه صلى الله عليه وسلم فذلك لواؤه العام وكلامنا في اللواء الخاص بامته صلى الله عليه وسلم وللولاية المحمدية المخصوصة بهذا الشرع المنزل على محمد صلى الله عليه وسلم ختم خاص هو في الرتبة دون عيسى عليه السلام لكونه رسولا وقد ولد في زماننا ورأيته أيضا واجتمعت به ورأيت العلامة الختمية التي فيه فلا ولي بعده الا وهو راجع اليه كما انه لا نبي بعد محمد صلى الله عليه وسلم الا وهو راجع اليه كعيسى اذا نزل فنسبة كل ولي يكون بعد هذا الختم الى يوم القيامة نسبة كل نبي يكون بعد محمد صلى الله عليه وسلم في النبوة كالياس وعيسى والخضر في هذه الامة وبعد ان بينت لك مقام عيسى عليه السلام اذا نزل فقل ما شئت ان شئت قلت بشر [illegible] وان شئت قلت بشر بعينه واحدة (وصل) وأما القلوب المتعشقة بالانفاس فانه لما كانت حركة الروح الحيوانية تتنفس بالانفاس الرحمانية المناسبة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نفس الرحمن يأتيني من قبل اليمن الا وان الروح الحيواني نفس وان أصل هذه الانفاس عند القلوب المتعشقة بها النفس الرحماني الذي من قبل اليمن من خرج عن وهمه وخيل بينه وبين مسكنه وسكنه ففيها تفريج الكرب ودفع النوب وقال صلى الله عليه وسلم ان لله نفحات فتعرضوا لنفحات ربكم وتنتهي منازل هذه الانفاس في العدد الى ثلاثمائة نفس وثلاثين نفسا في كل منزل من منازلها التي جملتها الخارج من ضرب ثلاثمائة وثلاثين في ثلاثمائة وثلاثين فما خرج فهو عدد الانفاس التي تكون من الحق من اسمه الرحمن في العالم البشري والذي أتحققه ان لها منازل تزيد على هذا المقدار ما تنتهي الا في حضرة [illegible] خاصة فاذا ضربت ثلاثمائة وثلاثين في خمسمائة وثلاثين فما خرج لك بعد الضرب فهو عدد نفس رحمانية في العالم الانساني كل نفس منها علم الهي مستقل عن تجل الهي خاص لهذه المنازل لا يكون لغيرها من شم من هذه الانفاس رائحة عرف مقدارها وما رأيت من أهلها من هو معروف عند الناس وأكثر ما يكونون من بلاد الاندلس واجتمعت بواحد منهم بالبيت المقدس وبمكة فسألته يوما في مسئلة فقال لي هل تشم شيأ فعلمت انه من أهل ذلك المقام وخدمني مدة وكان لي عم أخو والدي شقيقه اسمه عبد الله بن محمد بن العربي كان له هذا المقام حسا ومعنى شاهدنا ذلك منه قبل رجوعنا لهذا الطريق في زمان جاهليتي والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

﴿الباب الخامس والعشرون﴾

في معرفة وتد مخصوص معمر وأسرار الاقطاب المختصين بأربعة أصناف من العلوم وسر المنزل والمنازل ومن دخله من العالم

ان الامور لها حد ومطلع * من بعد ظهر وبطن فيه تجتمع

في الواحد العين سر ليس يعلمه * الا مراتب أعداد بها تقع

هو الذي أبرز الاعداد أجمعها * وهو الذي ماله في العد متسع

مجاله ضيق رحب فصورته * كناظر في مراء حين ينطبع

فان تكثر اذا أعطت مراتبه * تكثرا فهو بالتمييز به يمتنع

كذلك الحق ان حققت صورته * بنفسه و[illegible] تعلو وتتضع

اعلم أيها الولي الحميم أيدك الله أن هذا الوتد هو خضر صاحب موسى عليه السلام أطال الله عمره الى الآن وقد رأينا من رآه واتفق لنا في شأنه أمر عجيب وذلك أن شيخنا أبا العباس العريبي رحمه الله جرت بيني وبينه مسئلة في حق شخص كان قد بشر بظهور رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي هو فلان ابن فلان وسمى لي شخصا أعرفه باسمه وما رأيته ولكن رأيت ابن عمته فربما توقفت فيه ولم آخذ بالقبول أعني قوله فيه لكوني على بصيرة في أمره ولا شك أن الشيخ رجع بعد ذلك عليه فتأذى في باطنه ولم أشعر بذلك فاني كنت في بداية أمري فانصرفت عنه الى منزلي فكنت في الطريق فلقيني شخص لا أعرفه فسلم علي ابتداء سلام محب مشفق وقال لي يا محمد صدق الشيخ أبا العباس فيما ذكر لك عن فلان وسمى لي الشخص الذي ذكره أبو العباس العريبي فقلت له نعم وعلمت ما أراد ورجعت من حيني الى الشيخ لأعرفه بما جرى فعندما دخلت عليه قال لي يا أبا عبد الله أحتاج معك اذا ذكرت لك مسئلة يقف خاطرك عن قبولها الى الخضر يتعرض اليك يقول لك صدق فلانا فيما ذكره لك ومن أين يتفق لك هذا في كل مسئلة تسمعها مني فتتوقف فقلت ان باب التوبة مفتوح فقال وقبول التوبة واقع فعلمت أن ذلك الرجل كان الخضر ولا شك أني استفهمت الشيخ عنه أهو هو قال نعم هو الخضر ثم اتفق لي مرة أخرى أني كنت بمرسى تونس بالمحرة في مركب في البحر فأخذني وجع في بطني وأهل المركب قد ناموا فقمت الى جانب السفينة وتطلعت الى البحر فرأيت شخصا على بعد في ضوء القمر وكانت ليلة البدر وهو يأتي على وجه الماء حتى وصل الي فوقف معي ورفع قدمه الواحدة واعتمد على الاخرى فرأيت باطنها وما أصابها بلل ثم اعتمد عليها ورفع الاخرى فكانت كذلك ثم تكلم معي بكلام كان عنده ثم سلم وانصرف يطلب المنارة محرسا على شاطئ البحر على تل بيننا وبينه مسافة تزيد على ميلين فقطع تلك المسافة في خطوتين أو ثلاثة فسمعت صوته وهو على ظهر المنارة يسبح الله تعالى وربما مشى الى شيخنا جراح بن خميس الكناني وكان من سادات القوم مرابطا بمرسى عبدون وكنت جئت من عنده بالأمس من ليلتي تلك فلما جئت المدينة لقيت رجلا صالحا فقال لي كيف كانت ليلتك البارحة في المركب مع الخضر ما قال لك وما قلت له فلما كان بعد ذلك التاريخ خرجت الى السياحة بساحل البحر المحيط ومعي رجل ينكر خرق العوائد للصالحين فدخلت مسجدا خرابا منقطعا لأصلي فيه أنا وصاحبي صلاة الظهر فاذا بجماعة من السائحين المنقطعين دخلوا علينا يريدون ما نريده من الصلاة في ذلك المسجد وفيهم ذلك الرجل الذي كلمني على البحر الذي قيل لي انه الخضر وفيهم رجل كبير القدر أكبر منه منزلة وكان بيني وبين ذلك الرجل اجتماع قبل ذلك ومودة فقمت فسلمت عليه فسلم علي وفرح بي وتقدم بنا يصلي فلما فرغنا من الصلاة خرج الامام وخرجت خلفه وهو يريد باب المسجد وكان الباب في الجانب الغربي يشرف على البحر المحيط بموضع يسمى بكة فقمت أتحدث معه على باب المسجد واذا بذلك الرجل الذي قلت انه الخضر قد أخذ حصيرا صغيرا كان في محراب المسجد فبسطه في الهواء على قدر علو سبعة أذرع من الارض ووقف على الحصير في الهواء يتنفل فقلت لصاحبي أما تنظر الى هذا وما فعل فقال لي سر اليه وسله فتركت صاحبي واقفا وجئت اليه فلما فرغ من صلاته سلمت عليه وأنشدته لنفسي

شغل المحب عن الهواء بسره * في حب من خلق الهواء وسخره

العارفون عقولهم معقولة * عن كل كون ترتضيه مطهره

فهم لديه مكرمون وفي الورى * أحوالهم مجهولة ومستره

فقال لي يا فلان ما فعلت ما رأيت الا في حق هذا المنكر وأشار الى صاحبي الذي كان ينكر خرق العوائد وهو قاعد في صحن المسجد ينظر اليه ليعلم أن الله يفعل ما يشاء مع من يشاء فرددت وجهي الى المنكر وقلت له ما تقول فقال ما بعد العين ما يقال ثم رجعت الى صاحبي وهو ينتظرني بباب المسجد فتحدثت معه ساعة وقلت له من هذا الرجل الذي صلى في الهواء وذكرت له ما اتفق لي معه قبل ذلك فقال لي هذا الخضر فسكت وانصرفت الجماعة وانصرفنا نريد روطة موضع مقصود يقصده الصلحاء من المنقطعين وهو بقربه من اشكنصار على ساحل البحر المحيط فهذا ما جرى لنا مع هذا الوتد نفعنا الله برؤيته وله من العلم اللدني ومن الرحمة بالعالم ما يليق بمن هو على بينة من ربه وقد أثنى الله عليه واجتمع به

جل

رجل من شيوخنا وهو علي بن عبد الله بن جامع من أصحاب علي المتوكل وأبي عبد الله قضيب البان كان يسكن بالمقلى خارج الموصل في بستان له وكان الخضر قد ألبسه الخرقة بحضور قضيب البان وألبسنيها الشيخ بالموضع الذي ألبسه فيه الخضر من بستانه وبصورة الحال التي جرت له معه في الباسه اياها وقد كنت لبست خرقة الخضر بطريق أبعد من هذا من يد صاحبنا تقي الدين عبد الرحمن بن علي بن ميمون بن أب الوزري ولبسها هو من يد صدر الدين شيخ الشيوخ بالديار المصرية وهو ابن حمويه وكان جده قد لبسها من يد الخضر ومن ذلك الوقت قلت بلباس الخرقة وألبستها الناس لما رأيت الخضر قد اعتبرها وكنت قبل ذلك لا أقول بالخرقة المعروفة الآن فان الخرقة عندنا انما هي عبارة عن الصحبة والادب والتخلق ولهذا لا يوجد لباسها متصلا برسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن توجد صحبة وأدبا وهو المعبر عنه بلباس التقوى فجرت عادة أصحاب الاحوال اذا رأوا أحدا من أصحابهم عنده نقص في أمر ما وأرادوا أن يكملوا له حاله يتحد به هذا الشيخ فاذا اتحد به أخذ ذلك الثوب الذي عليه في حال ذلك الحال ونزعه وأفرغه على الرجل الذي يريد تكملة حاله فيسري فيه ذلك الحال فيكمل له ذلك فذلك هو اللباس المعروف عندنا والمنقول عن المحققين من شيوخنا ثم اعلم ان رجال الله على أربع مراتب رجال لهم الظاهر ورجال لهم الباطن ورجال لهم الحد ورجال لهم المطلع فان الله سبحانه لما أغلق دون الخلق باب النبوة والرسالة أبقى لهم باب الفهم عن الله فيما أوحى به الى نبيه صلى الله عليه وسلم في كتابه العزيز وكان علي بن أبي طالب رضي الله عنه يقول ان الوحي قد انقطع بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وما بقي بايدينا الا أن يرزق الله عبدا فهما في هذا القرآن وقد أجمع أصحابنا أهل الكشف على صحة خبر عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال في آي القرآن انه ما من آية الا ولها ظاهر وباطن وحد ومطلع ولكل مرتبة من هذه المراتب رجال ولكل طائفة من هؤلاء الطوائف قطب وعلى ذلك القطب يدور فلك ذلك الكشف دخلت على شيخنا أبي محمد عبد الله الشكاز من أهل باغه بباغه بغرناطة سنة خمس وتسعين وخمسمائة وهو من أكبر من لقيته في هذا الطريق لم أر في طريقه مثله في الاجتهاد فقال لي الرجال أربعة رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه وهم رجال الظاهر ورجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وهم رجال الباطن جلساء الحق تعالى ولهم المشورة ورجال الاعراف وهم رجال الحد قال الله تعالى وعلى الاعراف رجال أهل الشم والتمييز والسراح عن الاوصاف فلا صفة لهم كان منهم أبو يزيد البسطامي ورجال اذا دعاهم الحق اليه يأتونه رجالا لسرعة الاجابة لا يركبون وأذن في الناس بالحج يأتوك رجالا وهم رجال المطلع ورجال الظاهر هم الذين لهم التصرف في عالم الملك والشهادة وهم الذين كان يشير اليهم الشيخ محمد بن قائد الاواني وهو المقام الذي تركه الشيخ العاقل أبو السعود بن الشبل البغدادي ببغداد بجامع الله أخبرني أبو البدر التماشكي البغدادي رحمه الله قال لما اجتمع محمد بن قائد الاواني وكان من الافراد بأبي السعود هذا قال له يا أبا السعود ان الله قسم المملكة بيني وبينك فلم لا تتصرف فيها كما أتصرف أنا فقال له أبو السعود يا ابن قائد وهبتك سهمي نحن تركنا الحق يتصرف لنا وهو قوله تعالى فاتخذه وكيلا فامتثل أمر الله فقال لي أبو البدر قال لي أبو السعود اني أعطيت التصرف في العالم منذ خمس عشرة سنة من تاريخ قوله فتركته وما ظهر علي منه شيء وأما رجال الباطن فهم الذين لهم التصرف في عالم الغيب والملكوت فيستنزلون الارواح العلوية بهممهم فيما يريدونه وأعني أرواح الكواكب لا أرواح الملائكة وانما كان ذلك لمانع الهي قوي يقتضيه مقام الاملاك أخبر الله به في قول جبريل عليه السلام لمحمد صلى الله عليه وسلم فقال وما نتنزل الا بأمر ربك ومن كان تنزله بأمر ربه لا تؤثر فيه الخاصية ولا يتنزل بها وانما أرواح الكواكب تستنزل بالاسماء والبخورات وأشباه ذلك لا انه تنزل معنوي وان يشاهد فيه صور اخيالي فان ذات الكواكب لا تبرح من السماء مكانها ولكن قد جعل الله لمطارح شعاعاتها في عالم الكون والفساد تأثيرات معتادة عند العارفين بذلك كالري عند شرب الماء والشبع عند الاكل ونبات الحبة عند دخول الفصل بنزول المطر والصحو حكمة أودعها العليم الحكيم جل وعز فيفتح لهؤلاء الرجال في باطن الكتب المنزلة والصحف المطهرة وكلام العالم كله ونظم الحروف والاسماء من جهة معانيها ما لا يكون لغيرهم اختصاصا الهيا وأما رجال الحد فهم الذين لهم التصرف في عالم الارواح النارية عالم البرزخ

والجبروت فانه تحت الجبر ألا تراه مقهورا تحت سلطان ذوات الاذناب وهم طائفة منهم من الشهب الثواقب فهم هم الاعداء لهم فعند هؤلاء الرجال استنزال أرواحها واحضارها وهم رجال الاعراف والاعراف سور حاجز بين الجنة والنار برزخ باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب فهو حد بين دار السعداء ودار الاشقياء دار أهل الرؤية ودار الحجاب وهؤلاء الرجال أسعد الناس بمعرفة هذا السور ولهم شهود الخطوط المتوهمة بين كل نقيضين مثل قوله بينهما برزخ لا يبغيان فلا تعدون الحدود وهم رجال الرحمة التي وسعت كل شيء فلهم في كل حضرة دخول واستشراف وهم العارفون بالصفات التي يقع بها الامتياز لكل موجود عن غيره من الموجودات العقلية والحسية وأما رجال المطلع فهم الذين لهم التصرف في الاسماء الالهية فيستنزلون بها منها ما شاء الله وهذا ليس لغيرهم ويستنزلون بها كل ما هو تحت تصريف الرجال الثلاثة رجال الحد والباطن والظاهر وهم أعظم الرجال وهم الملامية هذا في قوتهم ومايظهر عليهم من ذلك شيء منهم أبو السعود وغيره فهم والعامة في ظهور العجز وظاهر العوائد سواء وكان لابي السعود في هؤلاء الرجال تميز بل كان من أكبرهم وسمعنا أبو البدر على ما حدثنا مشافهة يقول ان من رجال الله من يتكلم على الخاطر وما هو مع الخاطر أي لا علم له بصاحبه ولا يقصد التعريف به ولما وصف لنا عمر البزاز وأبو البدر وغيرهما حال هذا الشيخ رأيناه يجري مع أحوال هذا الصنف العالي من رجال الله قال لي أبو البدر كان كثيرا ما ينشد بيتا لم نسمع منه غيره وهو

وانبت في مستنقع الموت رجله • وقال لها من دون أخمصك الحشر

وكان يقول ما هو الا الصلوات الخمس وانتظار الموت وتحت هذا الكلام علم كبير وكان يقول الرجل مع الله تعالى كساعي الطير فم مشغول وقدم تسعى وهذا كله أكبر حالات الرجال مع الله اذ الكبير من الرجال من يعامل كل موطن بما يستحقه وموطن هذه الدنيا لا يمكن أن يعامله المحقق الا بما ذكره هذا الشيخ فاذا ظهر في هذه الدار من رجل خلاف هذه المعاملة علم ان ثم نقصا ولا بد الا أن يكون مأمورا بما ظهر منه وهم الرسل والانبياء عليهم السلام وقد يكون بعض الورثة لهم أمر في وقت بذلك وهو مكر خفي فانه انفصال عن مقام العبودية التي خلق الانسان لها وأما سر المنزل والمنازل فهو ظهور الحق بالتجلي في صور كل ما سواه فلولا تجليه لكل شيء ما ظهرت شيئية ذلك الشيء قال تعالى انما قولنا لشيء اذا أردناه أن نقول له كن فقوله اذا أردناه هو التوجه الالهي لايجاد ذلك الشيء ثم قال أن نقول له كن فنفس سماع ذلك الشيء خطاب الحق تكون ذلك الشيء فهو بمنزلة سريان الواحد في منازل العدد فتظهر الاعداد الى ما لا يتناهى بوجود الواحد في هذه المنازل ولولا وجود عينه فيها ما ظهرت أعيان الاعداد ولا كان لها اسم ولو ظهر الواحد باسمه في هذه المنزلة ما ظهر لذلك العدد عين فلا تجتمع عينه واسمه معا أبدا فيقال اثنان ثلاثة أربعة خمسة الى ما لا يتناهى وكل ما أسقطت واحدا من عدد معين زال اسم ذلك العدد وزالت حقيقته فالواحد بذاته يحفظ وجود أعيان الاعداد وباسمه يعدمها كذلك اذا قلت القديم فني المحدث واذا قلت الله فني العالم واذا أخليت العالم من حفظ الله لم يكن للعالم وجود وفني واذا سرى حفظ الله في العالم بقي العالم موجودا فبظهوره وتجليه يكون العالم باقيا وعلى هذه الطريقة أصحابنا وهي طريقة النبوة والمتكلمون من الاشاعرة أيضا عليها وهم القائلون بانعدام الاعراض لانفسها وبهذا يصح افتقار العالم الى الله في بقائه في كل نفس ولا يزال الله خلاقا على الدوام وغيرهم من أهل النظر لا يصح لهم هذا المقام وأخبرني جماعة من أهل النظر من علماء الرسوم ان طائفة من الحكماء عثروا على هذا ورأيته مذهبا لابن السيد البطليوسي في كتاب ألفه في هذا الفن والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

﴿الباب السادس والعشرون في معرفة أقطاب الرموز وتلويحات من أسرارهم وعلومهم في الطريق﴾

ألا ان الرموز دليل صدق • على المعنى المغيب في الفؤاد
وان العالمين له رموز • والغاز ليدعى بالعباد
ولولا اللغز كان القول كفرا • وادى العالمين الى العناد
فهم بالرمز قد حسبوا فقالوا • باهراق الدماء وبالفساد

مكيه

فكيف بنا لو أن الامر يبدو ● بلا ستر يكون له استنادی
لقام بنا الشقاء هنا يقينا ● وعند البعث فی يوم التنادی
ولكن الغفور أقام سترا ● ليسعدنا علی رغم الاعادی

اعلم أيها الولی الحميم أيدك الله بروح القدس وفهمك ان الرموز والالغاز ليست مرادة لانفسها وانما هی مرادة لما رمزت له ولما ألغز فيها ومواضعها من القرآن آيات الاعتبار كلها والتنبيه علی ذلك قوله تعالى وتلك الامثال نضربها للناس فالامثال ما جاءت مطلوبة لانفسها وانما جاءت ليعلم منها ما ضربت له وما نصبت من أجله مثلا مثل قوله تعالى أنزل من السماء ماء فسالت أودية بقدرها فاحتمل السيل زبدا رابيا ومما توقدون عليه فی النار ابتغاء حلية أو متاع زبد مثله كذلك يضرب الله الحق والباطل فاما الزبد فيذهب جفاء فجعله كالباطل كما قال وزهق الباطل ثم قال وأما ما ينفع الناس فيمكث فی الارض ضربه مثلا للحق كذلك يضرب الله الامثال وقال فاعتبروا يا أولی الابصار؟ أی تعجبوا وجوزوا واعبروا الی ما أردته بهذا التعريف وان فی ذلك لعبرة لاولی الابصار من عبرت الوادی اذا جزته وكذلك الاشارة والايماء قال تعالى لنبيه زكريا أن لا تكلم الناس ثلاثة أيام الا رمزا أی بالاشارة وكذلك فاشارت اليه فی قصة مريم لما نذرت للرحمن أن تمسك عن الكلام ولهذا العلم رجال كبير قدرهم من أسرارهم سر الازل والابد والحال والخيال والرؤيا والبرازخ وأمثال هذه من النسب الالهية ومن علومهم خواص العلم بالحروف والاسماء والخواص المركبة والمفردة من كل شیء من العالم الطبيعی وهی الطبيعة المجهولة فاما علم سر الازل فاعلم ان الازل عبارة عن نفی الاولية لمن يوصف به وهو وصف لله تعالى من كونه الها واذا انتفت الاولية عنه تعالى من كونه الها فهو المسمی بكل اسم سمی به نفسه أزلا من كونه متكلما فهو العالم الحی المريد القادر السميع البصير المتكلم الخالق الباری المصور الملك لم يزل المسمی بهذه الاسماء وانتفت عنه أولية التقييد فسمع المسموع وأبصر المبصر الی غير ذلك وأعيان المسموعات منا والمبصرات معدومة غير موجودة وهو يراها أزلا كما يعلمها أزلا ويميزها ويفصلها أزلا ولا عين لها فی الوجود النفسی العينی بل هی أعيان ثابتة فی رتبة الامكان فالامكانية لها أزلا كما هی لها حالا وأبدا لم تكن قط واجبة لنفسها ثم عادت ممكنة ولا محالا ثم عادت ممكنة بل كان الوجوب الوجودی الذاتی لله تعالى أزلا كذلك وجوب الامكان للعالم أزلا فالله فی مرتبته باسمائه الحسنی يسمی منعوتا موصوفا بها فعين نسبة الاول له نسبة الآخر والظاهر والباطن لا يقال هو أول بنسبة كذا ولا آخر بنسبة كذا فان الممكن مرتبط بواجب الوجود فی وجوده وعدمه ارتباط افتقار اليه فی وجوده فان أوجده لم يزل فی امكانه وان عدم لم يزل عن امكانه فكما لم يدخل علی الممكن فی وجود عينه بعد ان كان معدوما صفة تزيله عن امكانه كذلك لم يدخل علی الخالق الواجب الوجود فی ايجاده العالم وصف يزيله عن وجوب وجوده لنفسه فلا يعقل الحق الا هكذا ولا يعقل الممكن الا هكذا فان فهمت علمت معنی الحدوث ومعنی القدم فقل بعد ذلك ما شئت فاولية العالم وآخريته أمر اضافی ان كان له آخر أما فی الوجود فله آخر فی كل زمان فرد وانتهاء عند أرباب الكشف ووافقهم الحسبانية علی ذلك كما وافقتهم الاشاعرة علی ان العرض لا يبقی زمانين فالاول من العالم بالنسبة الی ما يخلق بعده والآخر من العالم بالنسبة الی ما خلق قبله وليس كذلك معقولية الاسم الله بالاول والآخر والظاهر والباطن فان العالم يتعدد والحق واحد لا يتعدد ولا يصح أن يكون أولا لنا فان رتبته لا تناسب رتبتنا ولا تقبل رتبتنا أوليته ولو قبلت رتبتنا أوليته لاستحال علينا اسم الاولية بل كان ينطلق علينا اسم الثانی لاوليته ولسنا بثان له تعالى عن ذلك فليس هو بأول لنا فلهذا كان عين أوليته عين آخريته وهذا المدرك عزيز المنال يتعذر تصوره علی من لا أنس له بالعلوم الالهية التی يعطيها التجلی والنظر الصحيح والیه كان يشير أبو سعيد الخراز بقوله عرفت الله بجمعه بين الضدين ثم يتلو هو الاول والآخر والظاهر والباطن فقد أبنت لك عن سر الازل وانه نعت سلبی وأما سر الابد فهو نفی الآخرية فكما ان الممكن انتفت عنه الآخرية شرعا من حيث الجملة اذا الجنة والاقامة فيها الی غير نهاية كذلك الاولية بالنسبة الی ترتيب الموجودات الزمانية معقولة موجودة فالعالم بذلك الاعتبار الالهی لا يقال فيه أول ولا آخر وبالاعتبار الثانی هو

أول وآخر بنسبتين مختلفتين بخلاف ذلك فى اطلاقها على الحق عند العلماء بالله وأما سر الحال فهو الديمومة وما لها أول ولا آخر وهو عين وجود كل موجود فقد عرفتك ببعض ما يعلمه رجال الرموز من الاسرار وسكت عن كثير فان بابه واسع وعلم الرؤيا والبرزخ والنسب الالهية من هذا القبيل والكلام فيها يطول وأما علومهم فى الحروف والاسماء فاعلم ان الحروف لها خواص وهى على ثلاثة أضرب منها حروف رقمية ولفظية ومستحضرة وأعنى بالمستحضرة الحروف التى يستحضرها الانسان فى وهمه وخياله ويصورها فاما ان يستحضر الحروف الرقمية أو الحروف اللفظية وما ثم للحروف رتبة أخرى فيفعل بالاستحضار كما يفعل بالكتابة أو التلفظ فاما حروف التلفظ فلا تكون الا أسماء فتلك خواص الاسماء وأما المرقومة فقد لا تكون أسماء واختلف أصحاب هذا العلم فى الحرف الواحد هل يفعل أم لا فرأيت منهم من منع من ذلك جماعة ولا شك انى اجتمعت معهم فى مثل هذا أوقفتهم على خطأهم فى ذلك الذى ذهبوا اليه وأصابتهم وما نقصهم من العبارة عن ذلك ومنهم من أثبت الفعل للحرف الواحد وهؤلاء أيضا مثل الذين منعوا مخطؤن ومصيبون ورأيت منهم جماعة وأعلمتهم بموضع الغلط والاصابة فاعترفوا كما اعترف الآخرون وقلت للطائفتين جربوا ما عرفتكم من ذلك على ما بينته لكم فجربوه فوجدوا الامر كما ذكرناه ففرحوا بذلك ولولا انى آليت عقدا أن لا يظهر منى أثر عن حرف لاريتهم من ذلك عجبا فاعلم ان الحرف الواحد سواء كان مرقوما أو متلفظا به اذا عرى القاصد للعمل به عن استحضاره فى الرقم أو فى اللفظ خيالا لم يعمل واذا كان معه الاستحضار عمل فانه مركب من استحضار ونطق أو رقم وغاب عن الطائفتين صورة الاستحضار مع الحرف الواحد فمن اتفق له الاستحضار مع الحرف الواحد ورأى العمل غفل عن الاستحضار ونسب العمل للحرف الواحد ومن اتفق له التلفظ أو الرقم بالحرف الواحد دون استحضار فلم يعمل الحرف شيأ قال بمنع ذلك وما رأوا منهم تفطن لمعنى الاستحضار وهذه حروف الامثال المركبة كالواوين وغيرهما فلما نبهناهم على مثل هذا جربوا ذلك فوجدوه صحيحا وهو علم ممقوت عقلا وشرعا فاما الحروف اللفظية فان لها مراتب فى العمل وبعض الحروف أعم عملا من بعض وأكثرها الواو وأعم الحروف عملا لان فيها قوة الحروف كلها والهاء أقل الحروف عملا وما بين هذين الحرفين من الحروف تعمل بحسب مراتبها على ما قررناه فى كتاب المبادى والغايات فيما تتضمنه حروف المعجم من العجائب والآيات وهذا العلم يسمى علم الاولياء وبه تظهر أعيان الكائنات ألا ترى تنبيه الحق على ذلك بقوله كن فيكون فظهر الكون عن الحروف ومن هنا جعله الترمذى علم الاولياء ومن هنا منع من منع أن يعمل الحرف الواحد فانه رأى مع الاقتدار الالهى لم يأت فى الايجاد حرف واحد وانما أتى بثلاثة أحرف حرف غيبى وحرفين ظاهرين اذا كان الكائن واحدا فان زاد على واحد ظهرت ثلاثة أحرف فهذه علوم هؤلاء الرجال المذكورين فى هذا الباب وعمل أكثر رجال هذا العلم لذلك جدولا وأخطؤا فيه وما صح فلا أدرى أبالقصد عملوا ذلك حتى يتركوا الناس فى عماية من هذا العلم أم جهلوا ذلك وجرى فيه المتأخر على سنن المتقدم وبه قال تلميذ جعفر الصادق وغيره وهذا هو الجدول فى طبائع الحروف

حار	بارد	يابس	رطب
ا	ب	ج	د
ه	و	ز	ح
ط	ى	ك	ل
م	ن	س	ع
ف	ص	ق	ر
ش	ت	ث	خ
ذ	ض	ظ	غ

فكل حرف منها وقع فى جدول الحرارة فهو حار وما وقع منها فى جدول البرودة فهو بارد وكذلك اليبوسة والرطوبة ولم نر هذا الترتيب يصيب فى كل عمل بل يعمل بالاتفاق كاعداد الوفق واعلم ان هذه الحروف لم تكن لها هذه الخاصية من كونها حروفا وانما كان لها من كونها اشكالا فلما كانت ذوات اشكال كانت الخاصية للشكل ولهذا يختلف عملها باختلاف الاقلام لان الاشكال تختلف فاما الرقمية فاشكالها محسوسة بالبصر فاذا وجدت أعيانها وصحبتها أرواحها وحياتها الذاتية كانت الخاصية لذلك الحرف لشكله وتركيبه مع روحه وكذلك ان كان الشكل مركبا من حرفين أو ثلاثة أو أكثر كان للشكل روح آخر ليس الروح الذى كان للحرف على انفراده فان ذلك الروح

يذهب

يذهب وتبقى حياة الحرف معه فان الشكل لا يدبره سوى روح واحد و ينتقل روح ذلك الحرف الواحد الى البرزخ
مع الارواح فان موت الشكل زواله بالمحو وهذا الشكل الآخر المركب من حرفين أو ثلاثة أو ما كان ليس هو عين الحرف
الاول الذى لم يكن مركبا ان عمرا ليس هو عين زيد وان كان مثله وأما الحروف اللفظية فانها تتشكل فى الهواء ولهذا
تتصل بالسمع على صورة ما نطق بها المتكلم فاذا تشكلت فى الهواء قامت بها أرواحها وهذه الحروف لا يزال الهواء يمسك
عليها شكلها وان انقضى عملها فان عملها انما يكون فى أول ما تتشكل فى الهواء ثم بعد ذلك تلتحق بسائر الامم
فيكون شغلها تسبيح ربها ونعمه علوا اليه يصعد الكلم الطيب وهو عين شكل الكلمة من حيث ما هى شكل مسبح
لله تعالى ولو كانت كلمة كفر فان ذلك يعود وباله على المتكلم بها لا عليها ولهذا قال الشارع ان الرجل ليتكلم بالكلمة من
سخط الله ما لا يظن أن تبلغ ما بلغت يهوى بها فى النار سبعين خريفا فجعل العقوبة للمتلفظ بها بسببها وما تعرض اليها
فهذا كلام الله سبحانه يعظم و يمجد و يقدس المكتوب فى المصاحف و يقرأ على جهة القربة الى الله وفيه جميع
ما قالت اليهود والنصارى فى حق الله من الكفر والسب وهى كلمات كفر عاد وبالها على قائلها و بقيت الكلمات على
بابها تتولى يوم القيامة عذاب أصحابها أو نعيمهم وهذه الحروف الهوائية اللفظية لا يدركها موت بعد وجودها بخلاف
الحروف الرقمية وذلك لان شكل الحرف الرقمى والكلمة الرقمية تقبل التغيير والزوال لانه فى محل يقبل ذلك والاشكال
اللفظية فى محل لا يقبل ذلك ولهذا كان لها البقاء فالجو كله مملوء من كلام العالم يراه صاحب الكشف صورا قائمة
وأما الحروف المستحضرة فانها باقية اذ كان وجود أشكالها فى البرزخ لا فى الحس وفعلها أقوى من فعل سائر الحروف
ولكن اذا استحكم سلطان استحضارها واتحد المستحضر لها ولم يبق فيه متسع لغيرها و يعلم ما هى خاصيتها حتى
يستحضرها من أجل ذلك ويرى أثرها فهذا شبيه الفعل بالهمة وان لم يعلم ما تعطيه فانه يقع الفعل فى الوجود ولا علم له به
وكذلك سائر أشكال الحروف فى كل مرتبة وهذا الفعل بالحرف المستحضر يعبر عنه بعض من لا علم له بالهمة و بالصدق
وليس كذلك وان كانت الهمة روحا للحرف المستحضر لا عين الشكل المستحضر وهذه الحضرة تعم الحروف كلها
لفظها ورقمها فاذا علمت خواص الاشكال وقع الفعل بها علم الكاتب أو المتلفظ بها وان لم يعين ما هى مرتبطة به من
الانفعالات لا يعلم ذلك وقد رأينا من قرأ آية من القرآن وما عنده خبر فرأى أثرا غريبا حدث وكان ذا فطنة فرجع فى
تلاوته من قريب لينظر ذلك الاثر بأية آية يختص فجعل يقرأ و ينظر فمر بالآية التى لها ذلك الاثر فرأى الفعل فتعداها
فلم ير ذلك الاثر فعاود ذلك مرارا حتى تحققه فاتخذها لذلك الانفعال ورجع كلما أراد أن يرى ذلك الانفعال تلا تلك الآية
فظهر له ذلك الاثر وهو علم شريف فى نفسه الا أن السلامة منه عزيزة فالاولى ترك طلبه فانه من العلم الذى اختص الله به
أولياءه على الجملة وان كان عند بعض الناس منه قليل ولكن من غير الطريق الذى يناله الصالحون ولهذا يشقى به من
هو عنده ولا يسعد فالله يجعلنا من العلماء بالله والله يقول الحق وهو يهدى السبيل

﴿الباب السابع والعشرون فى معرفة أقطاب صل فقد نويت وصالك وهو من منزل العالم النورانى﴾

ولولا النور ما اتصلت عيون * بعين المبصرات ولا رأتها
ولولا الحق ما اتصلت عقول * بأعيان الامور فادركتها
اذا سئلت عقول عن ذوات * تعد مغايرات أنكرتها
وقالت ما علمنا غير ذات * تمد ذوات خلق أظهرتها
هى المعنى ونحن لها حروف * فهم ما عينت أمر اعتنتها

اعلم أيها الولى الحميم تولاك الله بعنايته ان الله تعالى يقول فى كتابه العزيز فسوف يأتى الله بقوم يحبهم و يحبونه
فقدم محبته اياهم على محبتهم اياه وقال أجيب دعوة الداعى اذا دعانى فليستجيبوا لى فقدم اجابته لنا اذا دعوناه على
اجابتنا له اذا دعانا وجعل الاستجابة من العبيد لانها أبلغ من الاجابة فانه لا مانع له من الاجابة سبحانه ولا فائدة للتأكيد
وللانسان موانع من الاجابة لما دعاه الله اليه وهو الهوى والنفس والشيطان والدنيا فلذلك أمر بالاستجابة

فان الاستفعال أشد في المبالغة من الافعال وأين الاستخراج من الاخراج ولهذا يطلب الكون من الله العون في أفعاله ويستحيل على الله أن يستعين بمخلوق قال تعالى تعليما لنا أن نقول واياك نستعين من هذا الباب فلهذا قال في هذا الباب صل فقد نويت وصالك فقد قدم الارادة منه لذلك فقال صل فاذا تعملت في الوصلة فذلك عين وصلته بك فلذلك جعلها نية لا عملا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الله تعالى من تقرب الى شبرا تقربت منه ذراعا وهذا قرب مخصوص يرجع الى ما تتقرب اليه سبحانه به من الاعمال والاحوال فان القرب العام قوله تعالى ونحن أقرب اليه من حبل الوريد ونحن أقرب اليه منكم ولكن لا تبصرون فضاعف القرب بالذراع فان الذراع ضعف الشبر أي قوله صل هو قرب ثم تقربت اليه شبرا فتبدى لك انك ما تقربت اليه الا به لانه لولا ما دعاك وبين لك طريق القربة وأخذ بناصيتك فيها ما تمكن لك أن تعرف الطريق التي تتقرب منه ما هي ولو عرفتها لم يكن لك حول ولا قوة الا به ولما كان القرب بالسلوك والسفر اليه لذلك كان من صفته النور لتهتدي به في الطريق كما قال تعالى جعل لكم النجوم لتهتدوا بها في ظلمات البر وهو السلوك الظاهر بالاعمال البدنية والبحر وهو السلوك الباطن المعنوي بالاعمال النفسية فأصحاب هذا الباب معارفهم مكتسبة لا موهوبة فأكلوا من تحت أقدامهم أي من كسبهم لها واجتهادهم في تحصيلها ولولا ما أرادهم الحق لذلك ما وفقهم ولا استعملهم حين طرد غيرهم بالمعنى ودعاهم بالامر فحرمهم الوصول بحرمانه اياهم استعمال الاسباب التي جعلها طريقا الى الوصول من حضرة القرب ولذلك بشرهم فقال صل فقد نويت وصالك وسبقت لهم العناية فسلكوا وهم الذين أمرهم الله بلباس النعلين في الصلاة اذ كان القاعد لا يلبس النعلين وانما وضعت للماشي فيها فدل ان المصلي يمشي في صلاته ومناجاة ربه في الآيات التي يناجيه فيها منزلا منزلا كل آية منزل وحال فقال لهم يا بني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد قال الصاحب لما نزلت هذه الآية أمرنا فيها بالصلاة في النعلين فكان ذلك تنبيها من الله تعالى للمصلي أنه يمشي على منازل ما يتلوه في صلاته من سور القرآن اذ كانت السور هي المنازل لغة قال النابغة

ألم تر أن الله أعطاك سورة * ترى كل ملك دونها يتذبذب

أراد منزلة وقيل لموسى عليه السلام اخلع نعليك أي قد وصلت المنزل فانه كلمه الله بغير واسطة بكلامه سبحانه بلا ترجمان ولذلك أكده في التعريف لنا بالمصدر فقال تعالى وكلم الله موسى تكليما ومن وصل الى المنزل خلع نعليه فبانت رتبة المصلي بالنعلين وما معنى المناجاة في الصلاة وانها ليست بمعنى الكلام الذي حصل لموسى عليه السلام فانه قال في المصلي يناجي والمناجاة فعل فاعلين فلا بد من لباس النعلين اذ كان المصلي مترددا بين حقيقتين والتردد بين أمرين يعطي المشي بينهما بالمعنى دل عليه باللفظ لباس النعلين ودل عليه قول الله تعالى بترجمة النبي صلى الله عليه وسلم عنه قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين فنصفها لي ونصفها لعبدي ولعبدي ما سأل ثم قال يقول العبد الحمد لله رب العالمين فوصفه ان العبد مع نفسه في قوله الحمد لله رب العالمين يسمع خالقه ومناجيه ثم يرحل العبد من منزل قوله الى منزل سمعه ليسمع ما يجيبه الحق تعالى على قوله وهذا هو السفر فلهذا لبس نعليه ليسلك بهما الطريق الذي بين هذين المنزلين فاذا رحل الى منزل سمعه سمع الحق يقول له حمدني عبدي فيرحل من منزل سمعه الى منزل قوله فيقول الرحمن الرحيم فاذا فرغ رحل الى منزل سمعه فاذا نزل سمع الحق تعالى يقول له أثنى علي عبدي فلا يزال مترددا في مناجاته قولا ثم له رحلة أخرى من حال قيامه في الصلاة الى حال ركوعه فيرحل من صفة القيومية الى صفة العظمة فيقول سبحان ربي العظيم وبحمده ثم يرفع وهو رحلته من مقام التعظيم الى مقام النيابة فيقول سمع الله لمن حمده قال النبي صلى الله عليه وسلم ان الله قال على لسان عبده سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد فلهذا جعلنا الرفع من الركوع نيابة عن الحق ورجوعا الى القيومية فاذا سجد اندرجت العظمة في الرفعة الالهية فيقول الساجد سبحان ربي الاعلى وبحمده فان السجود يناقض العلو فاذا خلص العلو لله ثم رفع رأسه من السجود واستوى جالسا وهو قوله الرحمن على العرش استوى فيقول رب اغفر لي وارحمني واهدني وارزقني واجبرني وعافني واعف عني فهذه كلها

منازل ومناهل في الصلاة فعلا فهو مسافر من حال الى حال فمن كان حاله السفر دائما كيف لا يقال له البس نعليك أي استعن في سيرك بالكتاب والسنة وهي زينة كل مسجد فان أحوال الصلاة وما يطرأ فيها من كلام الله وما يتعرض في ذلك من الشبه في غوامض الآيات المتلوة وكون الانسان في الصلاة يجعل الله في قبلته فيحده فهذه كلها بمنزلة الشوك والوعر الذي يكون بالطريق ولاسيما طريق التكليف فأمر بلباس النعلين ليتقي بهما ما ذكرناه من الاذى لقدمي السالك اللتين هما عبارة عن ظاهره وباطنه فلهذا جعلناهما الكتاب والسنة وأما نعلا موسى عليه السلام فليستا هذه فانه قال له ربه اخلع نعليك انك بالوادي المقدس فروينا انهما كانتا من جلد حمار ميت فجمعت ثلاثة أشياء الشيء الواحد الجلد وهو ظاهر الامر أي لا تقف مع الظاهر في كل الاحوال والثاني البلادة فانها منسوبة الى الحمار والثالث كونه ميتا غير مذكى والموت الجهل واذا كنت ميتا لا تعقل ما تقول ولا ما يقال لك والمناجي لا بد أن يكون بصفة من يعقل ما يقول ويقال له فيكون حي القلب فطنا بمواقع الكلام غواصا على المعاني التي يقصدها من يناجيه بها فاذا فرغ من صلاته سلم على من حضر سلام القادم من عند ربه الى قومه بما أتحفه به فقد نبهتك على سر لباس النعلين في الصلاة في ظاهر الامر وما المراد بهما عند أهل طريق الله تعالى من العارفين قال صلى الله عليه وسلم الصلاة نور والنور يهتدى به واسم الصلاة مأخوذة من المصلي وهو المتأخر الذي يلي السابق في الحلبة ولهذا ترجم هذا الباب بالوصلة وجعله من عالم النور ولاهل هذا المشهد نور خلع النعلين ونور لباس النعلين فهم المحمديون الموسويون المخاطبون من شجر الخلاف بلسان النور المشبه بالمصباح وهو نور ظاهر يمده نور باطن في زيت من شجرة زيتونة مباركة في خط الاعتدال منزهة عن تأثير الجهات كما كان الكلام لموسى عليه السلام من شجرة فهو نور على نور أي نور من نور فأبدل حرف من بعلى لما يفهم به من قرينة الحال وقد تكون على على بابها فان نور السراج الظاهر يعلو حسا على نور الزيت الباطن وهو المد للمصباح فلولا رطوبة الدهن تمد المصباح لم يكن للمصباح ذلك الدوام وكذلك امداد التقوى للعلم العرفاني الحاصل منها في قوله تعالى واتقوا الله ويعلمكم الله وقوله تعالى ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا لا يقطع ذلك العلم الالهي فنور الزيت باطن في الزيت محمول فيه يسري منه معنى لطيف في رقيقة من رقائق الغيب لبقاء نور المصباح ولاقطاب هذا المقام أسرار منها سر الامداد وسر النكاح وسر الجوارح وسر الغيرة وسر العنين وهو الذي لا يقوم بالنكاح وسر دائرة الزمهرير وسر وجود الحق في السراب وسر الحجب الالهية وسر نطق الطير والحيوان وسر البلوغ وسر الصديقين والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

﴿الباب الثامن والعشرون في معرفة أقطاب ألم تر كيف﴾

العلم بالكيف مجهول ومعلوم * لكنه بوجود الحق موسوم
فظاهر الكون تكييف وباطنه * علم يشار اليه فهو مكتوم
من أعجب الامر أن الجهل من صفتي * بما أنا فهو في التحقيق معلوم
وكيف أدرك من بالعجز أدركه * وكيف أجهله والجهل معدوم
قد حرت فيه وفي أمري ولست أنا * سواه فالخلق ظلام ومظلوم
ان قلت اني يقول الان منه أنا * أو قلت انك قال الان مفهوم
فالحمد لله لا أبغي به بدلا * وانما الرزق بالتقدير مقسوم

اعلم ان أمهات المطالب أربعة وهي هل سؤال عن الوجود وما وهو سؤال عن الحقيقة التي يعبر عنها بالماهية وكيف وهو سؤال عن الحال ولم وهو سؤال عن العلة والسبب واختلف الناس فيما يصح منها أن يسأل بها عن الحق واتفقوا على كلمة هل فانه يتصور أن يسأل بها عن الحق واختلفوا فيما بقي فمنهم من منع ومنهم من أجاز فالذي منع وهم الفلاسفة وجماعة من الطائفة منعوا ذلك عقلا ومنهم من منع ذلك شرعا فأما صورة منعهم عقلا انهم قالوا في مطلب ما انه سؤال عن الماهية فهو سؤال عن الحد والحق سبحانه لا حد له اذ كان الحد مركبا من جنس وفصل

وهذا ممنوع في حق الحق لان ذاته غير مركبة من أمر يقع فيه الاشتراك فيكون به في الجنس وأمر يقع به الامتياز وما ثم الا الله والخلق ولا مناسبة بين الله والعالم ولا الصانع والمصنوع فلا مشاركة في الجنس فلا فصل والذي أجاز ذلك عقلا ومنعه شرعا قال لا أقول ان الحد مركب من جنس وفصل بل أقول ان السؤال بما يطلب به العلم بحقيقة المسؤل عنه ولا بد لكل معلوم أو مذكور من حقيقة يكون في نفسه عليها سواء كان على حقيقة يقع له فيها الاشتراك أو يكون على حقيقة لا يقع له فيها الاشتراك فالسؤال بما يتصور ولكن ما ورد به الشرع فمنعناه من السؤال به عن الحق لقوله تعالى ليس كمثله شيء وأما منعهم الكيفية وهو السؤال بكيف فانقسموا أيضا قسمين فمن قائل بانه سبحانه ماله كيفية لان الحال أمر معقول زائد على كونه ذاتا واذا قام بذاته أمر وجودي زائد على ذاته أدى الى وجود واجبي الوجود لذاتهما أزلا وقد قام الدليل على احالة ذلك وانه لا واجب الا هو لذاته فاستحالت الكيفية عقلا ومن قائل ان له كيفية ولكن لا نعلم فهي ممنوعة شرعا لا عقلا لانها خارجة عن الكيفيات المعقولة عندنا فلا نعلم وقد قال ليس كمثله شيء يعني في كل ما ينسب اليه مما نسبه الى نفسه بقول هو على ما تنسبه الى الحق وان وقع الاشتراك في اللفظ فالمعنى مختلف وأما السؤال بلم فممنوع أيضا لان أفعال الله تعالى لا تعلل لأن العلة موجبة للفعل فيكون الحق داخلا تحت موجب أوجب عليه هذا الفعل زائد على ذاته وأبطل غيره اطلاق لم على فعله شرعا بأن قال لا ينسب اليه مالم ينسب الى نفسه فهذا معنى قولي شرعا لانه ورد النهي من الله عن كل ما ذكرنا منعه شرعا وهذا كله كلام مدخول لا يقع التخليص منه بالصحة والفساد الا بعد طول عظيم هذا قد ذكرنا طريقة من منع وأما من أجاز السؤال عنه بهذه المطالب من العلماء فهم أهل الشرع منهم وسبب اجازتهم لذلك ان قالوا ما حجر الشرع علينا حجرناه وما أوجب علينا أن نخوض فيه خضنا فيه طاعة أيضا وما لم يرد فيه تحجير ولا وجوب فهو عافية ان شئنا تكلمنا فيه وان شئنا سكتنا عنه وهو سبحانه ما نهى فرعون على لسان موسى عليه السلام عن سؤاله بقوله وما رب العالمين بل أجاب بما يليق به الجواب عن ذلك الجناب العالي وان كان وقع الجواب غير مطابق للسؤال فذلك راجع لاصطلاح من اصطلح على انه لا يسأل بذلك الا عن الماهية المركبة واصطلح على ان الجواب بالاثر لا يكون جوابا لمن سأل بما وهذا الاصطلاح لا يلزم الخصم فلم يمنع اطلاق هذا السؤال بهذه الصيغة عليه اذ كانت الالفاظ لا تطلب لانفسها وانما تطلب لما تدل عليه من المعاني التي وضعت لها فانها بحكم الوضع وما كل طائفة وضعتها بازاء ما وضعتها الاخرى فيكون الخلاف في عبارة لا في حقيقة ولا يعتبر الخلاف الا في المعاني وأما اجازتهم الكيفية فمثل اجازتهم السؤال بما ويحتجون في ذلك بقوله تعالى سنفرغ لكم أيها الثقلان وقوله ان لله عينا وأعينا ويدا وان بيده الميزان يخفض ويرفع وهذه كلها كيفيات وان كانت مجهولة لعدم الشبه في ذلك وأما اجازتهم السؤال بلم وهو سؤال عن العلة فلقوله تعالى وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون فهذه لام العلة والسبب فان ذلك في جواب من سأل لم خلق الله الجن والانس فقال الله لهذا السائل ليعبدون أي ليعبدوني فمن ادعى التحجير في اطلاق هذه العبارات فعليه بالدليل فيقال للجميع من المتشرعين المجوزين والمانعين كلكم قال وما أصاب وما من شيء قلتموه من منع وجواز الا وعليكم فيه دخل والاولى التوقف عن الحكم بالمنع أو بالجواز هذا مع المتشرعين وأما غير المتشرعين من الحكماء فالخوض معهم في ذلك لا يجوز الا ان أباح الشرع ذلك أو أوجبه وأما ان لم يرد في الخوض فيه معهم نطق من الشارع فلا سبيل الى الخوض فيه معهم فعلا ويتوقف في الحكم في ذلك فلا يحكم على من خاض فيه انه مصيب ولا مخطئ وكذلك فيمن ترك الخوض اذ لا حكم الا للشرع فيما يجوز أن يتلفظ به أو لا يتلفظ به يكون ذلك طاعة أو غير طاعة فهذا أولى قد فصلنا لك مآخذ الناس في هذه المطالب وأما العلم النافع في ذلك أن تقول كما انه سبحانه لا يشبهه شيء كذلك لا تشبه الاشياء وقد قام الدليل العقلي والشرعي على نفي التشبيه واثبات التنزيه من طريق المعنى وما بقي الامر الا في اطلاق اللفظ عليه سبحانه الذي أباح اطلاقه عليه في القرآن أو على لسان رسوله فاما اطلاقه عليه فلا يخلو اما أن يكون العبد مأمورا بذلك الاطلاق فيكون اطلاقه طاعة فرض ويكون المتلفظ به مأجورا مطيعا مثل قوله في تكبيرة الاحرام الله أكبر وهي لفظة وزنها يقتضي المفاضلة وهو سبحانه

لا يحصل ولا بد أن يكون مخبرا فيكون بحسب ما يقصده المتلفظ وبحسب حكم الله فيه وإذا أطلقناه فلا يخلو الانسان اما أن يطلقه ويستصحب نفسه في ذلك الاطلاق المعنى المفهوم منه في الوضع بذلك اللسان أو لا يطلقه الا تعبدا شرعيا على مراد الله فيه من غير أن يتصور المعنى الذي وضع له في ذلك اللسان كالفارسي الذي لا يعلم اللسان العربي وهو يتلو القرآن ولا يعقل معناه وله أجر التلاوة كذلك العربي فيما تشابه من القرآن والسنة يتلوه ويذكر به ربه تعبدا شرعيا على مراد الله فيه من غير ميل الى جانب بعينه مخصص فان التنزيه ونفي التشبيه يطلبه ان وقف بوهمه عند التلاوة لهذه الآيات فالأسلم والاولى في حق العبد أن يرد علم ذلك الى الله في ارادته اطلاق تلك الالفاظ عليه الا ان أطلعه الله على ذلك وما المراد بتلك الالفاظ من نبي أو ولي محدث ملهم على بينة من ربه فيما يلهم فيه أو يحدث فذلك مباح له بل واجب عليه أن يعتقد المفهوم منه الذي أخبر به في الهامه أو في حديثه وليعلم ان الآيات المتشابهات انما نزلت ابتلاء من الله لعباده ثم بالغ سبحانه في نصيحة عباده في ذلك ونهاهم أن يتبعوا المتشابه بالحكم أي لا يحكموا عليه بشيء فان تأويله لا يعلمه الا الله وأما الراسخون في العلم ان علموه فباعلام الله لا بفكرهم واجتهادهم فان الامر أعظم أن تستقل العقول بادراكه من غير اخبار الهي فالتسليم أولى والحمد لله رب العالمين وأما قوله ألم تر كيف وأطلق النظر على الكيفيات فان المراد بذلك بالضرورة الكيفيات لا التكييف فان التكييف راجع الى حالة معقولة لها نسبة الى المكيف وهو الله تعالى وما أحد شاهد تعلق القدرة الالهية بالاشياء عند ايجادها قال تعالى ما أشهدتهم خلق السموات والارض فالكيفيات المذكورة التي أمرنا بالنظر اليها الا فيها انما ذلك لنتخذها عبرة ودلالة على ان لها من كيفها أي صيرها ذات كيفيات وهي الهيئات التي تكون عليها المخلوقات المكيفات فقال أفلا ينظرون الى الابل كيف خلقت والى الجبال كيف نصبت وغير ذلك ولا يصح أن تنظر الا حتى تكون موجودة فتنظر اليها وكيف اختلفت هيئاتها ولو أراد بالكيف حالة الايجاد لم يقل انظر اليها فانها ليست بموجودة فعلمنا ان الكيف المطلوب مناف رؤية الاشياء ما هو ما يتوهم من لا علم له بذلك الا تراه سبحانه لما أراد النظر الذي هو الفكر قرنه بحرف في ولم يصحبه لفظ كيف فقال تعالى أولم ينظروا في ملكوت السموات والارض المعنى أن يفكروا في ذلك فيعلموا انها لم تقم بأنفسها وانما أقامها غيرها وهذا النظر لا يلزم منه وجود الاعيان مثل النظر الذي تقدم وانما الانسان كلف أن ينظر بفكره في ذلك لا بعينه ومن الملكوت ما هو غيب وما هو شهادة فما أمرنا قط بحرف في الا في المخلوقات لا في الله لنستدل بذلك عليه انه لا يشبهها اذ لو أشبهها لجاز عليه ما يجوز عليها من حيث ما أشبهها وكان يؤدي ذلك الى أحد محظورين اما أن يشبهها من جميع الوجوه وهو محال لما ذكرناه أو يشبهها من بعض الوجوه ولا يشبهها من بعض الوجوه فتكون ذاته مركبة من أمرين والتركيب في ذات الحق محال فالتشبيه محال والذي يليق بهذا الباب من الكلام يتعذر ايراده مجموعا في باب واحد لما يسبق الى الاوهام الضعيفة من ذلك لما فيه من الغموض ولكن جعلناه مبددا في أبواب هذا الكتاب فاجمل بالك منه في أبواب الكتاب تعثر على مجموع هذا الباب ولا سيما حيثما وقع لك مسئلة تجلي الحق فهنالك قف وانظر تجد ما ذكرته لك مما يليق بهذا الباب والقرآن مشحون بالكيفية فان الكيفيات أحوال والاحوال منها ذاتية للمكيف ومنها غير ذاتية والذاتية حكمها حكم المكيف سواء كان المكيف يستدعي مكيفا في كيفيته أو كان لا يستدعي مكيفا للتكييف بل كيفيته عين ذاته وذاته لا تستدعي غيرها الا انها لنفسها هي فكيفيته كذلك لانها عينه لا غيره ولا زائد عليه فافهم والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

﴿الباب التاسع والعشرون﴾

في معرفة سر سلمان الذي ألحقه بأهل البيت والاقطاب الذين ورثه منهم ومعرفة أسرارهم

العبد مرتبط بالرب ليس له * عنه انفصال يرى فعلا وتقديرا

والابن أنزل منه في العلى درجا * قد سرر الشرع فيه العلم تحريرا

فالابن ينظر في أموال والده * اذ كان وارثه شحا وتقتيرا

والابن يطمع فى تحصيل رتبته ❋ وان يراه مع الاموات مقبورا
والعبد قيمته من مال سيده ❋ اليـه يرجع مختارا ومجبورا
والعبد مقداره فى جاه سيده ❋ فلا يزال بستر العز مستورا
الذل يصحبه فى نفسه أبدا ❋ فلا يزال مع الانفاس مقهورا
والابن فى نفسه من أجل والده ❋ عز فيطلب توقيرا وتعزيرا

اعلم أيدك الله انا روينا من حديث جعفر بن محمد الصادق عن أبيه محمد بن على عن أبيه على بن الحسين عن أبيه الحسين بن على عن أبيه على بن أبى طالب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال مولى القوم منهم وخرج الترمذى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال أهل القرآن هم أهل الله وخاصته وقال تعالى فى حق المختصين من عباده ان عبادى ليس لك عليهم سلطان فكل عبد الهى توجه لاحد عليه حق من المخلوقين فقد نقص من عبوديته لله بقدر ذلك الحق فان ذلك المخلوق يطلبه بحقه وله عليه سلطان به ولا يكون عبدا محضا خالصا لله وهذا هو الذى رجح عند المنقطعين الى الله انقطاعهم عن الخلق ولزومهم السياحات والبرارى والسواحل والفرار من الناس والخروج عن ملك الحيوان فانهم يريدون الحرية من جميع الاكوان ولقيت منهم جماعة كبيرة فى أيام سياحتى ومن الزمان الذى حصل لى فيه هذا المقام ما ملكت حيوانا أصلا بل ولا الثوب الذى ألبسه فانى لا ألبسه الاعارية لشخص معين أذن لى فى التصرف فيه والزمان الذى أملك الشئ فيه أخرج عنه فى ذلك الوقت اما بهبة واما بالعتق ان كان ممن يعتق وهذا حصل لى لما أردت التحقق بعبودية الاختصاص لله قيل لى لا يصح لك ذلك حتى لا يقوم لاحد عليك حجة قلت ولا لله ان شاء الله قيل لى وكيف يصح لك أن لا يقوم لله عليك حجة قلت انما تقوم الحجج على المنكرين لا على المعترفين وعلى أهل الدعاوى وأصحاب الحظوظ لا على من قال مالى حق ولا حظ ولما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم عبدا محضا قد طهره الله وأهل بيته تطهيرا وأذهب عنهم الرجس وهو كل ما يشينهم فان الرجس هو القذر عند العرب هكذا حكى الفراء قال تعالى انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا فلا يضاف اليهم الا مطهر ولا بد فان المضاف اليهم هو الذى يشبههم فما يضيفون لانفسهم الا من له حكم الطهارة والتقديس فهذه شهادة من النبى صلى الله عليه وسلم لسلمان الفارسى بالطهارة والحفظ الالهى والعصمة حيث قال فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم سلمان منا أهل البيت وشهد الله لهم بالتطهير وذهاب الرجس عنهم واذا كان لا ينضاف اليهم الا مطهر مقدس وحصلت له العناية الالهية بمجرد الاضافة فما ظنك بأهل البيت فى نفوسهم فهم المطهرون بل هم عين الطهارة فهذه الآية تدل على ان الله قد شرك أهل البيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قوله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر وأى وسخ وقذر أقذر من الذنوب وأوسخ فطهر الله سبحانه نبيه صلى الله عليه وسلم بالمغفرة فما هو ذنب بالنسبة الينا لو وقع منه صلى الله عليه وسلم لكان ذنبا فى الصورة لا فى المعنى لان الذم لا يلحق به على ذلك من الله ولا منا شرعا فلو كان حكمه حكم الذنب لصحبه ما يصحب الذنب من المذمة ولم يصدق قوله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا فدخل الشرفاء أولاد فاطمة كلهم ومن هو من أهل البيت مثل سلمان الفارسى الى يوم القيامة فى حكم هذه الآية من الغفران فهم المطهرون اختصاصا من الله وعناية بهم لشرف محمد صلى الله عليه وسلم وعناية الله به ولا يظهر حكم هذا الشرف لاهل البيت الا فى الدار الآخرة فانهم يحشرون مغفورا لهم وأما فى الدنيا فمن أتى منهم حدا أقيم عليه كالتائب اذا بلغ الحاكم أمره وقد زنى أو سرق أو شرب أقيم عليه الحد مع تحقق المغفرة كماعز وأمثاله ولا يجوز ذمه وينبغى لكل مسلم مؤمن بالله وبما أنزله أن يصدق الله تعالى فى قوله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا فيعتقد فى جميع ما يصدر من أهل البيت ان الله قد عفا عنهم فيه فلا ينبغى لمسلم أن يلحق المذمة بهم ولا ما يشنأ اعراض من قد شهد الله بتطهيره وذهاب الرجس عنه لا بعمل عملوه ولا بخير قدموه بل سابق عناية من الله بهم ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم واذا صح الخبر الوارد فى سلمان الفارسى فله هذه الدرجة فانه لو كان سلمان على أمر يشنؤه

ظاهر

ظاهر الشرع وتلحق المذمة بعامله لكان مضافا الى أهل البيت من لم يذهب عنه الرجس فيكون لاهل البيت من ذلك
بقدر ما أضيف اليهم وهم المطهرون بالنص فسلمان منهم بلا شك فأرجو أن يكون عقب علي وسلمان تلحقهم هذه
العناية كما لحقت أولاد الحسن والحسين وعقبهم وموالي أهل البيت فان رحمة الله واسعة ياولي واذا كانت منزلة مخلوق
عند الله بهذه المثابة ان يشرف المضاف اليهم بشرفهم وشرفهم ليس لانفسهم وانما الله تعالى هو الذي اجتباهم وكساهم
حلة الشرف كيف ياولي بمن أضيف الى من له الحمد والمجد والشرف لنفسه وذاته فهو المجيد سبحانه وتعالى فالمضاف اليه
من عباده الذين هم عباده وهم الذين لا سلطان لمخلوق عليهم في الآخرة قال تعالى لابليس ان عبادي فاضافهم اليه
ليس لك عليهم سلطان وما تجد في القرآن عبادا مضافين اليه سبحانه الا السعداء خاصة وجاء اللفظ في غيرهم بالعباد فما
ظنك بالمعصومين المحفوظين منهم القائمين بحدود سيدهم الواقفين عند مراسمه فشرفهم أعلى وأتم وهؤلاء هم أقطاب
هذا المقام ومن هؤلاء الاقطاب ورث سلمان شرف مقام أهل البيت فكان رضي الله عنه من أعلم الناس بما لله على
عباده من الحقوق وما لانفسهم والخلق عليهم من الحقوق وأقواهم على أدائها وفيه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لو كان الايمان بالثريا لناله رجال من فارس وأشار الى سلمان الفارسي وفي تخصيص النبي صلى الله عليه وسلم ذكر الثريا
دون غيرها من الكواكب اشارة بديعة لمثبتي الصفات السبعة لانها سبعة كواكب فافهم فسر سلمان الذي ألحقه
باهل البيت ما أعطاه النبي صلى الله عليه وسلم من أداء كتابته وفي هذا فقه عجيب فهو عتيقه صلى الله عليه وسلم ومولى
القوم منهم والكل موالي الحق ورحمته وسعت كل شيء وكل شيء عبده ومولاه وبعد أن تبين لك منزلة أهل البيت عند
الله وانه لا ينبغي لمسلم أن يذمهم بما يقع منهم أصلا فان الله طهرهم فليعلم الذام لهم ان ذلك راجع اليه ولو ظلموه فذلك
الظلم هو في زعمه ظلم لا في نفس الامر وان حكم عليه ظاهر الشرع بأدائه بل حكم ظلمهم ايانا في نفس الامر يشبه جري
المقادير علينا في ماله ونفسه بغرق أو بحرق وغير ذلك من الامور المهلكة فيحترق أو يموت له أحد أحبائه أو يصاب في
نفسه وهذا كله مما لا يوافق غرضه ولا يجوز له أن يذم قدر الله ولا قضاءه بل ينبغي له أن يقابل ذلك كله بالتسليم والرضى
وان نزل عن هذه المرتبة فبالصبر وان ارتفع عن تلك المرتبة فبالشكر فان في طي ذلك نعما من الله لهذا المصاب
وليس وراء ماذكرناه خير فانه ما وراءه ليس الا الضجر والسخط وعدم الرضى وسوء الادب مع الله فكذا ينبغي أن
يقابل المسلم جميع ما يطرأ عليه من أهل البيت في ماله ونفسه وعرضه وأهله وذويه فيقابل ذلك كله بالرضى والتسليم
والصبر ولا يلحق المذمة بهم أصلا وان توجهت عليهم الاحكام المقررة شرعا فذلك لا يقدح في هذا بل يجريه مجرى
المقادير وانما منعنا تعليق الذم بهم اذ ميزهم الله عنا بما ليس لنا معهم فيه قدم وأما أداء الحقوق المشروعة فهذا رسول
الله صلى الله عليه وسلم كان يقترض من اليهود واذا طالبوه بحقوقهم أداها على أحسن ما يمكن وان تطاول اليهودي
عليه بالقول يقول دعوه ان لصاحب الحق مقالا وقال صلى الله عليه وسلم في قصة لو أن فاطمة بنت محمد سرقت قطعت
يدها فوضع الاحكام لله يضعها كيف يشاء وعلى أي حال يشاء فهذه حقوق الله ومع هذا لم يذمهم الله وانما كلامنا في
حقوقنا وما لنا أن نطالبهم به فنحن مخيرون ان شئنا أخذنا وان شئنا تركنا والترك أفضل عموما فكيف في أهل البيت
وليس لنا ذم أحد فكيف بأهل البيت فانا اذا نزلنا عن طلب حقوقنا وعفونا عنهم في ذلك أي فيما أصابوه منا كانت لنا
بذلك عند الله اليد العظمى والمكانة الزلفى فان النبي صلى الله عليه وسلم ما طلب منا عن أمر الله الا المودة في القربى
وفيه سر صلة الارحام ومن لم يقبل سؤال نبيه فيما سأله فيه مما هو قادر عليه بأي وجه يلقاه غدا أو يرجو شفاعته وهو
ما أسعف نبيه صلى الله عليه وسلم فيما طلب منه من المودة في قرابته فكيف بأهل بيته فهم أخص القرابة ثم انه جاء بلفظ
المودة وهو الثبوت على المحبة فانه من ثبت وده في أمر استصحبه في كل حال واذا استصحبته المودة في كل حال لم يؤاخذ
أهل البيت بما يطرأ منهم في حقه مما له أن يطالبهم به فيتركه ترك محبة وايثارا لنفسه لا عليها قال المحب الصادق وكل
ما يفعل المحبوب محبوب وجاء باسم الحب فكيف حال المودة ومن البشرى ورود اسم الودود لله تعالى ولا معنى لثبوتها
الا حصول أثرها بالفعل في الدار الآخرة وفي النار لكل طائفة بما تقتضيه حكمة الله فيهم وقال الآخر

أُحِبُّ لِحُبِّهَا السُّودَانَ حَتَّى * أُحِبُّ لِحُبِّهَا سُودَ الكِلَابِ

ولنا فى هذا المعنى

أُحِبُّ لِحُبِّكَ الحُبْشَانَ طُرًّا * وَأَعْشَقُ لِاسْمِكَ البَدْرَ المُنِيرَا

قيل كانت الكلاب السود تناوشه وهو يتحبب اليها فهذا فعل المحب فى حب من لا تسعده محبته عند الله ولا تورثه القربة من الله فهل هذا الا من صدق الحب وثبوت الود فى النفس فلو صحت محبتك لله ولرسوله أحببت أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ورأيت كل ما يصدر منهم فى حقك مما لا يوافق طبعك ولا غرضك انه جمال تتنعم بوقوعه منهم فتعلم عند ذلك ان لك عناية عند الله الذى أحببتهم من أجله حيث ذكرك من يحبه وخطرت على باله وهم أهل بيت رسوله صلى الله عليه وسلم فتشكر الله تعالى على هذه النعمة فانهم ذكروك بألسنة طاهرة بتطهير الله طهارة لم يبلغها علمك واذا رأيناك على ضد هذه الحالة مع أهل البيت الذى أنت محتاج اليهم ولرسول صلى الله عليه وسلم حيث هداك الله به فكيف أثق أنا بودك الذى تزعم به انك شديد الحب فى والرعاية لحقوقى أو لجانبى وأنت فى حق أهل نبيك بهذه المثابة من الوقوع فيهم والله ما ذاك الا من نقص ايمانك ومن مكر الله بك واستدراجه اياك من حيث لا تعلم وصورة المكر ان تقول وتعتقد انك فى ذلك تذب عن دين الله وشرعه وتقول فى طلب حقك انك ما طلبت الا ما أباح الله لك طلبه ويندرج الذم فى ذلك الطلب المشروع والبغض والمقت وايثارك نفسك على أهل البيت وأنت لا تشعر بذلك والدواء الشافى من هذا الداء العضال أن لا ترى لنفسك معهم حقا وتنزل عن حقك لئلا يندرج فى طلبه ما ذكرته لك وما أنت من حكام المسلمين حتى يتعين عليك اقامة حد او انصاف مظلوم أو رد حق الى أهله فان كنت حاكما ولا بد فاسع فى استنزال صاحب الحق عن حقه اذا كان المحكوم عليه من أهل البيت فان أبى فحينئذ يتعين عليك امضاء حكم الشرع فيه فلو كشف الله لك يا ولى عن منازلهم عند الله فى الآخرة لوددت أن تكون مولى من مواليهم فالله يلهمنا رشد أنفسنا فانظر ما أشرف منزلة سلمان رضى الله عن جميعهم ولما بينت لك أقطاب هذا المقام وانهم عبيد الله المصطفون الاخيار فاعلم ان أسرارهم التى أطلعنا الله عليها تجهلها العامة بل أكثر الخاصة التى ليس لها هذا المقام والخضر منهم رضى الله عنه وهو من أكبرهم وقد شهد الله له انه آتاه رحمة من عنده وعلمه من لدنه علما اتبعه فيه كليم الله موسى عليه السلام الذى قال فيه صلى الله عليه وسلم لو كان موسى حيا ما وسعه الا أن يتبعنى فمن أسرارهم ما قد ذكرناه من العلم بمنزلة أهل البيت وما قد نبه الله على علو رتبتهم فى ذلك ومن أسرارهم علم المكر الذى مكر الله بعباده فى بغضهم مع دعواهم حب رسول الله صلى الله عليه وسلم وسؤاله المودة فى القربى وهو صلى الله عليه وسلم من جملة أهل البيت فما فعل أكثر الناس ما سألهم فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أمر الله فعصوا الله ورسوله وما أحبوا من قرابته الا من رأوا منه الاحسان فأغراضهم أحبوا وبنفوسهم تعشقوا ومن أسرارهم الاطلاع على صحة ما شرع الله لهم فى هذه الشريعة المحمدية من حيث لا تعلم العلماء بها فان الفقهاء والمحدثين الذين أخذوا علمهم ميتا عن ميت انما المتأخر منهم هو فيه على غلبة ظن اذ كان النقل شهادة والتواتر عزيز ثم انهم اذا عثروا على أمور تفيد العلم بطريق التواتر لم يكن ذلك اللفظ المنقول بالتواتر نصا فيما حكموا به فان النصوص عزيزة فيأخذون من ذلك اللفظ بقدر قوة فهمهم فيه ولهذا اختلفوا وقد يمكن أن يكون لذلك اللفظ فى ذلك الامر نص آخر يعارضه ولم يصل اليهم وما لم يصل اليهم ما تعبدوا به ولا يعرفون بأى وجه من وجوه الاحتمالات التى فى قوة هذا اللفظ كان يحكم رسول الله صلى الله عليه وسلم المشرع فأخذه أهل الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الكشف على الامر الجلى والنص الصريح فى الحكم أو عن الله بالبينة التى هم عليها من ربهم والبصيرة التى بها دعوا الخلق الى الله عليها كما قال الله أفمن كان على بينة من ربه وقال أدعو الى الله على بصيرة أنا ومن اتبعنى فلم يفرد نفسه بالبصيرة شهد لهم بالاتباع فى الحكم فلا يقدمونه الا على بصيرة وهم عباد الله أهل هذا المقام ومن أسرارهم أيضا اصابة أهل العقائد فيما اعتقدوه فى الجناب الالهى وما تجلى لهم حتى اعتقد ذلك ومن أين تصور الخلاف مع الاتفاق على السبب الموجب الذى استندوا اليه فانما اختلف فيه تعين واما وقع الخلاف فما هو ذلك السبب

وربما

و بماذا يسمى ذلك السبب فمن قائل هو الطبيعة ومن قائل هو الدهر ومن قائل غير ذلك فاتفق الكل فى اثباته ووجوب وجوده وهل هذا الخلاف يضرهم مع هذا الاستناد أم لا هذا كله من علوم أهل هذا المقام انتهى الجزء السابع عشر

(بسم الله الرحمن الرحيم)

(الباب الثلاثون فى معرفة الطبقة الاولى والثانية من الاقطاب الركبان)

ان لله عبادا ركبوا * نجب الاعمال فى الليل البهيم
وترقت همم الذل بهم * لعزيز جل من فرد عليم
فاجتباهم وتجلى لهمو * وتلقاهم بكاسات النديم
من يكن ذا رفعة فى ذلة * انه يعرف مقدار العظيم
رتبة الحادث ان حققتها * انما يظهر فيها بالقديم
ان لله علوما جمة * فى رسول ونبى وقسيم
لطفت ذاتا فما يدركها * عالم الانفاس أنفاس النسيم

اعلم أيدك الله ان أصحاب النجب فى العرف هم الركبان قال الشاعر

فليت لى بهمو قوما اذا ركبوا * شدوا الاغارة فرسانا وركبانا

الفرسان ركاب الخيل والركبان ركاب الابل فالافراس فى المعروف تركبها جميع الطوائف من عجم وعرب والهجن لا يستعملها الا العرب والعرب أرباب الفصاحة والحماسة والكرم ولما كانت هذه الصفات غالبة على هذه الطائفة سميناهم بالركبان فمنهم من يركب نجب الهمم ومنهم من يركب نجب الاعمال فلذلك جعلناهم طبقتين أولى وثانية وهؤلاء أصحاب الركبان هم الافراد فى هذه الطريقة فانهم رضى الله عنهم على طبقات فمنهم الاقطاب ومنهم الائمة ومنهم الاوتاد ومنهم الابدال ومنهم النقباء ومنهم النجباء ومنهم الرجبيون ومنهم الافراد ومامنهم طائفة الاوقد رأيت منهم وعاشرتهم ببلاد المغرب وبلاد الحجاز والشرق فهذا الباب مختص بالافراد وهى طائفة خارجة عن حكم القطب وحده ليس للقطب فيهم تصرف ولهم من الاعداد من الثلاثة الى مافوقها من الافراد ليس لهم ولا لغيرهم فيما دون الفرد الاول الذى هو الثلاثة قدم فان الاحدية وهو الواحد لذات الحق والاثنان للرتبة وهو توحيد الالوهية والثلاثة أول وجود الكون عن الله فالافراد فى الملائكة الملائكة المهيمون فى جلال الله وجلاله الخارجون عن الاملاك المسخرة والمدبرة اللذين هما فى عالم التدوين والتسطير وهم من القلم والعقل الى مادون ذلك والافراد من الانس مثل المهيمة من الاملاك فأول الافراد الثلاثة وقد قال صلى الله عليه وسلم الثلاثة ركب فأول الركب الثلاثة الى مافوق ذلك ولهم من الحضرات الالهية الحضرة الفردانية وفيها يتميزون ومن الاسماء الالهية الفرد والمواد الواردة على قلوبهم من المقام الذى ترد منه على الاملاك المهيمة ولهذا يجهل مقامهم ومايأتون به مثل ما أنكر موسى عليه السلام على خضر مع شهادة الله فيه لموسى عليه السلام وتعريفه بمنزلته وتزكية الله اياه وأخذه العهد عليه اذ أراد صحبته ولما علم الخضر ان موسى عليه السلام ليس له ذوق فى المقام الذى هو الخضر عليه كما ان الخضر ليس له ذوق فيما هو موسى عليه من العلم الذى علمه الله الا ان مقام الخضر لا يعطى الاعتراض على أحد من خلق الله لمشاهدة خاصة هو عليها ومقام موسى والرسل يعطى الاعتراض بهم من حيث هم رسل لا غير فى كل مايرونه خارجا عما أرسلوا به ودليل ماذهبنا اليه فى هذا قول الخضر لموسى عليه السلام وكيف تصبر على مالم تحط به خبرا فلو كان الخضر نبيا لما قال له مالم تحط به خبرا فالذى فعله لم يكن من مقام النبوة وقال له فى انفراد كل واحد منهما بمقامه الذى هو عليه قال الخضر لموسى عليه السلام ياموسى انا على علم علمنيه الله لا تعلمه أنت وأنت على علم علمكه الله لا أعلمه أنا وافترقا وتميزا بالانكار فالانكار ليس من شأن الافراد فان لهم الولية فى الامور فهم ينكر عليهم ولا ينكرون قال الجنيد لا يبلغ أحد درج الحقيقة حتى يشهد فيه ألف صديق [illegible] ذلك انهم يعلمون من الله مالا يعلمه غيرهم وهم أصحاب العلم الذى كان يقول فيه على بن أبى طالب رضى

الله عنه حين يضرب بيده الى صدره ويتنهدان ههنا لعلوما جمة لو وجدت لها حملة فانه كان من الافراد ولم يسمع هذا من
غيره فى زمانه الا ابى هريرة ذكر مثل هذا اخرج البخارى فى صحيحه عنه انه قال حملت عن النبى صلى الله عليه وسلم
جرابين أما الواحد فبثثته فيكم وأما الآخر فلو بثثته اقطع منى هذا البلعوم البلعوم مجرى الطعام فأبو هريرة ذكر انه
حمله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان فيه ناقلا عن غير ذوق ولكنه علم لكونه سمعه من رسول الله صلى الله
عليه وسلم ونحن انما نتكلم فيمن أعطى عين الفهم فى كلام الله تعالى فى نفسه وذلك علم الافراد وكان من الافراد عبد
الله بن العباس البحر كان يلقب به لاتساع علمه فكان يقول فى قوله عز وجل " الله الذى خلق سبع سموات ومن
الارض مثلهن يتنزل الامر بينهن " لو ذكرت تفسيره لرجمتمونى وفى رواية لقلتم انى كافر والى هذا العلم كان يشير على
ابن الحسين بن على بن أبى طالب زين العابدين عليهم الصلاة والسلام بقوله فلا أدرى هل هما من قيله أو تمثل بهما

يارب جوهر علم لو أبوح به * لقيل لى أنت ممن يعبد الوثنا
ولاستحل رجال مسلمون دمى * يرون أقبح ما يأتونه حسنا

فنبه بقوله يعبد الوثنا على مقصوده ينظر اليه تأويل قوله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق آدم على صورته باعادة الضمير
على الله تعالى وهو من بعض محتملاته بالله يا أخى انصفنى ويا أقول لك لا شك انك قد أجمعت معى على انه كل ما صح عن
رسول الله صلى الله عليه وسلم من الاخبار فى كل ما وصف به فيها ربه تعالى من الفرح والضحك والتعجب والتبشبش
والغضب والتردد والكراهة والمحبة والشوق ان ذلك وأمثاله يجب الايمان به والتصديق فلو هبت نفحات من هذه
الحضرة الالهية كشفا وتجليا وتعريفا الهيا على قلوب الاولياء بحيث أن يعلموا باعلام الله وشاهدوا باشهاد الله من هذه
الامور المعبر عنها بهذه الالفاظ على لسان الرسول وقد وقع الايمان منى ومنك بهذا كله اذا أتى بمثله هذا الولى فى حق
الله تعالى ألست تزندقه كما قال الجنيد ألست تقول ان هذا مشبه هذا عابد وثن كيف وصف الحق بما وصف به المخلوق
ما فعلت عبدة الاوثان أكثر من هذا كما قال على بن الحسين ألست كنت تقتله أو تنفيه بقتله كما قال ابن عباس فبأى
شئ آمنت وسلمت لما سمعت ذلك من رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حق الله من الامور التى تحيلها الادلة العقلية
ومنعت من تأويلها والاشعرى تأولها على وجوه من التنزيه فى زعمه فاين الانصاف فهلا قلت القدرة واسعة أن تعطى
لهذا الولى ما أعطت للنبى من علوم الاسرار فان ذلك ليس من خصائص النبوة ولا حجر الشارع على أمته هذا الباب
ولا تكلم فيه بشئ بل قال ان يكن فى أمتى محدثون فعمر منهم فقد أثبت النبى صلى الله عليه وسلم ان ثم من يحدث ممن
ليس بنبى وقد يحدث بمثل هذا فانه خارج عن تشريع الاحكام من الحلال والحرام فان ذلك أعنى التشريع من
خصائص النبوة وليس الاطلاع على غوامض العلوم الالهية من خصائص نبوة التشريع بل هى سارية فى عباد الله من
رسول وولى وتابع ومتبوع يا ولى فاين الانصاف منك أليس هذا موجودا فى الفقهاء وأصحاب الافكار الذين هم فراعنة
الاولياء ودجاجلة عباد الله الصالحين والله يقول لمن عمل منا بما شرع الله له ان الله يعلمه ويتولى تعليمه بعلوم أنتجتها
أعماله قال تعالى واتقوا الله ويعلمكم الله والله بكل شئ عليم وقال ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا ومن أقطاب
هذا المقام عمر بن الخطاب وأحمد بن حنبل ولهذا قال صلى الله عليه وسلم فى عمر بن الخطاب يذكر ما أعطاه الله من
القوة يا عمر ما لقيك الشيطان فى فج الا سلك فجا غير فجك فدل على عصمته بشهادة المعصوم وقد علمنا ان الشيطان
ما يسلك قط بنا الا الى الباطل وهو غير فج عمر بن الخطاب فما كان عمر يسلك الا فجاج الحق بالنص فكان ممن لا تأخذه
فى الله لومة لائم فى جميع مسالكه وللحق صولة ولما كان الحق صعب المرام قويا حمله على النفوس لا تحمله ولا تقبله بل
تمجه وترده لهذا قال صلى الله عليه وسلم ما ترك الحق لعمر من صديق وصدق صلى الله عليه وسلم يعنى فى الظاهر والباطن
أما فى الظاهر فلعدم الانصاف وحب الرياسة وخروج الانسان عن عبوديته واشتغاله بما لا يعنيه وعدم تفرغه لما دعى
اليه من شغله بنفسه وعيبه عن عيوب الناس وأما فى الباطن فما ترك الحق لعمر فى قلبه من صديق فما كان له تعلق الا
بالله ثم العلامة الكبرى انك اذا قلت لواحد من هذه الطائفة المنكرة اشتغل بنفسك يقول لك انما قوم حماية لدين

الله

الله وعبده فله والفهم فيه من الايمان وأمثال هذا ولا يمكن ولا ينظر هل ذلك من قبيل الامكان أم لا أعنى أن يكون الله قد عرف وليا من أوليائه بما يجرى به فى خلقه كالخضر ويعلمه علوما من لدنه تكون العبارة عنها بهذه الصيغ التى ينطق بها الرسول صلى الله عليه وسلم كما قال الخضر وما فعلته عن أمرى وآمن هذا المنكر بها على زعمه اذ جاء بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فوالله لو كان مؤمنا بها ما أنكرها على هذا الولى لان الشارع ما أنكر اطلاقها فى جناب الحق من استواء ونزول ومعية وضحك وفرح وتبشبش وتعجب وأمثال ذلك وما ورد عنه صلى الله عليه وسلم قط انه حجرها على أحد من عباد الله بل أخبر عن الله انه يقول لنا لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة ففتح لنا وندبنا الى التأسى به صلى الله عليه وسلم وقال فاتبعونى يحببكم الله وهذا من أتباعه والتأسى به فمن التأسى به اذا ورد علينا من الحق سبحانه وارد حق فعلمنا من لدنه علما فيه رحمة حبانا الله بها لو عناية حيث كان ذلك على بينة من ربنا ويتلوها شاهد منا وهو اتباعنا سنته وما شرع لنا لم نخل بشئ منها ولا ارتكبنا مخالفة بتحليل ما حرم الله أو تحريم ما أحل فنطلب لذلك المعلوم الذى علمناه من جانب الحق أمثال هذه العبارات النبوية لنفصح بها عن ذلك ولا سيما اذا سئلنا عن شئ من ذلك لان الله أخبر عمن هذه صفته انه يدعو الى الله على بصيرة فمن التأسى المأمور به برسول الله صلى الله عليه وسلم ان نطلق على تلك المعانى هذه الالفاظ النبوية اذ لو كان فى العبارة عنها ما هو أفصح منها لاطلقها صلى الله عليه وسلم فانه المأمور بتبيين ما أنزل به علينا ولا نعدل الى غيرها لما نريده من البيان مع التحقق بليس كمثله شئ فانا اذا عدلنا الى عبارة غيرها ادعينا بذلك أنا أعلم بحق الله وأنزه من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا أسوأ ما يكون من الادب ثم ان المعنى لابد أن يختل عند السامع اذ كان ذلك اللفظ الذى خالفت به لفظ من كان أفصح الناس وهو رسول الله صلى الله عليه وسلم والقرآن لا يدل على ذلك المعنى بحكم المطابقة فنشرع لنا التأسى وغاب هذا المنكر المكفر من تمثل هذا عن النظر فى هذا كله وذلك لامرين أولاهما ان كان عالما فالحسد قام به فان تعلق حسدا من عند نفسهم وان كان جاهلا فهو بالنبوة أجهل بالولى لقينا من أقطاب هذا المقام بجبل أبى قبيس بمكة فى يوم واحد ما يزيد على السبعين رجلا وليس لهذه الطبقة تلميذ فى طريقهم أصلا ولا يسلكون أحدا طريق التربية لكن لهم الوصية والنصيحة ونشر العلم فمن وفق أخذ به ويقال ان أبا السعود بن الشبل كان منهم وما قيته ولا رأيته ولكن شممت له رائحة طيبة ونفسا عطريا وبلغنى ان عبد القادر الجيلى وكان عدلا قطب وقته شهد لمحمد بن قائد الاوانى بهذا المقام كذا نقل الى والعهدة على الناقل فان ابن قائد زعم انه ما رأى هنالك أمامه سوى قدم نبيه وهذا لا يكون الا الافراد الوقت فان لم يكن من الافراد فلا بد أن يرى قدم قطب وقته امامه زائدا على قدم نبيه ان كان اماما وان كان وتدا فيرى امامه ثلاثة أقدام وان كان بدلا يرى أربعة أقدام وهكذا الا انه لابد أن يكون فى حضرة الاتباع مقاما فاذا لم يقم فى حضرات الاتباع وعدل به عن يمين الطريق بين المخدع وبين الطارق فانه لا يبصر قدما امامه وذلك هو طريق الوجه الخاص الذى من الحق الى كل موجود ومن ذلك الوجه الخاص تنكشف للاولياء هذه العلوم التى تنكر عليهم ويزندقون بها ويزندقهم بها ويكفرهم من يؤمن بها اذا جاءته عن الرسل وهى العلوم عينها وهى التى ذكرناها آنفا ولاصحاب هذا المقام التصريف والتصرف فى العالم فالطبقة الاولى من هؤلاء تركت التصرف لله فى خلقه مع التمكن وتولية الحق لهم اياه تمكنا لا أمرا لكن عرضا فلبسوا الستر ودخلوا فى سرادقات الغيب واستتروا بحجب العوائد ولزموا العبودة والافتقار وهم الفتيان الظرفاء الملامتية الاخفياء الابرياء وكان أبو السعود منهم كان رحمه الله ممن امتثل أمر الله فى قوله تعالى فاتخذه وكيلا فالوكيل له التصرف فلو أمر امتثل الامر هذا من شأنهم وأما عبد القادر فالظاهر من حاله انه كان مأمورا بالتصرف فلهذا ظهر عليه هذا هو الظن بامثاله وأما محمد الاوانى فكان يذكر ان الله أعطاه التصرف فقبله فكان يتصرف ولم يكن مأمورا فابتلى فنقصه من المعرفة القدر الذى علا أبو السعود به عليه ففاق أبو السعود باسان الطبقة الاولى من طائفة الركبان وسميناهم أقطابا لثبوتهم ولان هذا المقام أعنى مقام العبودة يدور عليهم لم أرد بقطبيتهم ان لهم جماعة تحت أمرهم يكونون رؤساء عليهم وأقطابا لهم هم أجل من ذلك وأعلى فلا رياسة أصلا لهم فى نفوسهم لتحققهم بعبوديتهم

ولم يكن لهم أمر الهي بالتقدم فلو ردعليهم فيلزمهم طاعته لما هم عليه من التحقق أيضا بالعبودية فيكونون قائمين به
في مقام العبودية بامتثال أمر سيدهم وتمامها التخيير والعرض أو طلب تحصيل المقام فانه لا يظهر به الامن لم يتحقق
بالعبودة التي خلق لها فهذا اولى قد عرفتك في هذا الباب بمقاماتهم وبقي التعريف باصولهم وتعيين أحوال الاقطاب
المدبرين من الطبقة الثانية منهم نذكر ذلك فيما بعد ان شاء الله والله يقول الحق وهو يهدي السبيل لارب غيره

﴿الباب الحادي والثلاثون في معرفة أصول الركبان﴾

حدب الدهر علينا وحنا * ومضى في حكمه وما ونى
وعشقناه ففنينا عسى * يطرب الدهر بايقاع الغنا
نحن حكمناك في أنفسنا * فاحكم ان شئت علينا وانا
واتحد كان له الحكم وما * كان ذاك الحكم للدهر بنا
فشفيعي هو دهري والذي * صرف الدهر كذا صرفنا
فركبنا نطلب الاصل الذي * جعل السر لدينا علنا
فلنا منه الذي حركنا * وله منا الذي سكننا
حركات الدهر فينا شهدت * انه قال له ما سكنا
فانا العبد الذليل المجتبى * وأنا حق وما الحق أنا

اعلم أيدك الله ان الاصول التي اعتمدت عليها الركبان كثيرة منها التبري من الحركة اذا أقيموا فيه فهذا ركبوا فهم
الساكنون على مراكبهم المتحركون بتحريك مراكبهم فهم يقطعون بالأمر والقطع بغيرهم لا بهم فيصلون
مستريحين مما تعطيه مشقة الحركة متبرئين من الدعوى بما لا تعطيها الحركة حتى لو افتخر واقطع المسافات البعيدة في
الزمان القليل لكان ذلك الفخر راجعا للمركب الذي قطع بهم تلك المسافة لا لهم فلهم التبري وما لهم الدعوى فهجيرهم
"لا حول ولا قوة الا بالله" وآيتهم "وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى" يقال لهم وما قطعتم هذه المسافات حين قطعتموها
ولكن الركاب قطعتها فهم المحمولون فليس للعبد صولة الا بسلطان سيده وله الذلة والعجز والمهانة والضعف من نفسه
ولما رأوا ان الله قد نبه بقوله تعالى وله ما سكن فأخلصه له علموا ان الحركة فيها الدعوى وان السكون لا تشوبه
دعوى فانه نفي الحركة فقالوا ان الله قد أمرنا بقطع هذه المسافة المعنوية وجوب هذه المفاوز المهلكة فان نحن
قطعناها بنفوسنا لم نأمن على نفوسنا من أن تتمدح بذلك في حضرة الاتصال فانها مجبولة على الرعونة وطلب
التقدم وحب الفخر فنكون من أهل النقص في ذلك المقام بقدر ما ينبغي أن نحترمه به ذلك الجلال الاعظم فلنتخذ
ركابا نقطع به فان أرادت الافتخار يكون الافتخار للركاب لا للنفوس فاتخذت من لا حول ولا قوة الا بالله نجبا لما
كانت النجب أصبر عن الماء والعلف من الافراس وغيرها والطريق معطشة جدبة يهلك فيها من المراكب من ليس
له مرتبة النجب فلهذا اتخذوها نجبا دون غيرها مما يصح أن يركب ولا يصح أن يقطع ذلك الحمد لله فان هذا
الذكر من خصائص الوصول ولا سبحان الله فانه من خصائص التجلي ولا لا اله الا الله فانه من خصائص الدعاوى
ولا الله أكبر فانه من خصائص المفاضلة فتعين لا حول ولا قوة الا بالله فانه من خصائص الاعمال فعلا وقولا ظاهرا
وباطنا لانهم بالاعمال أمروا والسفر عمل قلبا وبدنا ومعنى وحسا وذلك مخصوص بلا حول ولا قوة الا بالله فانه بها
يقولون لا اله الا الله وبها تقول سبحان الله وغير ذلك من جميع الاقوال والاعمال ولما كان السكون عدم
الحركة والعدم أصلهم لانه قوله وقد خلقتك من قبل ولم تك شيئا يريد وجودا فاختاروا السكون على
الحركة وهو الاقامة على الاصل فنبه سبحانه وتعالى في قوله وله ما سكن في الليل والنهار أن الخالق سامواله العدم
وادعوا له في الوجود فمن باب الحقائق عرى الحق خاتمه في هذه الآية عن اضافة ما ادعوه لانفسهم بقوله وله
ما سكن في الليل والنهار أي ما ثبت والثبوت أمر وجودي تعالى لا عيني بل نسبي وهو السميع العليم يسمع

دعواهم

کتاب ہذا کے مترجم جناب صائم چشتی کی دیگر ایمان افروز تصانیف

تراجم

نام متن	موضوع	نام ترجمہ
کتاب المغازی علامہ واقدی (عربی)	غزوات رسول پر دنیا کی پہلی اور عظیم تفصیلی دستاویز ہدیہ / روپے	**کتاب المغازی** غزوات رسول حجازی
سیرۃ النبویہ علامہ دحلان مکی (عربی)	سیرت رسول عربی پر مفصل جامع اور ثقہ شہکار عظیم ہدیہ / روپے	**سیرت دحلانیہ** ولادت تا بعثت
خصائص نسائی امام ابو عبد الرحمن نسائی (عربی)	حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر اہل بیت رسول کی شان میں ثقہ احادیث مبارکہ کا بہترین ذخیرہ ہدیہ / روپے	**خصائص نسائی** مع متن
الشرف المؤبد لآل محمد علامہ نبہانی	آل رسول کے دائمی شرف کے بارے میں لازوال تحقیقی شہکار ہدیہ /	**شرف سادات** مع متن

۳۶۲
اہلِ تصوف حضرات کیلئے عظیم تحفہ
تفسیر ابن عربی
اردو
مؤلف
شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ
مترجم
علامہ صائم چشتی
ھدیہ اول ۱۳۵/-
دوم ۱۵۰/-
چشتی کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد
فون ۲۶۷۵۶
علی برادران ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد
www.maktabah.org

علی برادران تاجران کتب

نزد جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد

نائب غریب نواز مُرشد فریدؒ قُطب الاقطاب قُطب الواصلین
سیدنا و مُرشدنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی
رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفِ لطیف

دلیل العارفین

ہدیہ ۷۵/ روپے

اردو ترجمہ جناب پروفیسر اختر رحیمہ صاحب

علی برادران تاجران کتب
نزد جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد

نام متن	موضوع	نام ترجمہ
والدی مصطفےٰ علامہ سیوطی (عربی)	حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان پر ہدیہ/ ۴۰۔۴ روپے	**والدین مصطفےٰ** مع متن
روضۃ الشہدا علامہ کاشفی (فارسی) جلد اول	ابتلائے انبیاء اور اہل بیت کا دردناک بیان ہدیہ/ روپے	**روضۃ الشہدا**
ہدیۃ المہدی علامہ وحید الزمان (عربی)	وہابیہ کے امام کی وہ تحقیقی تحریر جو وہابیہ کے عقائد پر ضرب شدید کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہدیہ/	**ہدیۃ المہدی** مع متن
ردِ شطحیات شاہ عبدالحق محدث دہلوی فارسی	حضرت مجدد الف ثانی کے چند مکتوبات کا محققانہ تجزیہ ہدیہ/ روپے	**ردِ شطحیات** مع متن
دفع الوسواس فی قال بعض الناس علامہ علی قاری	امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر امام بخاری کے مطاعن کا جواب لاجواب ہدیہ/ پے	**دفع الوسواس** مع متن

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

تصوف پر جامع کتاب

معالی الہمم

یعنی ——— ہمتوں کی بلندیاں

تصنیف لطیف

رہبر شریعت و طریقت، رموزِ دقیق حقیقت و معرفت عارف باللہ

جناب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کا پتہ

علی برادران تاجران کتب

نزد جامعہ رضویہ [illegible] مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

نثری تقریروں کا مجموعہ
شہبازِ خطابت
صاحبزادہ سید
افتخار الحسن زیدی
شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی
تقریریں
چشتی کتب خانہ
فیصل آباد

افتخار الحسن زیدی
کی
تقریر
چشتی کتب خانہ

By

MUHYIUDDIN IBN-UL-ARABI

(1165-1240)

Translated By

ALLAMA SAIM CHISHTEE

ALI BROTHERS

Book Sailors Jhang Bazar, Faisalabad.